

جنون

از خدیجہ

"تمہیں یہ ذمہ داری سوچنی جارہی ہے اس کو بہت دھیان سے نبھانا ہے کسی بھی قسم کی غلطی پر جان سے جاسکتی ہو تم۔۔۔۔۔" سامنے کھڑا چھ فٹ کا توانا مرد اپنے چہرے کو نقاب سے ڈھکے اس لڑکی سے مخاطب ہوا جو دیکھنے میں کانچ کی گڑیا معلوم ہوتی تھی اس بات سے بے خبر کہ یہ کانچ کی گڑیا ٹوٹ چکی ہے اور اب اس کے پاس صرف کرچیاں ہیں جو کسی کی بھی تباہی بن سکتی ہیں۔ وہ ایک چلتا پھرتا ہتھیار تھی۔

"جی میں جانتی ہوں یہ سب آپ مجھے جگہ کا نام بتائیے ہدف تک پہنچنا میرا کام ہے۔۔۔۔۔" پر عزم لہجے میں کھڑی وہ بولی۔

"تمہیں یہ سب آج شام کی میل میں مل جائے گا جس کو ڈی کوڈ کرنے کے لئے تمہارے پاس کل صبح تک کا وقت ہو گا۔۔۔۔۔" ہنوز وہی سرد لہجہ کسی بھی قسم کے احساس سے عاری۔ روبوٹ کی طرح وہ سر ہلا کر جانے کے لئے پلٹی تو مقابل کی آواز پر رکی۔

وہ شخص اس کے قریب آیا اور اس کی پشت کو دیکھنے لگا۔ ہاتھ بڑھا کر ایک نینو سائز کی چپ اس کی گردن میں انجیکٹ کر دی۔

"یہ ٹریکر ہے اس سے تمہاری ہر حرکت پر نظر ہوگی میری اب تم جاسکتی ہو"۔۔۔ اپنا کام مکمل کر تا وہ شخص واپس پلٹ گیا جبکہ عزیزہ اپنی گردن پر ہوتی چھن پر ہاتھ پھیرتی آگے بڑھ گئی۔

"یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ مجھے وہاں بھیجنا چاہتے ہیں جبکہ یہ دوسری بار ہے جب میں اپنی مرضی سے وہاں جا رہی ہوں"۔۔۔ اپنے الاٹڈ روم کی جانب بڑھتی ہوئی وہ سوچ رہی تھی۔

دراز قد و قامت، تیکھے نین نقش مگر قدرتی معصومیت کی حامل لمبے گھنیرے بالوں کی اونچی پونی ٹیل بنائے وہ قدرت کا حسین شاہکار تھی اور مافیاءالوں کا حسین ہتھیار۔ اس نے یہاں پر اپنی جگہ بہت آسانی سے بنالی تھی کیونکہ اس کا پچھلا اتاپتہ کسی کو بھی معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں سے آئی تھی اور کون تھی۔ وہ عزیزہ تھی جس کے پیچھے کوئی خاندان نہ تھا اور وہ ایک ایجنٹ بننے یہاں آئی تھی۔ سولہ سال کی عمر میں اس نے اس نئی دنیا میں قدم رکھا تھا مگر وہ یہاں کتنی پرانی تھی یہ تاریخ اس کے سوا کسی کو معلوم نہ تھی۔

"ہیلو عزیزہ کیسی ہو تم"۔۔۔ لوئہ اس کے قریب آتی اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی اور اس کا حال پوچھا۔

وہ ایک فریج لڑکی تھی جو عمر میں اس سے چھ سال بڑی تھی مگر قد و قامت کے لحاظ سے چھوٹی تھی۔ اس کو یہاں آئے چند دن ہی ہوئے تھے مگر عزیزہ کو وہ لڑکی پہلی ہی نظر میں کھٹک گئی تھی اس کے متعلق وہ اپنے طور پر معلومات کروا رہی تھی اور ابھی اس کی تلاش جاری تھی۔

"میں ٹھیک ہوں تم کیسی ہو اور یہ تمہارے ہاتھ پر زخم کیسے آیا"۔۔۔ عزیزہ اس کے ہاتھ پر بندھی پٹی دیکھ کر بولی۔

"ارے یہ کچھ نہیں بس تم تو جانتی ہو لیو سفر کے لئے یہ سب کیا ہے میں نے مگر تم یہاں پر کسی کو بتانا مت"۔۔۔۔۔ رازدارانہ انداز میں وہ عزیزہ سے مخاطب ہوئی جبکہ عزیزہ سر جھٹک کر مسکرا دی جیسے کہ وہ جانتی نا ہو کہ یہ ایلومیناتی ہے اور یہاں پر یہاں کے بہترین ایجنٹس کو اپنا حامی بنانے آئی ہے۔ اور یہ چوٹ بھی اپنے اس دو ہفتے کے شوہر کی وجہ سے لگی ہے جس کی بلی وہ دو دن پہلے چڑھا کر آئی ہے۔

"تم بتاؤ کہاں جانا ہے تم نے اگلے مشن پر"۔۔۔۔۔ دوستانہ انداز میں لونکہ بولی جبکہ عزیزہ کے ماتھے پر بل پڑے۔

"تم شائد بھول رہی ہو کہ یہاں کی ہدایات کیا ہیں دوبارہ سے تفصیل دینے کی ضرورت نہیں ہے مجھے ایسا لگتا ہے۔۔۔ کیا ٹھیک لگتا ہے بولو لو نلہ"۔۔۔۔۔ سر دلچے میں عزیزہ بولی جبکہ لو نلہ کی کان کی لوئیں اس ہتک سے سرخ ہو گئی تھیں مگر پھر خود کو نارمل کرتی بولی۔

"بالکل ضرورت نہیں پڑے گی اور نا ہی آئندہ میں کوئی فضول سوال تم سے کروں گی"۔۔۔۔۔ سمجھنے والے انداز میں لو نلہ بولی جس پر عزیزہ نے صرف سر ہلانے پر اکتفا کیا اور اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ کمرے میں آکر اپنا کوٹ اتار کر بیڈ پر پھینکا اور بیک مرر میں اپنا عکس دیکھنے لگی گردن کے پاس سرخ نشان اب کافی حد تک مندمل ہو چکا تھا۔ پھر اپنا کوٹ اٹھایا اور اس کے کالر پر لگے بٹن کو دیکھا جس میں ایک چھوٹی سی چپ تھی جیسی اس کی موبائل پر میسج کی رنگ ہوئی۔

"The demon king is watching you!"

ایک سطر میں لکھا گیا جملہ عزیزہ کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر گیا۔

"میں تو جیسے جانتی ہی نہیں کہ ہیومن امپلانٹنگ (Human implanting) کی سہولت تم لوگوں کے پاس ہے ہی نہیں دی ڈیمون کنگ"۔۔۔۔۔ پر اسراریت سے مسکراتی ہوئی وہ بولی اور اپنے لیپ ٹاپ پر آئی میل کو اوپن کر کے پڑھنے لگی۔

"جہاں پانیوں کے رنگ ہیں لال،

سحر کی وبا ہے جس جگہ عام،

اک ایسے جہاں میں رکھو قدم،

جہاں نکلے سارے مرد و دوں کا دم!۔۔۔۔۔"۔۔۔۔۔ چار سطور میں ایک نظم تحریر کی گئی تھی جس کو پڑھنے کے بعد عزیزہ سوچ میں پڑ گئی۔

"سرخ پانی یعنی سرخ سمندر۔۔۔۔۔ بجیرہ احمر اور سحر یعنی جادو تو یہ سب نشانیاں تو مصر سے ملتی ہیں کیونکہ اس

سب کے لئے مشہور وہی جگہ ہے"۔۔۔۔۔ کڑیوں سے کڑیاں ملاتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"سمجھ گئی مجھے کہاں جانا ہے مگر یہ میرا حلیہ یہ بھی تو وہاں کہ مقامی لوگوں جیسا ہی ہونا چاہیے"۔۔۔۔۔ تھوڑی پر ہاتھ رکھے وہ ابھی سوچ رہی تھی کہ پھر سے میسنج ٹون بجی۔

"You've got the point now be ready for the next!"

اسکرین پر موجود پیغام پڑھ کر اس کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔ اب باری تھی خود کو بدلنے کی جس کے انتظامات کرنے عزیزہ چل پڑی۔

(ماضی)

اس عالیشان بنگلے میں آج زندگی رگ و پے میں خون کی مانند دوڑ رہی تھی۔ خلاف معمول آج کا دن کافی گہما گہمی والا تھا۔ وہ لوگ چند دن پہلے ہی یہاں پر شفٹ ہوئے تھے۔

"امی یہ دیکھیں شامل میری گڑیا نہیں دے رہی ہے"۔۔۔۔۔ پانچ سالہ عزیزہ اپنی چھوٹی بہن شامل کی شکایت لگاتے ہوئے بولی جو کہ عمر میں اس سے دو سال چھوٹی تھی۔

جبکہ اس کی بات سن کر کچن میں کام کرتی نفیسہ مسکرا دی۔

"بیٹا آپ کسی اور کھلونے سے کھیل لو شامل چھوٹی ہے نا وہ روئے گی تو آپ کو اچھا لگے گا"۔۔۔۔۔ چولہے کی آگ بند کرتی نفیسہ کرسی پر بیٹھی اور عزیزہ کو گود میں بٹھالیا اور پوچھنے لگی۔

"نہیں ماما مگر وہ میرا گفٹ تھا بابا نے فرسٹ آنے پر دیا تھا اور شامل نے لے لیا مجھے اچھا نہیں لگے"۔۔۔۔۔ اپنے ننھے ہاتھوں سے نفیسہ کی گردن کے گرد جھولتی ہوئی وہ بولی۔

"بیٹا آپ کو پتا ہے ناجب آپ چھوٹی تھیں تو آپ کے بابا ہمیشہ آپ کی ہر بات مانا کرتے تھے"۔۔۔۔۔ نفیسہ پھر سے سمجھانے والے انداز میں بولی جس پر عزیزہ اثبات میں سر ہلا گئی۔

"تو بیٹے اب آپ اس گھر کی بڑی بیٹی ہو اسی لئے اب چھوٹوں کی خوشی کا خیال آپ کو رکھنا ہے"۔۔۔۔۔ نفیسہ کے سمجھانے پر عزیزہ کچھ سمجھنے کا تاثر دیتی ہوئی بولی۔

"یعنی ماما میں بڑی ہوں تو چھوٹی کو ڈانٹ بھی سکتی ہوں نا"۔۔۔۔۔ لہجے میں چہکار لئے عزیزہ بولی جس پر نفیسہ کا دل کیا کہ اپنا سر پیٹ لے۔

"ارے میں نے یا بابا نے آپ کو کس وقت ڈانٹا تھا بتاؤ مجھے"۔۔۔۔۔ اب کی بار نفیسہ بے چارگی سے بولی۔

"ماما آپ نے اور بابا نے نہیں وہ جو ماموں زیادہ کا بیٹا ہے ناسفیان اس نے اپنے چھوٹے بھائی کو مارا تھا اور کہا تھا کہ میں تم سے بڑا ہوں میری عزت کیا کرو"۔۔۔۔۔ عزیزہ اپنی آنکھوں کے سامنے کل والا واقعہ جو پیش آیا تھا اس کو من و عن دوہرانے لگی۔

"بیٹا مارنے سے یا ڈانٹنے سے کوئی بھی بڑا نہیں ہو جاتا ہے بلکہ جب آپ کسی کو مارتے ہو یا ڈانٹتے ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ میں ان کو اپنی بات سمجھانے کی طاقت نہیں ہے!۔۔۔۔۔ میرا بچہ یہ طریقہ تو جانوروں کا ضرور ہو سکتا ہے مگر انسانوں کا نہیں"۔۔۔۔۔ نفیسہ سمجھانے والے انداز میں پھر سے بولی۔

"یعنی ماما سفیان انسان نہیں ہے پھر"۔۔۔۔۔ منہ پر حیرت سے ہاتھ رکھے عزیزہ بولی جبکہ اب کی بار نفیسہ کا دل کیا کہ اس کو اچھی خاصی جھاڑ پلا دے مگر ضبط کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"چلو جاو اب یہاں سے تمہارے بابا آنے والے ہیں میں نے کھانا بھی بنانا ہے چلو جلدی کرو جاو بہن کا دھیان کرو"۔۔۔ نفیسہ سنجیدہ لہجے میں بولی تو عزیزہ بھی خاموشی سے چلی گئی مگر اس کا ننھا دماغ یہ کڑیاں سلجھانے میں لگا ہوا تھا کہ اس کی ماں ناراض کیوں ہو گئی ہے۔

جبکہ عزیزہ لاؤنج میں بیٹھے شجاع حیدر کو دیکھتی دوڑ کر اس کی گود میں چڑھ گئی۔

"بابا آپ آگئے میں آپ کا ویٹ کر رہی تھی کب سے"۔۔۔۔ شجاع کے گلے میں بانہیں ڈالتی وہ جھولتی ہوئی بولی تو شجاع کو اپنی اس ننھی پری پر بے حد پیار آیا۔

"ہاں میرا بیٹا مگر آپ میرا انتظار کیوں کر رہی تھی"۔۔۔۔ شجاع اس کا ماتھا چوم کر بولا۔

"بابا وہ ماما نے آج سارے کھانے آپ کی پسند کے بنائے ہیں نا اس لئے"۔۔۔۔ عزیزہ مزے سے بتانے لگی۔

"اچھا جی تو یہ بات ہے"۔۔۔۔ شجاع اس کہ پر جوش سے انداز میں بتانے پر مسکرا دیا۔

کہ تبھی گولیوں کی تڑتڑانے کی آوازیں چاروں جانب گونجیں جس پر شجاع نے حیرانگی سے دیکھا اور عزیزہ نے

سہم کر اپنے باپ کی جانب دیکھا۔ جبکہ نفیسہ کی چیخ پر شجاع عزیزہ کو گود سے اتار کر شمال کا دھیان کرنے کو کہہ

کر پکن کی سمت بھاگا جبکہ نفیسہ کا خون میں لت پت وجود دیکھ کر شجاع کو اپنے سر پر آسمان گھومتا ہوا محسوس

ہوا۔ بھاگ کر نفیسہ کے پاس آیا تو دیکھا ایک گولی اس کے سر میں پیوست تھی جبکہ دوسری گولی اس کی پشت

میں پیوست تھی۔ وہ جو کوئی بھی تھا خاصہ بے رحم تھا جو یہاں پر خصوصی طور پر قتل کے ارادے سے آیا تھا جبکہ عزیزہ اور شمائل کا خیال آتے ہی وہ ان دونوں کے کمرے کی جانب بڑھا تھا چونکہ اب وہ دونوں ہی بچی تھیں جن کے ساتھ اس کو زندگی گزارنی تھی! مگر کیا وہ واقع میں ان دونوں کے ساتھ زندگی گزار سکتا تھا یا یہ اس کی خام خیالی تھی؟

عزیزہ سہمی ہوئی شمائل کو خود سے لگائے بیٹھی تھی جبکہ شجاع نے ان دونوں کو خود سے لگایا اور بے آواز آنسو بہانے لگا۔

"بابا آپ رو کیوں رہے ہیں"۔۔۔ عزیزہ نے شجاع کی آنکھوں سے بہتے آنسو دیکھتے ہوئے کہا جبکہ شمائل نے آگے بڑھ کر اپنے ننھے ہاتھوں سے شجاع کے آنسو صاف کئے آگے بڑھ کر۔

"بیٹا آپ کو اب جو میں بات بتانے جا رہا ہوں اس کو دھیان سے سننا ہے آپ نے!"۔۔۔ اب کی بار شجاع عزیزہ سے مخاطب تھا چونکہ شمائل اس سب کے لئے ابھی نا سمجھ تھی۔

"بیٹا آپ کی ماما میں نہیں رہی ہیں! ان کا وقت ہمارے ساتھ رہنے کا پورا ہو چکا تھا اب وہ واپس اللہ تعالیٰ کے پاس چلی گئی ہیں اس لئے اب سے آپ نے اپنی چھوٹی بہن کا بہت سارا خیال رکھنا ہے"۔۔۔ شجاع پر امید نظروں سے عزیزہ کو دیکھ رہا تھا جو کہ تابعداری سے اس کی تمام تر باتیں سن رہی تھی۔ پھر آگے بڑھ کر شمائل کو

گلے لگا لیا۔ ان دونوں کو اپنے کمرے میں رہنے کا کہہ کر وہ اب دوبارہ سے کچن کی جانب بڑھ چکا تھا اور اب
بو جھل قدموں کے ساتھ دوزانوں ہو کر نفیسہ کے سامنے بیٹھ چکا تھا۔

"مجھے معاف کر دینا کہ میں تمہاری حفاظت نہیں کر سکا! میں ان لوگوں کو کبھی معاف نہیں کروں گا جنہوں نے
تمہیں اس طرح سے درندگی کا نشانہ بنایا ہے!"۔۔۔۔۔ شجاع نے اتنا کہہ کر اس کے تخی ہوتے وجود کو خود میں
بھینچا۔ یہ اک آخری لمحہ تھا اس کے ساتھ گزارنے کا واحد ذریعہ جو کہ وہ کھونا نہیں چاہتا تھا چونکہ اس کے آگے
گہری تاریکی اس کی منتظر تھی۔

"کیا کہا تم نے اس کی بیوی کو مار آئے ہو تم لوگ"۔۔۔۔۔ ارے الو کے پٹھو میں نے پورے خاندان کو قتل کرنے
کا کہا تھا اب اس کے سروائیور زندہ چھوڑ آئے ہوتا کہ وہ لوگ انتقام لینے آجائیں بہت خوب"۔۔۔۔۔ سوٹڈ
بوٹڈ شخص اس وقت طیش میں کھڑا استہزائیہ انداز میں تالیاں بجا رہا تھا جبکہ دونوں نقاب پوش خاموشی سے
سر جھکائے کھڑے تھے۔

"کیا زبانیں کٹ گئی ہیں جو جواب نہیں دے رہے ہو تم لوگ بولو"۔۔۔۔۔ وہ شخص مزید برہم ہوتا ہوا بولا۔

"سر ہم لوگ وہاں پر ان سب کو مارنے گئے تھے مگر کوئی شخص اچانک سے آیا تھا اور اس نے ہم پر حملہ کر دیا تھا جس کی وجہ سے اپنی پہچان چھپانے کے لئے ہم لوگوں کو وہاں سے بھاگنا پڑا تھا"۔۔۔۔۔ ان میں سے ایک شخص روانی سے بولا تو سامنے موجود اس سفاک شخص کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔

"اپنی پہچان چھپانے کے لئے یا اپنی جان بچانے کے لئے"۔۔۔۔۔ وہ شخص گھمبیر آواز میں بولا جبکہ ان دونوں کے گلوں کی گلٹیاں ابھر کر معدوم ہوئیں وہ جتنا اس شخص کو سادہ سمجھ رہے تھے وہ اتنا سادہ ہرگز نہ تھا۔ پھر اپنے ٹیبل پر موجود کتاب اٹھائی اور کچھ اس انداز میں ان دونوں کی آنکھوں کے سامنے کتاب کے صفحے پلٹے کہ ان دونوں کے رنگ اڑ گئے۔ یہ ان تمام لڑکیوں کی تصاویر ہیں جن کو تم دونوں اپنی درندگی کا نشانہ بنانے کے بعد بے دردی سے قتل کر چکے ہو اور میں اس سب کی تمام تر تفصیلات سے بخوبی آگاہ ہوں ٹھوس ثبوتوں سمیت اور یہاں تو صرف ایک پانچ سالہ اور دوسری دو سالہ بچی اور ان کے باپ کو قتل کرنے کا کہا ہے میں نے تم لوگوں کو کچھ بھی کرو مجھے کل تک ان لوگوں کی لاشیں دیکھنی ہیں"۔۔۔۔۔ وہ شخص قدرے سفاکیت سے بولتا اب ان کو ہاتھ سے دفغان ہونے کا اشارہ کر چکا تھا جس پر وہ دونوں سرپٹ بھاگے تھے بنا پیچھے مڑے دیکھے۔ تم نے ابھی گرنٹر کا ایک رخ دیکھا ہے بہت جلد ہی دوسرا رخ دیکھنے کے لئے تیار ہو جاؤ تم!۔ چہرے پر حد درجہ سفاکیت سجائے وہ شخص اس وقت انسانوں کی صف کا کارندہ ہرگز نہ دکھائی دے رہا تھا۔

"سر سے کہو میجر شجاع ملنے کے لئے آئے ہیں!"۔۔۔۔۔ چہرے پر سرد مہری سجائے شجاع آفس کے باہر بیٹھے پیون سے بولا جس پر وہ سر ہلاتا اندر چلا گیا۔ چند لمحوں بعد پیون باہر آیا اور اس کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔

"سلام سر!"۔۔۔۔۔ شجاع سامنے بیٹھے کرنل سہیل کو سلام کرتا ہوا بیٹھ گیا۔

"مجھے معاف کر دیجئے گا میں نے آپ کے کام میں خلل ڈالا"۔۔۔۔۔ شجاع بنا کسی تاثر کے سنجیدگی سے بولا۔
"کوئی بات نہیں میں جانتا ہوں کہ تم بنا کسی وجہ کہ یوں اچانک نہیں آتے ہو! یقیناً معاملہ سنگین ہو گا"۔۔۔۔۔ سہیل اس کے تاثرات جاننے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔

"سر میں مزید اس کیس میں کام نہیں کرنا چاہتا ہوں! میں اس آپریشن سے ریزائن کرتا ہوں یہ میرا ریزائننگ لیٹر ہے"۔۔۔۔۔ شجاع سنجیدگی سے بولا تو سہیل نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا کہ اچانک کیا افتاد آپڑی کہ شجاع جیسا جواں مرد پیچھے ہٹ رہا ہے۔

"تخل سے پوری بات بتانا پسند کرو گے کیا تم!"۔۔۔۔۔ کرنل سہیل کے کہنے پر شجاع نے سر جھٹکا اور بولنا شروع کیا۔

"سرجب سے یہ ٹاسک شروع ہوا ہے ان کے دو کارندے ہماری انسپیکشن ٹیم کے انڈر ہیں جو ان تک پہنچنے کا سراغ لگانے کی تگ و دو میں ہیں مگر اس کا خاطر خواہ کوئی بھی فائدہ نہیں ہوا ہے! اور میرے گھر پر بے رحمانہ طریقے سے قاتلانہ حملہ ہوا ہے جس میں میری بیوی جان سے گئی۔ میں اب مزید کسی نقصان کی سکت نہیں رکھتا۔ میری دونوں بیٹیاں بہت چھوٹی ہیں۔ ان سب جھیلوں میں میں ان کی قربانی نہیں دے سکتا ہوں۔"۔۔۔۔۔ شجاع بنار کے تسلسل سے بولتا گیا جبکہ کرنل سہیل خاموشی سے اس کو سن رہے تھے۔

"تمہیں پتا ہے ناکہ اس وطن کے لئے کتنے لوگوں نے قربانیاں دی ہیں! اور مجھے اس بات کا افسوس ہے جو تمہارے گھر پر ہوا ہے مگر کوئی زندگی سے زیادہ نہیں جی سکتا ہے!"۔۔۔۔۔ کرنل سہیل اتنا کہہ کر شجاع کا چہرہ دیکھنے لگے جو کہ کسی بھی قسم کے تاثرات سے خالی تھا۔

"اور اس فوج میں قدم رکھنے سے قبل ہر شخص اپنا سب کچھ قربان کرنے کا عہد لے کر آتا ہے۔ میں مانتا ہوں کہ اپنوں کی قربانیاں دینا آسان عمل نہیں ہے مگر قربانیاں بھی ان کے ہی حصے میں آتی ہیں جو ان کے اہل ہوں"۔۔۔۔۔ کرنل سہیل کی باتیں شجاع کے سر پر سے گزر رہی تھیں اس کی آنکھوں کے سامنے خون میں لت پت نفیسہ کا وجود دلہرا ہا تھا اور التجا کرتی آنکھیں۔

"سر لیکن اس سب میں میرے بیوی بچوں کا کیا قصور ہے"۔۔۔۔۔ شکوہ کناں لہجے میں شجاع بولا جس پر سہیل تحمل کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

"جس جگہ پر تم ہونا! یہاں پر کیا کیسے کیوں کی گنجائش نہیں رہ جاتی ہے شجاع۔ یہ عہدہ قربانیاں مانگتا ہے ناصر ف تم لوگوں کی جانوں کی بلکہ تم سے جڑے لوگوں کی جانوں کی بھی۔ میں نے خود اپنی ایک بیٹی کو کھویا ہے مگر افسوس کہ اس کی آخری رسومات تک نہیں ادا کر سکا میں نا اس کا جسد خاکی ملا مجھے۔ تم تو خوش قسمت ہو کم سے کم ایسی لاچاری نہیں آئی تمہاری زندگی میں!"۔۔۔۔۔ کرنل سہیل اداس لہجے میں بولے جبکہ شجاع حیرانی سے ان کو دیکھنے لگا جو اندر سے کس قدر غمزدہ ہیں مگر باہر سے ایک مضبوط چٹان کی مانند ہیں۔

"اب میں امید کرتا ہوں کہ تم اپنا کام جاری رکھو گے"۔۔۔۔۔ پر امید انداز میں کرنل سہیل بولے تو شجاع نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

حال:-

"ہیلو بٹلر کیسے ہو تم"۔۔۔۔۔ باریک نسوانی آواز اس کو اپنے قریب سنائی دی تو وہ کافی بیٹ کر تا پیچھے کو مڑا۔

سامنے آنزل کھڑی تھی۔ اپنے اسی مخصوص انداز میں جیسے وہ ہمیشہ سے ہوتی تھی۔ سیاہ گھٹنوں سے تھوڑی اوپر آتی شرٹ کے ساتھ سفید منی کوٹ اور سیاہ رنگ کی ہی پینٹ۔ وہ زیادہ تر سیاہ رنگ پہنتی تھی۔ کندھے تک آتے اسٹریک کئے ہوئے بال کھلے چھوڑے ہوئے تھے۔

"ہاں بولو کیا بات ہے۔۔۔" مصروف سے انداز میں کافی میں چیخ ہلاتا بٹلر بولا۔ وہ اس وقت اپنے مخصوص

یونیفارم میں تھا جس پر وہ ایپرن پہنے ہوا تھا۔

"یار ایک کپ کافی میرے لئے بھی بنا دو۔۔۔" بے تکلف سے انداز میں سامنے موجود شیف پر اپنا بیگ رکھتے ہوئے آنزل بولی۔

"جا کر کسی اور شیف سے کہہ دو میں فارغ نہیں ہوں۔۔۔" سنجیدہ انداز میں بٹلر جواب دیتا بولا تو آنزل مسکرا دی۔

اب وہ اپنی کافی میں دودھ ڈال رہا تھا۔ اچانک اس کی فون کی گھنٹی بجی تو بے دھیانی میں اس نے کپ شیف پر رکھا اور فون سننے لگ گیا۔

آنزل جو تب سے اس کو دیکھ رہی تھی آگے بڑھی اور کافی اٹھالی اور ایک سپ لیا۔ جبکہ بٹلر فون بند کر کے ہٹا تو آنزل کو دیکھ کر اس کی تیوری چڑھی۔

"میں تمہاری باتیں نہیں سن رہی تھی بس گزر رہی تھی تو کانوں میں آواز پڑ گئی جب تم اردو میں بات کر رہے تھے تو مجھے اردو آتی تھی اسی لیے سمجھ آ گئی"۔۔۔۔ آئزل بناشر مندگی کے ڈھٹائی سے مسکراتے ہوئے بولی تو بٹلر کو اس کی یہ مسکراہٹ اس وقت سخت بری لگی۔

"فکر مت کرو میں کسی کو بھی نہیں بتاؤں گی کہ تم آئی ایس آئی کے ایجنٹ ہو اور تمہارا اصلی نام بٹلر نہیں ہے اور یہ کہ تم مسلمان ہو"۔۔۔۔ ایک نیا بم وہ اس کے سر پر پھوڑتی وہ روانی سے بولی اور خود سے ہی اس کی کہانی بنادی۔ جس پر بٹلر کا دل کیا کہ اپنا سر پیٹ لے کہ اس نے اس لڑکی سے آخر کیوں بات کی۔

"تم یہ کیا اول فول بک رہی ہو مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی"۔۔۔۔ خالص برٹش لہجے میں بٹلر بولا تو آئزل مسکرا دی۔

"بے فکر رہو میرے بابا بھی ایک ایجنٹ ہی تھے مگر تب میں بہت چھوٹی تھی جب بابا، ماما اور آپا کی ایک حادثے میں ڈیبتھ ہو گئی تھی۔ اور پھر مجھے میرے ماموں نے اپنے پاس انگلینڈ بلا لیا اور لندن میں گرین ویتچ یونیورسٹی میں میرا داخلہ کروا دیا۔ میں بھی تمہاری طرح مسلمان ہی ہوں اور پاکستانی مگر یہاں پر رہ رہی ہوں"۔۔۔۔۔ اداس لہجے میں آئزل بول رہی تھی جبکہ بٹلر خاموشی سے اسے سن رہا تھا۔

"مگر تم یہ سب مجھے کیوں بتا رہی ہو میرا اس سب سے کوئی لینا دینا نہیں"۔۔۔۔ پھر سے وہ صاف انکار کرتا ہوا
انجان بنا تھا۔

"میں جانتی ہوں کہ تم ایسا جان بوجھ کر کر رہے ہو"۔۔۔۔ آنزل بضد تھی۔

"ویسے تم خود کو مسلمان کہتی ہو مگر دکھنے سے انگریز ہی لگتی ہو"۔۔۔۔ بٹلر سنجیدہ لہجے میں بولا۔

"آہاں! کیونکہ یہاں کے ماحول میں خود کو ڈھال لیا ہے"۔۔۔۔ اپنی جانب سے آنزل نے خاصا جواز پیش کیا
تھا۔

"آہاں! مگر مجھے جہاں تک یاد پڑتا ہے مسلمان اپنی مذہبی تعلیمات اور اپنے رسم و رواج پر کوئی سمجھوتہ نہیں
کرتے مگر خیر میں چلتا ہوں مجھے دیر ہو رہی ہے"۔۔۔۔ بٹلر اتنا کہتا رہا کہ نہیں اور آگے بڑھ گیا جبکہ پیچھے وہ آنزل
کو جھنجھوڑ کر چھوڑ چکا تھا۔

"مسلمان کیسا ہوتا ہے؟"۔۔۔۔ اس نے خود سے سوال کیا۔ اب اس کی اس بارے میں کھوج لگانے کی باری
تھی۔

"امی میں نے آپ سے ایک سوال کرنا تھا"۔۔۔ آئزل تذبذب کا شکار نظر آرہی تھی۔ وہ اپنی ممانی کو امی کہہ کر ہی بلاتی تھی کیونکہ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی اسی لئے انہوں نے اس کو گود لے لیا تھا۔

"ہاں میرا بیٹا پوچھو کیا پوچھنا چاہتی ہو"۔۔۔ مصروف سے انداز میں موبائل چلاتے ہوئے وہ پینتالیس سالہ عمر اپنے اسی انداز میں موبائل چلاتے ہوئے وہ پینتالیس سالہ عمر اپنی تراش خراش کے باعث کچھ سال کم کی نظر آتی تھی۔ آئزل نے بھی انکا سر بغور موبائل میں جھکا دیکھ کر ان کا حلیہ اپنے جیسا دیکھ کر اپنی سوچ کی نفی کی اور وہاں سے اپنے کمرے میں آگئی جبکہ پیچھے سے ریحانہ نے بھی کوئی حیرانی کا اظہار نہ کیا کیونکہ آئزل اکثر و بیشتر ایسے کرتی تھی۔

اپنے کمرے میں آکر بیڈ پر بیٹھ گئی اور سوچنے لگی کہ کس سے انفارمیشن لے۔ اس کو تو شاید نماز بھی پوری اب صحیح طریقے سے یاد نہ ہو خیر لیپ ٹاپ کھول کر نماز پڑھنے کا صحیح طریقہ نکال کر اس کو پڑھنے لگی۔ اس سب کو پڑھنے کے بعد اسے کچھ اطمینان ہوا کہ اس کو نماز تو پوری آتی تھی۔ مگر ساتھ ہی چند سطور پر نظر پڑی جس میں کچھ یوں لکھا تھا:

"آج کے دور میں لوگ اسلام کو مسلمان عورت کے لباس اور پردے کے لحاظ سے قدامت پسند گردانتے ہیں جبکہ ایسا بالکل بھی نہیں ہے کیونکہ اسلام عورت کو خود کو مکمل طور پر ڈھانپنے کی ترغیب دیتا ہے جبکہ اسلام

دشمن عناصر اس کو قدامت پسندی کہتے ہیں۔ تو میرا ان کو یہ کہنا ہے کہ اگر خود کو عریاں ظاہر کرنا جدت پسندی ہے تو ہم لوگوں سے زیادہ جدت پسند حیوان ہیں۔ اور مجھے پورا یقین ہے کہ کوئی بھی شخص جانوروں کی سی روش نہیں اپنانا چاہے گا۔۔۔ زیر لب یہ الفاظ پڑھتے اس پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹے کہ اس شخص نے اسلام کی تعلیمات کا حوالہ دیئے بغیر ہی کتنی صاف اور واضح بات کہہ دی تھی۔ پھر اس نے اپنے بچپن کی وہ تصویریں یاد کیں جن کا البم اس کے پاس محفوظ تھا کہیں پر بھی اس کی ماں نے قابل اعتراض لباس نہیں پہنا تھا اور وہ پھر بھی ایک باوقار خاتون لگتی تھیں یہاں کی سو کالڈ ایلٹ کلاس کی عورتوں سے زیادہ نفیس۔

پھر خود سے ایک فیصلہ کرتی اپنی الماری سے سارے کپڑے نکال کر پیک کرنے کے بعد ملازمہ کو دے دیئے جس پر وہ حیران تو ہوئی مگر سوال کرنے کی اجازت آنزل نے کسی ملازم کو دی ہی کب تھی۔ اپنا لانگ کوٹ پہنتے گلے کے ارد گرد مفلر لپیٹتے وہ اپنا کریڈٹ کارڈ پرس میں اڑستی باہر کی جانب کو چل دی اب اس کا رخ شاپنگ مال کی جانب تھا۔

(ماضی)

"سفیان ابھی تک بابا گھر نہیں آئے تم ان کو کال کر کے پوچھو نا کہاں رہ گئے ہیں وہ"۔۔۔۔۔ عزیزہ پریشانی سے سفیان کے کمرے میں آتی ہوئی بولی جبکہ زمین پر موجود کھلونے سے ٹکرا کر گر پڑی اور رونا شروع کر دیا۔ بارہ سالہ سفیان جو کہ اپنی بک پڑھنے میں مشغول تھا دوڑتا ہوا اس کے قریب آیا اور اس کو اٹھا کر بیڈ پر بٹھا دیا۔

"اچھا اب رونا تو بند کر دو تم یار!"۔۔۔۔۔ سفیان زچ ہونے والے انداز میں بولا۔

"اب تم مجھے بھی سفیر کی طرح ڈانٹو گے"۔۔۔۔۔ سوس سوس کرتے ہوئے عزیزہ سفیر کی طرف دیکھتے ہوئے بولی جو کہ اپنی کتاب میں سر دیئے ہوئے تھا۔

"ہاں تم خاموش ہو جاو نہیں تو بڑے بھیا ابھی ڈر یکن بن جائیں گے اور ان کے منہ سے آگ نکلنا شروع ہو جائے گی"۔۔۔۔۔ سفیر جو کہ سفیان سے دو سال ہی چھوٹا تھا کتاب سے سراٹھا کر بولا جس پر سفیان نے اس کو گھوری سے نوازا جبکہ عزیزہ ہنوز رونے میں مشغول تھی۔

"سفیان بھیا آپ بابا کو بلائیں نا مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ بھی ممما کی طرح ہم دونوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے پاس نا چلے جائیں"۔۔۔۔۔ عزیزہ روتے ہوئے بولی جبکہ اس بات پر سفیان کا سارا غصہ اڑن چھو ہو گیا اور وہ عزیزہ کو چپ کرنے کا کہتا اپنے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل کے دراز میں جھک گیا۔

"یہ لو یہ چاکلیٹ کھالو میں تب تک انکل کو فون کرتا ہوں"۔۔۔ سفیان چاکلیٹ کا پیکٹ اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا جبکہ عزیزہ نے بھی آنسو صاف کرتے ہوئے چاکلیٹ کا پیکٹ پکڑ لیا۔ تبھی کسی کھٹکے کے احساس کے تحت سفیان کمرے سے باہر دائیں جانب دھیمے قدم اٹھاتا آگے بڑھا جبکہ پیچھے عزیزہ چاکلیٹ کا پیکٹ کھولنے کی کوشش کر رہی تھی جو کہ اس سے کھل نہیں رہا تھا۔

"سفیر اس کو کھول دو نا مجھے مجھ سے کھل نہیں رہا"۔۔۔ عزیزہ سفیر کے قریب آتی ہوئی بولی جبکہ سفیر اس کی لال ہوتی ناک کو دیکھ کر بے خود سا ہوتا اس کو دیکھنے لگا جبکہ عزیزہ حیرانی سے اس کو دیکھ رہی تھی۔

"اس کو کھول بھی دو گے یا نہیں مجھے تم بولو"۔۔۔ عزیزہ اس کے اس طرح دیکھنے پر چڑتی ہوئی بولی تو وہ گڑبڑا گیا اور چاکلیٹ کا پیکٹ پکڑتا کھولنے لگا۔ اسی اثناء میں سفیان کے چلانے کی آواز آئی اور شامل کے رونے کی۔ عزیزہ اپنی چاکلیٹ وہیں زمین پر پھینکتی ہوئی باہر کی جانب بھاگی جبکہ سفیر بھی تیزی سے اس کے پیچھے لپکا۔

صبح کا اجالارات کی تاریکی کو ختم کر چکا تھا جبکہ ایجنسی میں بھی تمام تر نئے اسٹوڈنٹس اپنی ٹریننگ اسٹارٹ کر چکے تھے۔ عزیزہ بھی اپنی تیاری پر ایک نظر ڈالتی موبائل اٹھا کر کمرے سے باہر چلی آئی تھی۔ راہداری میں کتنے جوئیر اسٹوڈنٹس تھے جو اس سے عمر میں بڑے تھے مگر اس کے جتنے ٹرینڈ نہیں۔

"ہائے! عزیزہ کیسی ہو۔۔۔۔۔ چہکتی ہوئی لونگہ کی آواز اس کے کانوں میں پڑی مگر وہ نظر انداز کر گئی۔

"عزیزہ میں تم سے بات کر رہی ہوں یار کم سے کم جواب تو دو۔۔۔۔۔ عزیزہ کے قریب آتے ہوئے لونگہ بولی۔

"آ۔۔۔۔۔ معاف کرنا میں نے سنا نہیں۔۔۔۔۔ عزیزہ مصنوعی انداز میں نے سننے کی اداکاری کرتے ہوئے بولی۔

"چلو پھر آج تم جارہی ہو۔۔۔۔۔ لونگہ پھر سے بولی۔

"نہیں ایک ہفتے بعد جانا ہے ابھی یہیں پر کچھ کام نپٹانے ہیں۔۔۔۔۔ عزیزہ مصروف سے انداز میں آئی پیڈ کی

اسکرین پر انگلیاں چلاتی ہوئی بولی۔ اچانک اس کی نظر سامنے ایک لڑکی پر پڑی جو بار بار گن سے نشانہ لینے کی

کوشش کر رہی تھی مگر ہر بار چوک رہی تھی۔ عزیزہ دلچسپی سے اس کو دیکھنے لگ گئی۔ ایک بار، دو بار تیسری بار

جب اس لڑکی کا نشانہ چوک گیا تو عزیزہ سے رہانا گیا اور وہ اس کی جانب بڑھ گئی۔ جبکہ لونگہ بھی اس کے پیچھے

چل پڑی۔

"گن چلانے سے زیادہ نشانے پر فوکس کرنا اہم ہوتا ہے۔۔۔۔۔ عزیزہ اس لڑکی کو دیکھتے ہوئے بولی جواب ہانپتی

ہوئی سرخ چہرہ لئے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کی سرخی دیکھ کر عزیزہ مسکرائی اور گن اس کے

ہاتھ سے لے لی۔

"یہ دیکھو! سامنے موجود شخص پر اگر تم جذبات میں آکر گولی چلاؤ گی تو تمہارے ہاتھ کانپیں گے اور نشانہ خطا ہو جائے گا"۔۔۔۔۔ عزیزہ اس کو سمجھانے کے لئے گن ہاتھ میں پکڑ کر ان پر کپکپاہٹ طاری کرتے ہوئے بولی۔

"اب فرض کرو کسی شخص پر تمہیں غصہ ہے اور اس کو تم جان سے مارنا چاہتی ہو تب تم اس بندوق کا استعمال کس طرح سے کرو گی؟"۔۔۔ عزیزہ سوالیہ انداز میں بولی جبکہ سامنے موجود لڑکی نے نا سمجھی سے سر ہلا دیا۔ تبھی عزیزہ نے فائر کارخ دیوار کی طرف کر دیا جس پر ایک لمحے کو سامنے کھڑی لڑکی سہم گئی مگر اگلے ہی پل کئی سوالات کی شبیہ بنے اس کو دیکھنے لگی۔

"جب تمہیں کسی پر غصہ ہو تو اس کی وجہ ڈھونڈنا! شوٹر بننے کا مطلب ہر کسی کو شوٹ کرنا نہیں ہوتا ہے"۔۔۔ اس کا کندھا تھپتپاتی ہوئی عزیزہ بولی اور آگے بڑھ گئی۔ صحیح نشانہ کیسے لگاتے ہیں یہ بات اس نے اب تک نہیں بتائی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وقت کے ساتھ ساتھ وہ خود ہی سیکھ جائے گی۔ اب اس کا رخ ہیڈ آفس کی جانب تھا۔ راہداری میں اس کے قدموں کی چاپ کی آواز واضح تھی۔ ڈور ناب گھما کر دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہو گئی جہاں سامنے وہی شخص چہرے پر نقاب چڑھائے کھڑا تھا۔

"پورے پانچ منٹ پہلے ہی آگئی ہو تم تو! خاصی وقت کی پابند لگتی ہو"۔۔۔۔۔ سامنے موجود شخص عزیزہ کے وجود پر سرد نگاہیں ڈالتا ہوا بولا جن کو دیکھ کر کسی کی بھی ریڑھ کی ہڈی سنسناسکتی تھی مگر سامنے عزیزہ تھی اس سے بھی زیادہ سرد اور بے رحم۔

"جی پرانی عادتیں جاتی نہیں ہیں جلدی"۔۔۔۔۔ طنزیہ انداز میں عزیزہ سر جھٹکتی ہوئی بولی۔

"آج شام تمہیں ایک جگہ لے جایا جائے گا وہاں پر جو چیزیں تمہیں قابل اعتراض لگے گیں ان کو تم اکٹھا کر کے مجھے لا کر دو گی"۔۔۔۔۔ نقاب پوش شخص سنجیدہ لہجے میں بولا۔

"ٹھیک ہے جگہ کا نام بتا دیجیے"۔۔۔۔۔ عزیزہ بھی اسی انداز میں بولی۔

"وہ تمہیں عثمان بتا دے گا اس سے ساری ہدایات تمہیں مل جائیں گی"۔۔۔۔۔ نقاب پوش شخص اتنا کہہ کر رخ موڑ گیا جس کا مطلب واضح تھا کہ اب وہ یہاں سے جاسکتی ہے۔ جبکہ عزیزہ نے اس کے رخ موڑنے پر اس کی گردن پر موجود برتھ مارک دیکھا تو دماغ میں ایک جھماکا سا ہوا۔

"سفیان بھائی! وہ زیر لب بڑبڑائی مگر پھر اپنے خیال کو رد کرتی ہوئی باہر چلی گئی جبکہ اس کے باہر جاتے ہی ایک شخص کمرے میں داخل ہوا جو کہ اس وقت شدید غصے میں لگ رہا تھا۔

"تم آخر کرنا کیا چاہ رہے ہو اس کے ساتھ؟"۔۔۔۔۔ وہ شخص دانت کچکچاتے ہوئے بولا۔

"اس کے اندر کے حیوان کو جگ رہا ہوں"۔۔۔۔۔ اب کہ اس شخص کا چہرہ واضح تھا جس پر زمانوں کی سرد مہری کی داستان رقم تھی۔

"اس سب کا انجام جانتے بھی ہو کہ کتنا بھیانک ہو گا"۔۔۔۔۔ سفیر اب کہ مصالحانہ انداز میں بولا۔

"انجام کی پرواہ تو بابا کے خلاف جاتے ہوئے بھی نہیں کی تھی میں نے تو اب کیوں کرنے لگوں گا انجام کی

پرواہ"۔۔۔۔۔ سفیان اپنی سیاہ آنکھیں سفیر پر گاڑھتا ہوا بولا۔

"میں جانتا ہوں کہ عزیزہ جس روز میرا چہرہ دیکھے گی سب کھیل سمجھ جائے گی مگر تمہارا یہاں اس سے ملنا اس کو

محض ایک اتفاق لگے گا سمجھے تم کیونکہ دنیا والوں کی نظر میں ہماری ایک بہن جو کہ خالہ کے پاس رہ رہی تھی اس

کو چھوڑ چھاڑ کر زیاد احمد سلطان اپنے بڑے بیٹے سفیان احمد سلطان کے ہمراہ یہاں سے دبئی منتقل ہو چکا ہے جبکہ

بدر سفیر ایک سرکش بیٹا واقع ہوا ہے جو باپ سے بغاوت کر کے روپوش ہو چکا ہے"۔۔۔۔۔ سفیان انتہائی

پر سکون انداز میں بولا۔

"میں تمہاری یہ گھسی پٹی کہانی بار بار سننے کے لئے نہیں آؤں گا سمجھے تم! اور اگر عزیزہ کو کچھ بھی ہوا تو تمہاری

جان میں اپنے ہاتھوں سے لوں گا"۔۔۔۔۔ سفیر وارن کرنے والے انداز میں بولا۔

"پسند کرنے لگ گئے ہونا اس کو"۔۔۔۔۔ سفیان چڑانے والے انداز میں بولا۔

"دس سال پہلے سے"۔۔۔ مختصر جواب دیتا ہوا سفیر دروازہ کھولتا آفس سے باہر نکل گیا جبکہ سفیان ٹھنڈی آہ بھرتا اپنی ریو الونگ چیئر پر آ بیٹھا۔

"تم دونوں دریاؤں کے دھارے ہو جن کا ملنا اٹل حقیقت ہے"۔۔۔۔ مسکراتے ہوئے سفیان اداسی سے بولا جبکہ اس کے چہرے پر اب سرد مہری کی جگہ کرب نے لے لی تھی۔ کچھ بھی تھا کم سے کم وہ اپنے بھائی کی محبت نہیں چھین سکتا تھا۔ یہ ان کے مقصد کی پہلی قربانی تھی جو اس نے آج دی تھی۔

آنزل مال سے واپس آچکی تھی اور ملازمہ سے اپنی الماری میں کپڑے رکھوا رہی تھی۔ اب کپڑوں والی الماری لانگ اسکرٹس جو کہ پیروں کو چھوتی تھیں ان کے ساتھ میچنگ شرٹس اور اسکارف کا گھر لگ رہی تھی۔ شاپنگ کے معاملے میں آنزل شروع سے ہی شاہ خرچ تھی اوپر سے اس کے ماموں کا بزنس بھی خاصا وسیع تھا اور خرچ کرنے والے یہ تین نفوس تھے۔

"اب آپ جا کر میرے لئے کھانا لگا دیں تب تک میں تیار ہو جاؤں اس کے بعد مجھے باہر جانا ہے"۔۔۔۔ ملازمہ کو تحکم سے کہتی ہوئی وہ پھر سے الماری میں دیکھنے لگی۔ جبکہ ملازمہ اب وہاں سے جاچکی تھی۔ اور آنزل کپڑے لے کر ڈریسنگ روم میں چلی گئی تھی۔

تیار ہو کر وہ باہر نکلی تو اپنا سر اپا آئینے میں دیکھنے لگی۔ وائٹ کلر کے لانگ اسکرٹ میں، بلیو کلر کا اسکارف گلے میں مفلر کی صورت میں ڈالے ہوئے وہ خود کو کافی اچھی لگی۔

"ناٹ بیڈ! اچھی لگو گی تم بٹلر کو بھی"۔۔۔۔۔ آئزل روانی میں بولی مگر اپنی بات پر خود کو سرزنش کرتی ہوئی پرس اٹھا کر باہر کی جانب بڑھ گئی۔ جبکہ ملازمہ جو اس کو بلانے کے لئے آہی رہی تھی رک گئی۔

"آئزل میڈم کھانا تیار ہے آجائیں"۔۔۔۔۔ مودب انداز میں ملازمہ بولی۔

"نہیں ٹائم زیادہ ہو گیا ہے میں باہر سے ہی کھالوں گی رہنے دو"۔۔۔ آئزل اتنا کہتی آگے بڑھ گئی۔

"یہ امیر لوگوں کے بھی عجیب نخرے ہوتے ہیں"۔۔۔ ملازمہ بڑبڑاتی ہوئی واپس اپنے کام میں جت گئی۔

ریحانہ جو کہ نک سک سی تیار کھڑی تھی کسی پارٹی میں جانے کے لئے آئزل کو ایک نظر دیکھا جبکہ وہ ان سے گلے ملتے ہوئے باہر کی جانب بڑھ گئی۔

"اس لڑکی کو کیا ہو گیا ہے"۔۔۔۔۔ ریحانہ اتنا سوچتی ہوئی اب اپنی تیاری پر آخری نظر ڈال رہی تھیں۔

جبکہ آئزل اب اپنی کار اسٹارٹ کر چکی تھی اور اس کا رخ اس کیفے کی جانب تھا جہاں بٹلر پارٹ ٹائم جاب کرتا تھا۔

کار کو پار کنگ ایریا میں پارک کرتے ہوئے آئزل لاک کر کے کیفے کے اندر آگئی۔ جہاں پر بٹلر اپنے اسی مخصوص انداز میں کافی بیٹ کر رہا تھا جبکہ آئزل بھی اس کو ہمیشہ کی طرح دیکھنے لگی۔ خود پر کسی کی نظروں کی تپش محسوس کرتے ہوئے بٹلر نے سر اٹھا کر دیکھا تو ایک لمحے کو آئزل کو دیکھ کر ٹھٹکا۔ اس کا یہ بدلہ بدلہ سا روپ، اور یہ سب انداز اس کے لئے نیا اور حیران کن تھا۔ کیا وہ یہ سب صرف اس کے کہنے پر کر رہی تھی یا پھر کوئی اور وجہ تھی! یا پھر وہ اس کو اپنے جال میں پھنسانا چاہتی تھی۔ وقت رہتے کوئی بھی رائے قائم کرنا ٹھیک نہ تھا اسی لئے بٹلر نے کوئی بھی تاثر نہ دیا اور اپنے کام میں مصروف رہا۔

"کیسے ہو بٹلر"۔۔۔ آئزل اب کے اس کے قریب آکر بولی۔

"میم آپ جا کر بیٹھ جائیں آپ کا آرڈر آپ سے ویٹر لے لے گا"۔۔۔ بٹلر اس پر نظریں ڈالے بغیر بولا۔ جبکہ آئزل نے خفگی سے اس کی جانب دیکھا اور اس کے ہاتھ میں پکڑے کافی کے کپ کو جھپٹ لیا اور آرام سے سامنے موجود چیئر پر بیٹھ گئی۔ اب کی بار بٹلر کو سخت کوفت ہوئی اور وہ وہاں سے سیدھا آئزل کے سر پر آدھمکا۔

"یہ کیا حرکت ہے! میں دیکھ رہا ہوں پچھلے ایک ہفتے میں تم نے میری کافی کا چھٹا کپ ضبط کیا ہے"۔۔۔۔ بٹلر غصیلے لہجے میں آہستہ آواز میں بولا۔

"کوئی ثبوت ہے تمہارے پاس! بغیر ثبوت کے کسی پر الزام لگانا اچھی بات نہیں ہوتی ہے"۔۔۔۔ آئزل
پر سکون انداز میں کافی کاسپ لیتی ہوئی بولی۔

"تم آخر کیا چاہتی ہو۔ ایک ہفتے میں ہی میری زندگی اجیرن کر دی ہے تم نے"۔۔۔۔ بٹلر اس کی شہد رنگ
آنکھوں میں اپنی سیاہ آنکھیں گاڑتا ہوا بولا۔ جبکہ آئزل اس کے اس طرح دیکھنے پر پزل ہو گئی تھی اور ٹھیک
اسی وقت اس کے دل نے ایک بیٹ مس کی۔

"ہیلو! میں تم سے بات کر رہا ہوں"۔۔۔۔ بٹلر اس کے اس طرح محو انداز پر اس کے سامنے چٹکی بجاتا ہوا بولا
جس پر آئزل کو یکدم اپنی بے خودی کا احساس ہوا تو اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبا کر سر جھکا گئی۔ اور چہرہ سرخ
ہونے لگ گیا۔ اسی لمحے کافی کا کپ وہاں دھرتی بنا کوئی جواب دیئے کافی کے پیسے رکھ کر اٹھ کر جانے لگی تو بٹلر
نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا اس کو۔

"کون ہو تم"۔۔۔۔ بٹلر آئزل کو سرد تاثرات سے گھورتے ہوئے بولا جبکہ آئزل نے نا سمجھی سے اس کی جانب
دیکھا۔

"اگر تم مجھے اپنے جال میں پھنسانا چاہتی ہو تو ایسا ہر گز نہیں ہو گا۔ جتنی انفارمیشن تمہارے پاس ہے نایہ تمہارے
لئے نقصان کا سبب بن سکتی ہے اسی لئے اپنی پٹر پٹر چلتی زبان پر تالا لگانا سیکھو۔ اور اگر تم کوئی ایجنٹ ہو تو تمہاری

رپورٹ میں خوشی خوشی ایس آئی ایس میں کردوں گا۔۔۔۔۔ بٹلر اس کا ہاتھ ایک جھٹکے سے چھوڑ کر بولا۔ جبکہ آنزل کی آنکھوں میں آنی نمی کا بھی اس پر کوئی خاطر خواہ اثر نہ ہوا۔

(ماضی)

"عزیزہ وہاں مت جاو وہاں آگے جنگل ہے"۔۔۔۔۔ شجاع اس کو واپس آنے کا کہہ کر اس کے پیچھے بھاگا۔

"بابا وہ آنزل کو وہاں لے کر گیا ہے اس کو پکڑیں" عزیزہ شجاع کو ہاتھ کے اشارے سے بتانے لگی جبکہ اس کے ساتھ موجود چار اہلکاروں کا رخ اب جنگل کی جانب تھا۔

"بابا آپ کہاں چلے گئے تھے میں بہت ڈر گئی تھی"۔۔۔۔۔ عزیزہ شجاع کے گرد بازوؤں کا گھیر اڈالتے ہوئے بولی

جبکہ شجاع کا اپنی بیٹی کی یہ حالت دیکھ کر دل کٹ کر رہ گیا۔ قسمت اس کو پھر سے اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور کر رہی تھی مگر اب شجاع ایک مصمم فیصلہ کر چکا تھا سو پلٹنا تو درکنار وہ اس سب سے پیچھے ہٹنے کا سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

"بیٹا آپ ڈرو مت میں ادھر ہی ہوں"۔۔۔۔۔ شجاع اس کے بال سہلاتے ہوئے بولا۔

جبکہ دوسری جانب زیاد اپنے بیٹے کو اس حالت میں دیکھ کر تڑپ اٹھا تھا۔ فوری طور پر سفیان کو وہ ہسپتال لا چکا تھا

جہاں پر اب اس کو آپریشن تھیٹر میں ایڈمٹ کر لیا گیا تھا۔ بے چینی سے ادھر ادھر زیاد ٹھہل رہا تھا جبکہ سفیر پریشانی سے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

"بابا ہم سارہ آپ کی کو بھی بلا لیں کیا پلیز"۔۔۔۔۔ سفیر منت کرنے والے لہجے میں بولا جبکہ زیاد کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"میرا دماغ پہلے ہی بہت خراب ہے مزید مت کرو اور خاموشی سے بیٹھ جاو یہاں"۔۔۔۔۔ زیاد جھڑکنے والے انداز میں سفیر کو بولا جس کا اس پر کوئی خاطر خواہ اثر نہ ہوا۔

"بابا عزیزہ، شامل اور انکل شجاع کیسے ہیں"۔۔۔۔۔ عزیزہ کا خیال ذہن میں آتے ہی سفیر بولا۔

"جہنم میں ہیں وہ لوگ! دماغ مت خراب کرو میرا"۔۔۔۔۔ زیاد غصیلے انداز میں دھاڑا جبکہ سفیر بھی غصے میں تن فن کرتا وہاں سے باہر نکل آیا۔ اور واقع میں شجاع اور اس کے گھر والے ایک ان دیکھی جہنم کی آگ میں جل رہے تھے نجانے اس سب کے پیچھے کون تھا کسی کو کچھ بھی معلوم نہ تھا۔

دوسری جانب اہلکار ابھی تک شامل کو ڈھونڈ رہے تھے جبھی ایک طرف سے کسی بچی کے رونے کی آواز آئی تو وہ سب اس جانب بھاگے تھے۔ بچی زمین پر بیٹھی رو رہی تھی جس کے سر سے خون شائد کسی چیز سے ٹکرانے کے باعث خون نکل رہا تھا۔ اور پاس ایک شخص زمین پر اوندھے منہ گر ہوا تھا۔ ایک اہلکار بنا چا پ پیدا کئے قریب آیا اور بندوق کی نال سے ہلا کر دیکھا مگر اس شخص میں کوئی جنبش نہ ہوئی تو قریب پہنچ کر بچی کو اٹھالیا۔

"اس کو چیک کرو زندہ ہے یا مر گیا ہے میں تب تک میجر شجاع کو رپورٹ کر دوں"۔۔۔۔۔ وہ اہلکار اپنے ساتھی اہلکاروں کو ہدایت کرتا ہوا بولا۔

"کیپٹن رحمان از روپور ٹنگ سر!۔۔۔ ہمیں یہاں ایک بچی ملی ہے اور ساتھ میں ایک آدمی بھی ہے! اور"۔۔۔ آ لے کو اب جیب میں اڑتے اس نے بچی کے چہرے پر لگی گرد کو صاف کیا۔

"سرا بھی یہ زندہ ہے مگر حالت نازک ہے اسی لئے جلد از جلد اس کو ٹریمنٹ دینا ہو گا تاکہ اس سے یہ سب کرنے کی وجہ جان سکیں"۔۔۔ ان میں سے ایک آدمی کیپٹن رحمان کے قریب آیا اور بولا۔

"ٹھیک ہے تم اس کو یہاں سے لے جاؤ"۔۔۔ ابھی رحمان اتنا ہی بولا تھا کہ پتوں میں کسی چیز کی سرسراہٹ پر اس نے فوری مڑ کر دیکھا تو کوئی وہاں سے بھاگتا ہوا نظر آیا۔ کیا وہ بچانے والوں میں سے تھا یا مارنے والوں میں سے! رحمن صرف ایسا سوچ ہی سکتا تھا۔ اب اس کا رخ شجاع کی طرف تھا جو فارم ہاؤس میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔

فلیٹ نیم تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا جبھی ایک شخص دروازہ کھولتا اندر آیا اور دروازہ اچھے سے لاک کر دیا۔ جو نہی وہ پلٹا تو پورا فلیٹ روشنی میں نہا گیا جبکہ سامنے موجود صوفے پر بیٹھا شخص پر اطمینان طریقے سے اس کو تک رہا تھا۔

"آگئے ہو بر خوردار! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اپنے کام کو اچھے سے سرانجام دے رہے ہو سوائے چند ایک کوتاہیوں کے"۔۔۔۔۔ سامنے موجود شخص کے خون آلود ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے سہیل بولا۔

"آپ کے فلسفوں میں مجھے کسی بھی قسم کی کوئی دلچسپی نہیں ہے اس لئے دوبارہ یہاں مت آئیے گا"۔۔۔۔۔ رایان درشتی سے بولا تو سہیل کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

"اپنے باپ کا پر تو تو بالکل نہیں ہو! بالکل اپنے ماموں پر گئے ہو"۔۔۔۔۔ سہیل اب کہ طنزیہ انداز میں بولا۔

"میں ایک ایسے شخص کی شبیہ بننا بھی نہیں چاہتا جو موقع ہوتے ہوئے بھی اپنی ہی بیٹی کو کھائی میں دھکیل

دے"۔۔۔۔۔ رایان کاٹ دار لہجے میں بولا۔ اس کی آنکھوں کی سرد مہری اور لہجے کی ناگواری اس کے باپ سے اس کی شدید عداوت کی گواہی دے رہی تھی۔

"تم ایک اچھے فائٹر بن چکے ہو اسیکرٹ فورسز کیوں نہیں جوائن کر لیتے ہو وہ چھوٹی سی ایجنسی چھوڑ کر"۔۔۔۔۔ اب کے سہیل اس کی ایجنسی پر چوٹ کرتا ہوا بولا۔

"میں نہیں چاہتا کہ کچھ ایسا کہوں جس سے آپ کا گنہگار بن جاؤں! آپ پلیز یہاں سے چلے جائیں بابا"۔۔۔۔۔ رایان ضبط کرتا ہوا بولا۔

"تم میرے گنہگار نہیں بن سکتے کبھی بھی بیٹا! میرے فرض نے مجھے تم سب کا گنہگار بنا دیا ہے! خیر میرے مشورے پر غور ضرور کرنا"۔۔۔۔۔ سہیل عامیانہ لہجے میں بولا۔ تو رایان نے تلخی سے سر جھٹکا۔

"اور میں مزید اور لوگوں کو اس سب کا شکار ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا ہوں! اسی لئے میں اپنے طریقے سے کام کر رہا ہوں! اصولوں کی قید سے آزاد رہ کر"۔۔۔۔۔ رایان اب کہ سنجیدہ لہجے میں بولا جبکہ سہیل اس کو دیکھتا رہا کہ کب اس کا بیٹا اتنا جوان ہو گیا اور باپ کے برابر آ گیا اور اپنے فیصلے خود کرنے لگا تھا۔

"مجھے تم پر بھروسہ ہے مگر اس سب میں کچھ ایسا مت کر لینا کہ تمہیں پھر واپسی کی راہ ناملے"۔۔۔۔۔ سہیل نصیحت آموز انداز میں بولا۔

"بابا آپ جانتے ہیں نا! ان راستوں کا انجام کسی کو بھی معلوم نہیں ہوتا۔ سو میں نے کبھی اس بات کی پریشانی لی ہی نہیں ہے"۔۔۔۔۔ رایان نارمل لہجے میں بولا۔ اتنا تو وہ بھی جانتا تھا کہ اس کا باپ اتنا غلط بھی نہیں تھا جتنا وہ اس کو قصور وار ٹھہراتا تھا۔

"ٹھیک ہے میں چلتا ہوں! شکریہ شجاع کے گھر والوں کو بچانے کا"۔۔۔۔۔ سہیل اتنا کہہ کر جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں پوری طرح سے نہیں بچا سکا ان کو افسوس"۔۔۔۔۔ رایان افسوس کرتا ہوا بولا۔

"کوئی بھی زندگی سے زیادہ نہیں جی سکتا ہے! میری بس یہ بات یاد رکھنا تم!"۔۔۔۔۔ سہیل اتنا کہہ کر رکا نہیں اور باہر چلا گیا جبکہ رایان نے اپنے خون آلود ہاتھ دیکھے اور واشروم کی جانب بڑھ گیا۔ ٹل کھول کر ہاتھوں کو پانی

کے نیچے کر کے رگڑنے لگ گیا۔ جما ہوا خون آہستہ آہستہ اب پانی کے ساتھ ساتھ تحلیل ہوتا جا رہا تھا۔ جبکہ اچانک رایان نے اپنا چہرہ اٹھا کر آئینے میں دیکھا تو اس پر ایک سائیہ لہرایا۔ پندرہ سال! پندرہ سال ہو گئے تھے اس کی بہن کو کھوئے ہوئے جس کا سراغ وہ اب تک نہیں لگا سکا تھا۔ پانچ سال کا تھا وہ کمزور سارا یان جس کی دو سالہ بہن کو کوئی ایسے ہی اٹھا کر لے کر جا رہا تھا جس طرح شمال کو مگر اس وقت اس کے کمزور بازوؤں میں اس کو روکنے کی سکت نہ تھی۔ مگر اب وہ مزید کسی ایسی صالحہ کو زندہ درگور ہوتا نہیں دیکھے گا یہ اس نے سوچ لیا تھا۔ جبھی وہ بے رحم قاتل کہلایا جاتا تھا جو اپنے دشمن کا کلیجہ تک چیر کے رکھنے کو تیار رہتا تھا۔

"سریہ کام کسی اندر کے ہی بندے کا ہے کیونکہ اتنی سخت سیکورٹی ہونے کے باوجود کوئی اندر کیسے آسکتا ہے۔۔۔۔۔" کیپٹن رحمان پشت پر ہاتھ باندھے کھڑے شجاع کو دیکھتے ہوئے بولا جو شمال کو خود میں بھینچے ہوئے تھا۔

"ہاں میں نے سی سی ٹی وی فوٹیج بھی چیک کروائی تھی مگر اس کا بھی کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا وہاں کوئی بھی ثبوت موجود نہیں تھا۔۔۔۔۔" شجاع رحمان کی بات کا جواب دیتا ہوا بولا۔

"تمہارا ایک بار پھر سے شکریہ! میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا"۔۔۔۔۔ شجاع تشکر امیز نگاہوں سے رحمان کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"سریہ احسان نہیں ہے فرض ہے ہمارا! اپنے ملک اور اس کے لوگوں کی حفاظت کرنا"۔۔۔۔۔ رحمن نے اتنا کہہ کر اس کو سلیوٹ کیا اور وہاں سے چلا گیا۔ جبکہ شجاع فی الوقت اپنی دونوں بچیوں کی جانب مشغول تھا۔

"بابا وہ انکل کون تھے جو شمال کو واپس لے کر آئے تھے"۔۔۔۔۔ عزیزہ اس بار عب شخص کی شخصیت کے سحر میں جکڑی ہوئی تھی جبھی شجاع سے پوچھنے لگی۔

"وہ میرے جو نیئر تھے! میرے ساتھ کام کرتے تھے۔

"بابا میں بھی ان کی طرح آپ کی جو نیئر بنوں گی اور پھر شمال کی طرح ہی کسی ہو بچاؤں گی"۔۔۔۔۔ عزیزہ پر جوش انداز میں بولی جبکہ شجاع اس کی اس بات پر مسکرا دیا۔

ابھی وہ لوگ انہی باتوں میں لگے ہوئے تھے کہ زیاد سفیان کی ویل چیئر کو گھسیٹتا ہوا اندر لایا۔ اور ایک کاٹ دار نظر شجاع پر ڈالتا سفیان کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ شجاع اس کی نظروں کی کاٹ کی وجہ سمجھ چکا تھا جبھی اس کے پیچھے گیا۔ جبکہ عزیزہ شمال کو خود سے لگائے بیٹھی ہوئی تھی۔ اتنی ہی دیر میں سفیر اندر داخل ہوا تو عزیزہ اس کے پاس گئی۔

"سفیر تم ٹھیک ہونا تمہیں چوٹ تو نہیں لگی"۔۔۔۔۔ عزیزہ اس کی شرٹ پر لگے خون کو دیکھتے ہوئے بولی۔
"میں ٹھیک ہوں چوٹ ڈر یکن کو لگی ہے اس سے جا کر پوچھو"۔۔۔۔۔ سفیر ناک بھوں چڑا کر بولا۔
"میں نے تو پہلے ہی کہا تھا ماما سے کہ سفیان جانور ہے مگر ماما نے یقین نہیں کیا۔ مگر تم تو میرا یقین کرتے ہونا کہ وہ جانور ہے"۔۔۔۔۔ عزیزہ معصومیت سے آنکھیں پٹپٹپٹاتے ہوئے بولی جبکہ سفیر حیرانی سے اس کی جانب دیکھنے لگ گیا۔

"اچھا چلو میں ڈر یکن سے اس کا حال پوچھ کر آتی ہوں"۔۔۔۔۔ عزیزہ نارمل انداز میں اتنا کہتی ہوئی واپس مڑ گئی جبکہ سفیر شمال کو اٹھا کر اندر لے آیا۔ اس کے دل میں ابھی بھی وہم تھا کہ کوئی آنا جائے پھر سے!۔
کچے معصوم ذہن اس حادثے سے بری طرح متاثر ہوئے تھے جبکہ زیادہ کارویہ بھی ان چند دنوں میں سہیل سے کھنچا کھنچا تھا۔ بالآخر ایک دن اس نے شجاع کو بلا لیا تاکہ اس سے دو ٹوک بات کر سکے۔
"شجاع مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے"۔۔۔۔۔ زیادہ تذبذب کا شکار لگ رہا تھا۔
"ہاں بولو میں سن رہا ہوں"۔۔۔۔۔ شجاع سنجیدگی سے بولا۔

"تم اپنی فیملی کے ساتھ کہیں اور شفٹ ہو جاؤ کیونکہ تم لوگوں کے ساتھ رہتے ہوئے میری فیملی بھی خطرے میں رہے گی ہمیشہ"۔۔۔۔۔ زیادہ لہجے میں سموئی بے زاریت کو چھپائے بغیر بولا۔

"ٹھیک ہے میں آج ہی یہاں سے چلا جاؤں گا تم فکر مت کرو"۔۔۔۔۔ شجاع بنا کوئی سوال جواب کئے سادہ سے لہجے میں بولا۔ اتنا تو وہ جان ہی گیا تھا کہ بے شک وہ اس کے بچوں کا ماموں تھا مگر آخر کب تک وہ بھی یہ سب برداشت کرتا۔ اتنا سب کچھ ہو جانے کے بعد تو کوئی شخص بھی ایسا کر سکتا تھا پھر وہ زیادہ ہی کیوں ناہوتا۔ شجاع کے جانے کے بعد زیادہ فون کال ملائی اور مقابل کے کال پک کرنے کا انتظار کرنے لگا۔

"ہیلو گر فٹر کیسے ہو"۔۔۔۔۔ زیادہ سرد آواز میں بولا۔

"میں ٹھیک ہوں! مگر تمہارے بیٹے کو زیادہ چوٹ تو نہیں آئی نا"۔۔۔۔۔ گر فٹر اپنی کمینہ ہنسی ہنستا ہوا بولا۔

"ایک گولی کندھے میں، ایک گولی دائیں ٹانگ میں! بے تحاشا خون بہا ہے اس کا۔ اس وقت کمزور حالت میں ہے مگر زندہ ہے۔ لیکن اب وہ لوگ زندہ نہیں رہنے چاہیے ہیں جنہوں نے اپنا کام صحیح سے انجام نہیں دیا ہے"۔۔۔۔۔ زیادہ پہلے سے بھی زیادہ سرد لہجے میں بولا۔

"وہ ابھی نئے ہیں اس لئے ان کو پتا نہیں چلا مگر تم فکر نا کرو آئندہ ایسا نہیں ہو گا"۔۔۔۔۔ گر فٹر اس کی بات پر سنجیدگی سے بولا جبکہ چہرے پر شیطانی مسکراہٹ رقصاں تھی۔

"اگر دوبارہ ایسا ہو تو شجاع کے متعلق کوئی بھی معلومات نہیں دوں گا میں تمہیں! اپنا سارا گھرانہ قربان کر سکتا ہوں مگر میری اولاد پر کسی کی میلی نگاہ نہیں برداشت کروں گا میں"۔۔۔۔۔ زیادہ پھنکارنے والے انداز میں بولا۔

"یہ مت بھولو اس سب کا ایک بھاری معاوضہ وصول کرتے ہو تم! اور رہی بات تمہاری اولاد کی اس سے مجھے کسی قسم کا بھی کوئی سروکار نہیں ہے"۔۔۔۔۔ مقابل بھی گر فڑ تھا۔۔۔ پھنکار تے ہوئے بولا اور فون رکھ دیا۔ کالے دھندے کی دینا کا ایک بے تاج بادشاہ اس ہتک کو برداشت نہیں کر پایا تھا جبھی اپنے دائیں ہاتھ کا بھی دشمن بن بیٹھا تھا۔ اور یہیں سے اس کے انجام کا سفر بھی شروع ہو گیا تھا۔

"خالہ بابا آخر یہاں کیوں نہیں آتے ہیں! بتائیں مجھے؟ کیا وہ مجھ سے پیار نہیں کرتے ہیں"۔۔۔ تیرہ سالہ سارہ اپنی خالہ کے پاس آئی جو جائے نماز پر بیٹھ کر تسبیح میں مشغول تھیں۔

"بیٹا آپ سے ایسا کس نے کہا ہے؟"۔۔۔۔۔ نادرہ اس کی بات پر حیران ہوتی ہوئی بولی۔

"میری اسکول میں فرینڈز نے ایسا بولا ہے۔ کیونکہ پاپا کبھی بھی پی ٹی ایم پر نہیں آئے ہیں اور نا ہی کبھی مجھ سے ملنے آئے ہیں اتنا عرصہ ہو گیا ہے"۔۔۔۔۔ سارہ اب کہ شکوہ کناں لہجے میں بولی تو نادرہ اس کی بات پر مسکرا دی۔

"جو آپ کی مشکل کو مزید بڑھا دے وہ آپ کی دوست کیسے ہوئی بھلا"۔۔۔۔۔ نادرہ کی بات پر سارہ نے حیرت سے اس کو دیکھا جہاں اس کی آنکھوں میں موجود ڈھیروں شکووں نے دم توڑ دیا تھا۔

"مگر وہ لوگ جھوٹ تو نہیں بول رہی ہیں ناں!"۔۔۔ سارہ سمجھنے والے انداز میں بولی مگر سوال وہیں پراٹکا ہوا تھا۔

"بیٹا آپ کے پاپا کو بہت سے کام ہیں آج کل جی بھی وہ نہیں آپا رہے ہیں یہاں پر! لیکن آپ فکر نہیں کرو میں ان کو کہوں گی کہ وہ آپ سے ملنے کے لئے آئیں!"۔۔۔۔۔ نادرہ اس کے سر پر پیار کرتی ہوئی بولی۔

"سچ میں"۔۔۔۔۔ سارہ چہکتی ہوئی بولی۔

"ہاں! اب جاو جا کر پیپر کی تیاری کرو پھر فرسٹ بھی تو آنا ہے آپ نے"۔۔۔۔۔ نادرہ اس کو پڑھنے کا کہتی ہوئی جائے نماز سمیٹنے لگی۔

"بھائی صاحب آپ سارہ کی طرف سے اس طرح بے رخی کیوں برت رہے ہیں وہ حساس ہوتی جا رہی ہے!"۔۔۔۔۔ نادرہ فون کان سے لگائے ہوئے بول رہی تھی جبکہ دوسرے ہاتھ سے ہنڈیا میں چیچ ہلا رہی تھی۔

"میں نے اس کی ماں کے بعد اس کو تمہارے پاس اس لئے چھوڑا ہے تاکہ وہ آرام سے رہ سکے مگر اس کی شکایتوں کے انبار ہی ختم نہیں ہوتے ہیں! آخر وہ چاہتی کیا ہے جواب دو مجھے"۔۔۔۔۔ زیاد غصیلے لہجے میں بولا جبکہ نادرہ تاسف سے سر ہلا گئی۔

"بھائی صاحب اس کو آپ کے وقت اور توجہ کی بھی ضرورت ہے! آخر کو وہ آپ کا ہی خون ہے اس سے اس قدر بے رخی کیوں گردانتے ہیں آپ؟"۔۔۔۔۔ نادرہ نا سمجھی سے بولی۔

"فی الحال میں بہت مصروف ہوں مگر جلد ہی اس کو ساتھ لے جانے کے لئے آؤں گا تب تک اس کا خیال رکھو"۔۔۔۔۔ زیادہ اتنا کہہ کر فون بند کر دیا جبکہ نادرہ اس کے پچھلے دس سالوں میں ہر بار یہی جملہ کہنے پر سر جھٹک کر رہ گئی۔ مگر اس مرتبہ قسمت کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا جس کا ان سب کو نہیں معلوم تھا۔

"تم لوگوں کو ایک کام دیا تھا نئے چہرے جان کر مگر تم لوگ انتہائی نکھٹو ہو ایک زخمی بازو لے کر یہاں آگیا جبکہ دوسرے نے گرفتاری دے دی ہے"۔۔۔۔۔ گرفتار دھاڑنے والے انداز میں بولا جس کے زخم میں سے خون نکل رہا تھا۔

"سر ہم نے اس کی ایک بیٹی کو اٹھالیا تھا جبکہ دوسری کو بھی پکڑنے لگے تھے تبھی کوئی ہم پر حملہ آور ہو گیا تھا اور بمشکل ہم اپنی جانیں بچا کر بھاگے ہیں"۔۔۔۔۔ سامنے موجود شخص جب بولا تو اس کی آواز کی نقاہت واضح تھی۔ "مائی فوٹ! تم لوگوں کی جانیں۔ اب میں تم لوگوں کے پورے کے پورے خاندانوں کو نیست و نابود کر دوں تو ٹھیک رہے گا نا ویسے بھی تم لوگ میرے کسی کام کے نہیں ہو"۔۔۔۔۔ گرفتار سفاکیت سے بولا۔

"سر نہیں آپ ایسا نہیں کر سکتے ہیں! آپ نے ہم لوگوں سے وعدہ کیا تھا جان کی امان کا۔ اب آپ ہمیں دھوکہ دے رہے ہیں۔۔۔۔۔" سامنے موجود شخص تڑپ کر بولا چونکہ اب کے بات اس کے خاندان کی تھی جو ابھی کچھ دیر پہلے کسی اور کے گھرانے کو تباہ کرنے کے لئے کوشاں تھا اس بات سے انجان کے مکافات عمل ایک اٹل حقیقت ہے!۔

"تم نے مجھے سمجھنے میں غلطی کی ہے! میرے نام کا مطلب ہی اسکیمر! یعنی دھوکے باز ہے اب دفعہ ہو جاو یہاں سے شکل مت دکھانا اپنی۔۔۔۔۔" گرفتار اس کے زخم والے بازو کو دبوچ کر دھاڑا جس پر وہ شخص درد سے تڑپ اٹھا جبکہ اس سفاک شخص پر کوئی اثر نہ ہوا۔

"عزیزہ تم یہ سب کر لو گی نا؟ دیکھ لو ٹریننگ کے بعد یہ پہلی دفعہ ہے جب تم اس طرح مشن پر جا رہی ہو اگر تمہیں پریشانی ہوئی تو کیا کرو گی تم۔۔۔۔۔" عثمان عزیزہ کو دیکھتے ہوئے بولا جو کہ پینٹنگ کرنے میں مصروف تھی۔

"تمہیں میں شکل سے بیوقوف لگتی ہوں۔۔۔۔۔" عزیزہ ہنوز مگن انداز میں بولی۔

"نہیں معصوم!" عثمان بے اختیاری کے عالم میں بولا۔

"اور وہ کس زاویے سے بھلا؟"۔۔۔ عزیزہ ابھی بھی ہنوز ویسے ہی اپنا کام جاری رکھے ہوئے تھی جبکہ عثمان نے خود کو کچھ بھی کہنے سے باز رکھا ہوا تھا۔

"بس مجھے لگتی ہو معصوم! زاویوں کا مجھے نہیں پتا کیونکہ میرا میتھ کمزور ہے"۔۔۔ عثمان معصومانہ لہجے میں بولا جس پر عزیزہ نے اب کی بار سراٹھا کر اس کی جانب دیکھا اور ہاتھ میں پکڑا برش اس کے دے مارا جو اس کی شرٹ کو رنگین کرتا اب زمین کی زینت بن چکا تھا۔

"کیا یار میری نئی شرٹ خراب کر دی ہے تم نے"۔۔۔ عثمان خفگی والے انداز میں بولا ج کہ عزیزہ کا رخ اس کی جانب تھا اور چہرے پر شریر مسکراہٹ تھی۔

"ہاں وہی شرٹ جو سیل میں سے تم نے تین سو کی لی تھی"۔۔۔ عزیزہ دانتوں کی نمائش کرتی ہوئی بولی جبکہ عثمان اس کا منہ تھکنے لگ گیا۔

"پورے ساڑھے تین سو روپے کی ہے یہ میری شرٹ"۔۔۔ تفاخر سے گردن کڑا کر تصحیح کی گئی۔

"چچ۔۔۔ مگر اب تو یہ ساڑھے تین سو روپے کی بھی نہیں رہی! اس کو صفائی کے لئے رکھ لو شاباش۔ میری پینٹنگ مکمل ہو چکی ہے اب میں چلتی ہوں"۔۔۔ عزیزہ اتنا کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی جبکہ عثمان اس کی پشت کو تکتا رہا۔ اور اس کے جانے پر اپنا دل اس کو ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔

راہداری میں عزیزہ اپنے مخصوص انداز میں چل رہی تھی مگر اچانک سے اس کے ہاتھ سے برشز والا بیگ گر گیا جس کو اٹھانے کے لئے وہ جھک گئی۔ بیگ اٹھا کر وہ اٹھی تو اس کی زوردار ٹکڑ ہوئی جس پر وہ اپنا ماتھا سہلاتی ہوئی سامنے والے کو غصے سے تکتے لگی مگر سامنے سفیر کو موجود پا کر اس کے تنے نقوش ڈھیلے ہوئے۔

"اس سے زیادہ تیاری میں تم اچھی نہیں لگتی"۔۔۔۔ سفیر گھمبیر لہجے میں بولا۔

"جانتا ہوں اور آج شام جانتی ہوں کہ تمہیں کہاں بھیجا جا رہا ہے؟"۔۔۔ سفیر عزیزہ کی نیلی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا جن میں موجود سپاہ لکیریں دلکش نظارہ پیش کر رہی تھیں۔

"ہاں جانتی ہوں مگر تم کیوں یہ سب پوچھ رہے ہو"۔۔۔۔ عزیزہ عامیانہ لہجے میں بولی۔

"پھر بھی وہاں پر جا رہی ہو"۔۔۔۔ سفیر کی خمار آلود آواز میں بہت کچھ پنہاں تھا جس کو عزیزہ فی الوقت سمجھنا نہیں چاہ رہی تھی۔

"ہاں کیونکہ مجھے اپنے بابا کے قاتل تک پہنچنا ہے اور اس کو تختہ دار تک پہنچانا ہے"۔۔۔۔ نیلی آنکھوں میں سر دمہری لئے عزیزہ بولی۔

"انتقام کا چکر کبھی ختم نہیں ہوتا ہے جانتی ہونا! پھر بھی اس نا بچھنے والی آگ میں قدم رکھ رہی ہو تم"۔۔۔۔ سفیر سمجھانے والے انداز میں بولا۔

"یہ صرف انتقام نہیں ہے! بلکہ اس ملک و قوم کے بائیس کڑوڑ لوگوں کی جانوں کی امان کا سوال ہے!۔۔۔ سمجھے تم میرے بابا سے کیا ہوا عہد ہے"۔۔۔۔ عزیزہ ہنوز اسی انداز میں بولی۔

"مگر یہ سب تمہارا فرض تو نہیں ہے"۔۔۔۔ سفیر بھی اسی انداز میں بولا۔

"جب تم اپنا فرض نہیں نبھاؤ گے تو مجھے بھی اپنے جیسا بنانے کی کوشش کرنا چاہ رہے ہو"۔۔۔۔ عزیزہ اب کے استہزائیہ میں بولی۔

"میں صرف تمہاری حفاظت کرنا چاہ رہا ہوں"۔۔۔۔ سفیر اس کی بات کا بنا کوئی تاثر دیئے بولا۔

"مجھے تمہاری حفاظت کی ضرورت نہیں ہے"۔۔۔ عزیزہ دانت پیس کر بولی کیونکہ سفیر ابھی بھی اس کو ایک چھوٹے بچے کی طرح ٹریٹ کرتا تھا۔

"مگر ضرورت پڑنے پر مجھے ہمیشہ اپنے پاس دیکھو گی"۔۔۔ سفیر اتنا کہتا رہا کہ نہیں اور آگے بڑھ گیا جبکہ عزیزہ بھی "ہونہہ" کرتی آگے بڑھ گئی۔

جبکہ دوسری جانب ڈیمون کنگ یہ ساری حرکات اپنے آفس میں موجود اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ اور سات سمندر پار آنزل کے دماغ میں عثمان کے کہے گئے الفاظ ہتھوڑوں کی مانند برس رہے تھے اور پچھلے ایک ہفتے سے وہ یونیورسٹی بھی نہیں جا رہی تھی اتفاق سے عثمان بھی اسی ہفتے واپس پاکستان آیا ہوا تھا۔ یہ ساری کہانی ان پانچوں کے گرد گھوم گھوم کر سرچڑھ رہی تھی کیونکہ یہ ایک سینٹاگون تھی۔ سینٹاگون سوسائٹی چیمبر۔ نام کے ساتھ ساتھ کہانی کے مرکزی کردار بھی پانچ ہی تھے۔

Flash back

شجاع کو زیادہ کا گھر چھوڑے ہوئے دو ہفتے ہو چکے تھے اور اس دوران کوئی بھی قابل غور واقعہ سرزد نہیں ہوا تھا۔ عزیزہ کو اسکول چھوڑنے کے بعد شامل کوڈے کیئر سینٹر چھوڑ کر شجاع سارا وقت اپنے مشن کو دے رہا تھا۔ آج اس کا رخ خفیہ سیل کی جانب تھا جہاں پر وہ شخص محبوبس تھا۔

کمرے میں گھپ اندھیرا تھا۔ شجاع نے کمرے میں لال رنگ کا بلب روشن کر دیا جس کی وجہ سے کمرے کی ہولناکی میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔

"کیوں آئے تھے میرے گھر والوں کے پیچھے"۔۔۔۔۔ سامنے موجود درسیوں میں جکڑے ہوئے شخص سے شجاع درشتی سے بولا جس پر وہ شخص شیطانی ہنسی ہنسا۔

"میرے خیال سے تم اتنے بے خبر ہو نہیں جتنا بننے کی اداکاری کر رہے ہو"۔۔۔۔۔ مقابل استہزائیہ انداز میں بولا جس پر شجاع کا ہاتھ اٹھا اور اس کے منہ پر مکا جڑ دیا۔

"سیدھے سیدھے بتاؤ ورنہ تمہارے ایک ایک دانت کو توڑنے میں مجھے ذرہ برابر بھی رحم نہیں آئے گا"۔۔۔۔۔ شجاع دھاڑنے والے انداز میں بولا۔ اس کی دھاڑ ایسی تھی کہ مقابل کو لرزادیتی مگر مقابل شخص ڈھیٹ بنا مسکراتا رہا۔

"تمہارے پاس کل صبح تک کا وقت ہے سوچ لو اچھی طرح"۔۔۔۔۔ شجاع اس کے ہاتھ میں موجود کیل پر دباؤ ڈالتے ہوئے بولا جبکہ اس شخص کی کراہ کمرے میں ارتعاش پیدا کر گئی۔

"سر مجھے ڈر ہے کہ شاہی اپنا منہ کھول دے گا اس میجر کی قید میں رہتے ہوئے اور ہمارا بنانا یا کھیل بگڑ جائے گا"۔۔۔۔۔ ہشام جو کہ شہر وز کا خاص آدمی تھا اس کے پاس کھڑے مودب انداز میں بولا۔ جبکہ لب و لہجے سے آنے والے وقت کی فکریں عیاں تھیں۔

"تو تم کس بات کا انتظار کر رہے ہو"۔۔۔۔۔ شہر وز سنجیدہ لہجے میں ٹریڈ مل پر رنگ کرتا ہوا بولا۔

"سر آپ حکم کریں اس کا کام آج ہی تمام ہو جائے گا"۔۔۔۔۔ ہشام فوری بولا جس پر شہر وز کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ ابھری۔

"اس کا منہ کھلنے سے پہلے ہی بند کر دو اس کے خاندان سمیت! اس کے خاندان کی موت ایک حادثے کی صورت ہونی چاہیے!"۔۔۔۔۔ شہر وز اب کی ٹریڈ مل سے نیچے اترتا سفاکیت سے بولا جبکہ شاہی آگے بڑھ کر اس کو تولیہ پکڑا چکا تھا جس سے اس نے چہرہ صاف کیا۔

اور اگلی صبح کی شہہ سرخیوں نے دیکھا کہ بلوچستان کے جن علاقوں میں دہشت گردوں کو محصور رکھا گیا تھا وہاں پر خود کش بم دھماکوں سے تمام کے تمام لوگ اجل کی راہ پر گامزن ہو چکے تھے جبکہ ملک کے جانباز سپاہی بھی جام شہادت نوش کر چکے تھے۔ عزیزہ اور شائل دونوں ڈول ہاوس سے کھیل رہی تھیں جبکہ شجاع کی نظریں اس خبر پر جمی ہوئی تھیں اور چہرے پر سختی کے آثار تھے۔ ابھی وہ کوئی رد عمل پیش کرتا کہ ایک اور خبر نے اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کروائی۔

"آپ کو بتاتے چلیں کہ ملک کے نامور شخص شہر و حیات کے مینیجر شاہی الیاس کے گھر میں حادثاتی طور پر آگ لگ گئی اور گھر میں موجود سب کے سب افراد جاں بحق ہو گئے۔۔۔۔۔ شجاع حیرانی کے عالم میں یہ سب دیکھ رہا تھا۔ جی بھی اس کے موبائل پر رحمان کی کال آنے لگی۔

، "سر جلدی بیس کیمپ پہنچے۔۔۔۔۔ رحمان کی پریشان آواز پر شجاع نے ایک نظر شائل اور عزیزہ کو دیکھا تو دوسری نظر فون کو۔ نفیسہ کے بعد دو سال گزر گئے تھے مگر وہ اس کے قاتلوں کو ناپکڑ سکا تھا جبکہ عزیزہ اور شائل بھی وقت کے ساتھ ساتھ بڑی ہو رہی تھیں ان کی ذمہ داریاں بھی بڑھ رہی تھیں۔ عزیزہ اعلیٰ ذہانت کی مالک تھی جبکہ اس کے مقابلے میں شائل کند ذہن بچوں کی قطار میں آتی تھی۔

"بیٹا میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں! کچھ بھی ہو جائے آپ لوگوں نے گھر سے باہر نہیں نکلنا ہے میں تھوڑی دیر میں واپس آ جاؤں گا۔۔۔۔۔" شجاع عزیزہ کو ہدایات دیتا خود باہر کی جانب بڑھ گیا جبکہ عزیزہ نے ایک بار پھر سے اپنا آپ کھیل میں مگن کر لیا۔ ننھا ذہن ہر جذبے سے عاری تھا۔ ابھی کئی کڑے مراحل طے کرنے تھے یہ فکر ان لمحات کے لئے محفوظ کر لی گئی تھی۔

"تم نے مجھے بچانے میں کافی دیر کر دی! اب جلدی سے میرے ہاتھ کھولو تاکہ نکلیں یہاں سے"۔۔۔۔ شاہی ہشام کو دیکھتا ہوا پر جوش انداز میں بولا۔ جبکہ ہشام کے چہرے کی پراسراریت کی وجہ وہ ناجان سکا۔

جبکہ دوسری جانب شجاع اور رحمان دونوں حیران کھڑے تھے کہ ان کی ناک کے نیچے سے یہ سب حرکت کون کر کے گیا ہے۔ سی سی ٹی وی فوٹیج میں بھی کوئی ثبوت ناکھڑا ہوا ہے جو کوئی بھی تھا اپنے کام میں ماہر تھا۔ یہ کیس ایک سنجیدہ معمہ بن چکا تھا جس نے نجانے اور کتنے لوگوں کی زندگیاں نگلنی تھیں!

حال:-

"آنزل بیٹا تمہاری طبیعت تھیک ہے ناکل سے تم کمرے میں بند پڑی ہو؟"۔۔۔۔۔ ریحانہ آنزل کے کمرے کی لائٹ آن کرتی ہوئی اندر آئی۔ تو آنزل کو آنکھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے لیٹے ہوئے دیکھ کر ٹھٹکی۔

"آنزل۔۔۔ آنزل!۔۔۔ بیٹا آنکھیں کھولو"۔۔۔۔۔ آنزل کو بے ہوش دیکھ کر ریحانہ کے ہاتھ پیر پھول گئے تھے جبھی اس کو تیز آواز میں پکارنے لگی مگر اس میں کسی بھی قسم کی جنبش ناہوئی۔

"ظہیر! یہ دیکھئے آنزل کو کیا ہوا ہے یہ آنکھیں نہیں کھول رہی ہے"۔۔۔۔۔ ریحانہ ہڑبڑائے انداز میں ظہیر کے کمرے میں آئی جو اس وقت اسٹڈی میں موجود تھا۔

"کیا ہوا آنزل کو"۔۔۔۔۔ ظہیر بھی پریشان ہوتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"پتا نہیں کل رات کھانے پر بھی نہیں آئی اور صبح بھی کمرے سے باہر نہیں نکلی ہے تبھی میں گئی تو دیکھا کہ بخار میں بے سدھ پڑی ہوئی ہے! آپ پلینڈاکٹر کو بلائیے"۔۔۔۔۔ ریحانہ پریشان ہوتی ہوئی بولی۔ کچھ دیر کے بعد وہ لوگ ہاسپٹل میں موجود تھے اور آنزل آئی سی یو میں ایڈمٹ تھی۔

"ہیلو ڈاکٹر کلارک آنزل کو کیا ہوا ہے وہ ٹھیک تو ہے نا"۔۔۔۔۔ ظہیر اپنے ایک عیسائی دوست جس کا ایک مشہور پرائیویٹ کلینک تھا وہاں پر آنزل کو لے کر آیا تھا اور اب اس کی طبیعت کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔

"کیا آنزل کو کسی چیز کا اسٹریس تھا؟ آئی مین اسٹڈیز کی ٹینشن یا کوئی گھریلو چیقلش"۔۔۔۔۔ ظہیر کے سوال کے جواب میں کلارک نے سوال داغا۔

"ایسا تو کچھ نہیں ہوا ہے بیمارے گھر۔ ان فیکٹ جب کل آنزل بھی گھر سے خوشی خوشی دوستوں کے ساتھ گئی تھی گھومنے مگر واپسی پر یہ سب ہوا"۔۔۔۔۔ ظہیر اپنے تئیں تمام تر معلومات دے چکا تھا۔

"مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ آنزل نے کسی چیز کا شدید صدمہ لیا ہے جس کی وجہ سے اس کو نروس بریک ڈاون ہوا ہے! اور ابھی وہ بہت کریٹکل کنڈیشن میں ہے"۔۔۔۔۔ کلارک تمام تر تفصیلات سے آگاہ کرتا دوسرے پیشنٹس کو دیکھنے کے لئے جا چکا تھا جبکہ ظہیر وہیں سن کھڑا رہ گیا جبکہ ریحانہ بھی خاصی پریشان ہو گئی تھی۔

"رایان تم یہاں پر کیا کر رہے ہو"۔۔۔۔۔ سفیان جو اس وقت اپنے کمرے میں کسی کام سے آیا تھا رایان کو وہاں موجود پا کر ٹھٹکا۔

"یہی سوال میں تم سے کرنا چاہتا ہوں کہ تم اس بچی کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو"۔۔۔۔۔ رایان کاٹ کھانے والی نظروں سے سفیان کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"لو جی۔ یک ناشد دوشد!۔۔۔۔۔ سفیر کم تھا جواب تم آگئے ہو"۔۔۔۔۔ سفیان افسوس سے سر جھٹکتا ہوا بولا۔

"بکو اس بند کرو اپنی اور سیدھی طرح بتاؤ کیا ارادے ہیں تمہارے"۔۔۔۔۔ رایان غصے میں سفیان کا کالر پکڑ کر بولا جبکہ سفیان کے پر سکون تاثرات اس کے غصے کو ہوا دے رہے تھے۔

"میں نے کوئی ایگریمنٹ نہیں کیا تھا کہ تمہیں کچھ کرنے سے پہلے سب بتاؤں"۔۔۔۔۔ سفیان بھی دوبا بولا

جبکہ رایان نے ایک جھٹکے سے اس کا کالر چھوڑا جس پر سفیان ایک لمحے کو لڑکھڑاتا سنبھل گیا۔

"بھولومت کہ میں تمہارا سینئر ہوں اور اس ایجنسی کا انچارج میری بدولت ہی تمہیں ملا ہے"۔۔۔۔۔ رایان اب کے غصیلے لہجے میں بولا۔

"یہ بھی کوئی یاد رکھنے کی بات ہے بھلا؟۔۔۔۔۔ کل تک تم تھے یہاں۔۔۔۔۔ آج میں ہوں۔۔۔۔۔ کل کو کوئی اور ہو گا۔۔۔۔۔ اتنا اترانے والی تو کوئی بات ہی نہیں ہے"۔۔۔۔۔ سفیان پر سکون انداز میں صوفے پہ ٹانگ پہ چڑھائے بیٹھتے ہوئے بولا۔

"میری برسوں کی ریاضت کو کیوں مٹی میں ملا رہے ہو"۔۔۔۔۔ اب کہ رایان بھی تحمل مزاجی سے بولا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ سفیان سے لڑنے جھگڑنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

"اوہو! اب میں نے کونسی تمہاری ریاضت چھڑوا دی ہے"۔۔۔۔۔ سفیان تاسف سے بولا جبکہ اس کے اس انداز پر بے ساختہ رایان کو ہنسی آئی۔

"دیکھو میں جانتا ہوں کہ عزیزہ بہت حساس لڑکی ہونے کے ساتھ ساتھ جنون کی ہر حد کو پار کرنے والی لڑکی ہے۔ اس کا یوں بے دریغ استعمال کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ جب اس کو پتا چلے گا یہ سب تو وہ سب سے پہلے تم پر ہی ٹوٹے گی۔"۔۔۔۔۔ سنجیدگی سے ادا کئے گئے الفاظ میں مستقبل کے خطرات کی پیشین گوئی تھی۔

"میں نے انجام کی پرواہ کئے بغیر یہ سب شروع کیا تھا! اور اب بھی پرواہ نہیں کروں گا"۔۔۔۔۔ سفیان اٹل انداز میں بولا جس پر اب کی بار رایان نے تاسف سے سر جھٹکا۔

"میرا یہاں آنا بے کار ہے! تم نہیں مانو گے میری بات۔ خیر اب میں چلتا ہوں۔ امید ہے سب اچھا ہو گا"۔۔۔۔۔ رایان اٹھتے ہوئے بولا۔

"ایسی کونسی مصروفیت پال لی ہے کہ جو دو گھڑی ہمارے پاس بیٹھنے کو وقت نہیں ہے تمہارے پاس"۔۔۔۔۔ سفیان کے بولنے پر رایان کے چہرے پر غم کا سائیہ لہرایا۔

"اپنی بہن کو ڈھونڈنا ہے۔ برسوں سے ڈھونڈ رہا ہوں۔۔۔۔۔" رایان کے لہجے میں بیتے وقتوں کی تھکا دینے والی ناختم ہونے والی مایوسی شامل تھی۔ جبکہ اس کی بات سن کر سفیان کے بھی چہرے پر ایک سائیہ لہرایا اور آنکھوں کے سامنے سارہ کا چہرہ لہرایا۔ قسمت کا تھکون تھا جس میں ان تینوں گھرانوں کے گمشدہ لوگوں کی تلاش میں وہ لوگ جتے ہوئے تھے۔ کوئی سات سمندروں کی دنیا میں کھو گیا تھا تو کوئی یاداشتوں کی وادیوں میں۔ ہر شخص اپنی جگہ آزمائش کا سامنا کر رہا تھا۔

"یہ۔۔۔ یہ سب کیسے ہو گیا۔۔۔ میرے بھائی کو کیسے کسی نے مار دیا۔۔۔ میں اس کی زندگی تباہ و برباد کر دوں گا۔۔۔۔۔" وہ چالیس سالہ شخص غصے میں ہر چیز الٹ پلٹ کر رہا تھا۔ صدمے کے مارے اس کا برا حال تھا۔ "سر ہم نے پہلے ہی خاقان صاحب کو کہا تھا کہ دیکھبال کر لوگوں کو گھر میں بلایا کریں مگر انہوں نے ہر نئی آنے والی لڑکی کو راتیں رنگین بنانے کے لئے بلایا ہوتا تھا۔۔۔۔۔" شاہی اکتائے ہوئے لہجے میں بولا جس پر شہروز نے پھاڑ کھانے والی نظروں سے اس کو گھورا۔

"بجائے قاتل کا سراغ لگانے کے تم لوگ یہاں پر بکواس کر رہے ہو۔۔۔۔۔" شہروز غصے سے دھاڑا جس پر شاہی نے کندھے اچکا دیئے۔

"سر قتل رات کے وقت ہوا تھا جس کی اطلاع صبح کے وقت ملی۔ ایسے میں کرائم سین سے ہر ثبوت حذف کیا جا چکا تھا"۔۔۔ شاہی عامیانہ لہجے میں بولا جبکہ شہر وز کے ماتھے پر ننھی ننھی پسینے کی بوندیں واضح تھیں۔ انتقام کا چکر شروع ہو چکا تھا اور وہ جو کوئی بھی تھا انتہاء کا جنونی تھا جس نے آغاز ہی اس کے گھر سے کیا تھا۔ کیا پتا اس کا پہلا نشانہ ہی یہ شخص خود ہوتا اگر اس شخص کو پتہ معلوم ہوتا۔

"میری فلائٹ کی تیاری کرواؤ! آج شام ہی میں لاہور کے لئے نکل رہا ہوں"۔۔۔ شہر وز نے حکمیہ انداز میں کہا اور ہاتھ کے اشارے سے شاہی کو جانے کا کہا جس پر وہ تابع داری سے چلا گیا۔

"ہیلو زیاد! میں پاکستان آرہا ہوں آج شام۔ تم اپنا فارم ہاؤس تیار کروادو میں وہیں پر اسٹے کروں گا"۔۔۔ ہدایات دینے کے بعد فون کھٹ سے بند کر دیا جبکہ وہ خود اس بات سے انجان تھا کہ وہ خور اپنی موت کی جانب چل کر جا رہا ہے!

قتل کی رات:-

ایک ڈری سہمی لڑکی اس عالیشان کمرے کے وسط میں موجود جہازی سائز بیڈ پر سر گھٹنوں میں دیئے ہوئے تھی۔

"فکرنا کرو تم! بس آج رات کی بات ہے کل تم اپنے گھر چلی جاو گی"۔۔۔ پچپن سالہ شخص خباثت سے اس کے چہرے کو دیکھتا ہوا بولا۔ جس پر اس لڑکی پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ ہنوز اسی حالت میں بیٹھی رہی۔

"عزیزہ تم ٹھیک تو ہونا؟"۔۔۔ کان میں لگے ایئر بڈ میں عثمان کی آواز گونجی جس پر عزیزہ نے ہنکارہ بھرہ۔ جس پر عثمان مطمئن ہو گیا۔

"اچھا ویسے کیا پلان ہے منسٹر کو مارنے کا یا بے ہوش کرنے کا"۔۔۔ عثمان ایک بار پھر سے بولا۔
"قبل از وقت کچھ بھی کہنا درست نہیں ہو گا"۔۔۔ عزیزہ سنجیدہ تاثرات لئے بولی۔

اتنے میں کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک بیستس سالہ شخص لڑکھڑاتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ سامنے موجود صنف نازک کو دیکھ کر وہ مزید بہک گیا۔

"اج تو بڑا بڑھیا مال اسپلائی کیا ہے سفیر نے"۔۔۔ وہ آدمی خباثت سے مسکراتا ہوا بولا جس پر عزیزہ پر حیرتوں کے پہاڑ ابھرے جبکہ عثمان کے گلے کی گلی ابھر کر معدوم ہوئی۔ وہ جانتا تھا سچ جاننے کے بعد عزیزہ کا کیا رد عمل ہو گا مگر یہ سب بھی وقت کی ضرورت تھی اور اس کی ٹریننگ کا حصہ تھی! جبکہ دوسری جانب سفیر بھی اس کام کی حامی بھر کر بری طرح پچھتا رہا تھا کہ اسی وقت عزیزہ کو کیوں نارو کا۔ مگر اب وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا۔
"ک۔۔ کیا مطلب ہے تمہارا"۔۔۔ عزیزہ کو اپنی آواز کسی کھائی میں سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اب تک وہ ان سب کو چکما دیتی آرہی تھی اور اس کے ساتھ اتنا بڑا کھیل کھیلا گیا تھا یہ بات ہضم ہونے کے لئے وقت درکار تھا۔

"ارے میں جانتا ہوں۔ سفیر نئی نئی لڑکیاں لاتا ہے ایجنسی میں ٹریننگ کے نام پر بعد میں آگے سپلائی کرتا ہے۔ مگر آج تو قیامت خیز حسن بھیجا ہے۔۔۔۔۔ وہی خبیثوں والا لہجہ جس پر عزیزہ کو گھن آئی۔ ابھی وہ شخص اس کے قریب آیا ہی تھا کہ عزیزہ نے آؤ دیکھانا تاؤ اس آدمی پر ٹوٹ پڑی۔ نشے میں ہونے کے باعث وہ شخص مزاحمت بھی نہ کر سکا۔ پے در پے تھپڑوں سے اس کا چہرہ وہ لہو لہان کر چکی تھی اوپر سے اس کے لمبے ناخن مزید کام بڑھا رہے تھے جبکہ وہ آدمی درد سے کرا رہا تھا۔ کمرہ ساؤنڈ پروف ہونے کے باعث آواز باہر نہیں جا پارہی تھی۔ وہ آدمی بے حال ہوتا ڈھے گیا تھا۔ فریبی مائل جسم ہونے کے باعث وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ عزیزہ ایک لمحے کو رکی اور اسی لمحے اس شخص نے عزیزہ کو دھکادیا جس سے وہ دیوار سے ٹکرائی اور وہ شخص زمین کے سہارے کھڑا ہونے لگا۔

"آخری بار کھڑے ہو لو اپنے پیروں پر۔۔۔۔۔ سرد سنسناتی ہوئی آواز میں حد درجہ سفاکیت تھی۔ جس کو سن کر خاقان کے پسینے چھوٹ گئے۔ سائیڈ ٹیبل میں موجود گن نکال کر عزیزہ کی طرف فائر کھول دیا جس سے عزیزہ بدک کر ایک سائیڈ کو ہوئی مگر گولی چھوتی ہوئی بازو زخمی کر گئی۔ خون کا فوارہ نکلنا شروع ہو چکا تھا۔

"عزیزہ تم ٹھیک تو ہونا؟۔۔۔ یہ گولی چلنے کی آواز وہاں کیا ہو رہا ہے۔۔۔۔۔ عثمان کی پریشان آواز اس کے کانوں میں ابھری۔

"میں مر بھی جاؤں تو اندر مت آنا تم"۔۔۔۔ عزیزہ سخت انداز میں تنبیہ کرتی خاقان کے سر پر پہنچ چکی تھی۔ اور ایک لمحے میں ہی اس کے ہاتھ سے گن اچک لی تھی۔ اپنے زخم کی پرواہ کئے بغیر گن کو اس کے منہ پر دے مارا جس پر وہ کراہتا ہوا زمین پر بیٹھ گیا۔ پھر اس کی دونوں ٹانگوں میں فائر کر دیئے۔

"کیسا لگ رہا ہے مفلوج ہو کر"۔۔۔۔۔ عزیزہ چہرے پر حد درجہ سفاکیت سجائے بولی۔ جبکہ خون کمرے میں موجود قالین کو سرخ کر رہا تھا۔

"کون ہو تم اور کس نے بھیجا ہے تمہیں"۔۔۔۔۔ خاقان درد سے کراہتے ہوئے بولا۔

"میں تمہاری موت ہوں اور مجھے تم نے خود بلایا ہے"۔۔۔۔۔ اتنا کہہ کر عزیزہ نے اس کے سر کا نشانہ لے کر گولی چلا دی اور خاقان وہیں ڈھے گیا۔ اگلی صبح منظر عام پر خاقان کی خون آلود لاش کمرے میں موجود پنکھے کے ساتھ لٹکی ہوئی ملی تھی جس کی اطلاع شہر و زکو فوری دی گئی تھی۔

سفیر تن فن کرتا سفیان کے آفس میں داخل ہوا اور اس کو گریبان سے پکڑ لیا۔

"بنادیا نا تم نے اس کو بھی اپنے جیسا"۔۔۔۔۔ سفیر غم و غصے کے لہجے میں دھاڑا۔ اس کی آنکھوں میں موجود کرب

سفیان واضح طور پر دیکھ سکتا تھا جس پر وہ سفیر سے نظریں چرا گیا۔

"جواب دو مجھے میں کچھ پوچھ رہا ہوں تم سے"۔۔۔۔۔ سفیر ایک بار پھر سے دھاڑا تھا۔

"میں نے ایسا کچھ نہیں کیا جس پر تم ایسے ری ایکٹ کر رہے ہو! یہ ہمارا کام ہے اور مجھے اس میں ہر قسم کا حربہ استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ اور رہی بات خاقان کے قتل کی تو اس کے قتل کا حکم مجھے اوپر سے ملا تھا۔ بھولو مت میں انڈر کوور ایجنٹ کے طور پر کام کر رہا ہوں"۔۔۔۔۔ سفیان اب اپنا گریبان چھڑواتا ہوا درشتی سے بولا۔

"تو پھر خود جا کر اس کی جان لیتے نا! اس معصوم کی معصومیت کیوں برباد کی"۔۔ سفیر زہر خندہ لہجے میں بولا۔

"میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اس کے باپ کے قاتلوں کو اس کے ہاتھوں سے موت دلو اوں گا"۔۔۔ سفیان اطمینان سے بولا جبکہ سفیر پیر پٹختا وہاں سے باہر چلا گیا۔ جبکہ سفیان کے چہرے پر رقم پر اسراریت وقت کے ساتھ ساتھ مزید گہری ہوتی جا رہی تھی۔

سفیر وہاں سے سیدھا عزیزہ کے پاس گیا جہاں نرس اب اس کی پیٹی بدل رہی تھی۔

"عزیزہ تم ٹھیک ہونا"۔۔۔۔۔ نرس کے جانے کے بعد سفیر اس کے قریب آتا ہوا بیٹھ کر بولا۔

"شائد نہیں"۔۔۔۔۔ عزیزہ نے گم صم سے انداز میں جواب دیا۔

"تم جانتے ہونا کہ میں تم سے محبت کرتی تھی"۔۔۔ نیلی آنکھیں سبز آنکھوں سے ٹکرائیں تو گویا اک لمحے کو وقت ٹھہر سا گیا۔ جبکہ سفیر اس کی "محبت کرتی تھی" سن کر حیران و پریشان رہ گیا۔

"پھر بھی تم نے میرا سودا کیا"۔۔۔ اب کی بار عزیزہ بولی تو اس کو اپنی آواز کانپتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"میں تمہیں سب سمجھاتا ہوں! ایسا کچھ بھی نہیں ہے جیسا تم سمجھ رہی ہو"۔۔۔ سفیر اس کی بات سمجھتا بولا

جبکہ عزیزہ ہاتھ کے اشارے سے اس کو خاموش رہنے کو کہہ چکی تھی۔

"مجھے صرف اتنا بتاؤ کہ ایسا کیوں کیا"۔۔۔ عزیزہ اب کے سرد مہری سے بولی جس پر سفیر کو سخت تکلیف ہوئی۔

"میں یہ سب تمہیں نہیں بتا سکتا ہوں فی الحال میری مجبوری ہے"۔۔۔ سفیر رخ موڑ کر بولا۔ جبکہ عزیزہ اس کی پشت کو دیکھنے لگی۔

"بدر سفیر آج سے میری اور تمہاری راہیں الگ الگ ہیں"۔۔۔ عزیزہ حتمی لہجے میں بولی۔

"اور تم ایسا کیوں کر رہی ہو"۔۔۔ بدر اب کی بار بولا تو لہجہ شکستہ تھا۔

"کیونکہ تم نے ایسی کوئی وجہ ہی نہیں چھوڑی کہ میں تم سے محبت کروں"۔۔۔ عزیزہ کے لہجے کی اداسی بھی واضح تھی۔ جبکہ بدر اس کی یہ بات سن کر کرب سے آنکھیں میچ گیا۔

نجانے آگے قسمت کے کیا فیصلے تھے اس سب سے انجان وہ دونوں خود پر سرد مہری کا خول چڑھائے ایک دوسرے سے راہیں الگ کر چکے تھے۔

(ماضی)

شجاع تھکا ہارا گھر واپس لوٹا تو دروازہ کھلا دیکھ کر ٹھٹکا۔ کمرے میں شمائل اور آنزل کی غیر موجودگی سے کسی انہونی کا احساس ہوا۔ پورا فلیٹ چھان مارا مگر گھر میں ہو کا عالم تھا۔

"عزیزہ! شمائل! بیٹا کہاں پر ہو تم دونوں؟"۔۔۔ شجاع دیوانہ وار چلا رہا تھا۔ مگر سب نداد۔ اچانک فون کی گھنٹی بجی تو اس نے فون کال پک کی اور مقابل کی بات سن کر اس کو آسمان اپنے سر پر گرتا ہوا محسوس ہوا۔ بے بسی کس چیز کو کہتے ہیں یہ آج میجر شجاع کو معلوم ہوا تھا۔ فرض سے وفا کی کیا قیمت ادا کرنی ہوتی ہے یہ آج شجاع حیدر کو پتا چلا تھا۔

"جگہ کا پتہ میں نے بھیج دیا ہے بنا کسی ہوشیاری کے چپ چاپ اکیلے آ جاویہاں پر ورنہ انجام کے ذمہ دار تم خود ہو گے"۔۔۔۔۔ مقابل سفاک لہجے میں بولتا کال بند کر چکا تھا۔ جبکہ شجاع بھی سائیں سائیں کرتے دماغ کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

جبکہ دوسری جانب عزیزہ اور شمائل دونوں حوش و خرد سے بے گانہ پڑی تھیں۔

"یار تو نے بچیوں کو ڈوز زیادہ دے دی ہے کہیں مر ہی جائیں"۔۔۔۔۔ ان دونوں میں سے ایک شخص اپنے

ساتھی سے بولا۔ یہ ایک تنگ اور نیم تاریک کمرہ تھا جس پر خستہ حال لکڑی کے بیڈ پر دونوں ننھی پریاں

بے رحمی سے پھینکی ہوئی تھیں اور خود وہ دونوں وحشی بنے ہوئے تھے۔

"فکرنا کر تو مر بھی جائیں گی تو یہ کونسا پہلا قتل ہے"۔۔۔۔۔ دوسرا شخص کمینگی سے بولا جبکہ اس کی بات پر پہلے

والا بھی ہنس دیا۔

اور ایک طرف رایان بھی عزیزہ اور شمائل کی گمشدگی کے بارے میں پریشان ہو چکا تھا۔ میجر شجاع کی تمام تر کالز

وہ ٹیپ کر رہا تھا جس کے باعث وہ اس کی ہر حرکت سے باخبر تھا۔ اب کے اس کو صحیح معنوں میں پریشانی نے

آن گھیرا تھا۔ بتائے گئے علاقے سے اس کو آنے کے لئے دو گھنٹے کا وقت درکار تھا مگر مرتا کیا نا کرتا اٹھ پڑا اور

کار اسٹارٹ کر کے پتے کی طرف موڑ دی۔ جبکہ دوسری جانب شجاع بھی وہاں پر پہنچ چکا تھا۔ مگر وہاں پر اس کو

کوئی ناملا۔ تبھی فون کی گھنٹی بجی۔

"سائیڈ والی گلی سے خاموشی سے آخر والے گھر میں آجانا کسی ہوشیاری کے"۔۔۔۔۔ وہی شخص پھر سے

چنگھاڑا۔

جبکہ شجاع پھونک پھونک کر قدم آگے بڑھ رہا تھا۔

"سر میجر شجاع کی لوکیشن علاقہ غیر کی آرہی ہے! ان علاقوں میں ہم لوگوں کا کوئی کام نہیں ہے۔ مجھے کچھ گڑبڑ لگ رہی ہے"۔۔۔۔۔ کیپٹن رحمان کرنل سہیل کے آفس میں آکر بولا جس پر کرنل سہیل بھی ایک لمحے کو پریشان ہوئے تھے۔

"تم ابھی کے ابھی اس کے پیچھے جاو اور چیک کرو کہ وہ کسی پریشانی میں تو مبتلا نہیں ہے"۔۔۔۔۔ کرنل سہیل بھی متفکر ہوتے بولے۔

"میس سر"۔۔۔۔۔ کیپٹن رحمان سیلوٹ کرتا اپنی ٹیم کو لے کر نکل چکا تھا۔

جبکہ شجاع اب اس گھر کے خارجی دروازے پر موجود تھا۔ ایک جست میں ہی دروازہ کھولتے وہ اندر آگیا اور ادھر دیکھا جہاں گھر کا سارا سامان کاٹھ کباڑ بنا ہوا تھا۔

"کہاں ہو تم لوگ آگیا ہوں میں"۔۔۔۔۔ شجاع بلند آواز میں بولا جس پر ایک آدمی ان میں سے باہر آیا اور مسکرا کر شجاع کو دیکھا۔

"میجر بہت تنگ کیا ہے تم نے ہم لوگوں کو۔ پر اب تمہارا وقت ختم ہو گیا ہے۔ تمہاری موت کا پروانہ لے کر آئیں ہیں ہم لوگ۔ بہت نقصان کیا ہے تم نے ہمارا"۔۔۔۔۔ وہ شخص اتنا بولتا ہوا آگے بڑھا اور شجاع کے ہاتھ

باندھ دیئے اور جس کمرے میں عزیزہ اور شمائل موجود تھیں وہاں لے گیا۔ ان دونوں کو اس طرح بندھے دیکھ کر شجاع کا دل تڑپ اٹھا۔

"میری بچیوں کو چھوڑ دو انہوں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے"۔۔۔ شجاع منت والے لہجے میں بولا۔ اولاد کی محبت انسان کو عرش سے فرش پر لا پٹختی ہے یہ آج اس کو علم ہوا تھا۔ فتح کے جھنڈے گاڑتا آج کس طرح گھوڑے سے ہار کر گرا تھا یہ بات آج اس کو علم ہوئی تھی۔

"پاگل سمجھا ہوا ہے کیا ہم کو؟ اتنی خوبصورت بچیاں کیسے چھوڑ دیں! یہ تو آگے جا کر ہمارے بہت کام آئیں گی"۔۔۔ وہ آدمی کمینگی سے بولتا اپنے ساتھی کو آنکھ مار گیا۔

"بکو اس بند کرو اپنی"۔۔۔ شجاع غصے کے مارے بے بسی سے دھاڑا۔

"اے اوہیرو! یہ تیرا پلٹون نہیں ہے جس پر دھاڑ رہا ہے"۔۔۔ ان میں سے ایک شخص پاس پڑی لکڑی کی راڈ اٹھاتا شجاع کی کمر پر رسید کرتا ہوا بولا جس پر وہ نیچے گر پڑا۔

"یار یہ گر فٹ کب آئے گا کتنی دیر ہو گئی ہے"۔۔۔ ان میں سے ایک شخص گھڑی پر ٹائم دیکھتا ہوا بولا۔

"میں کبھی بھی دیر نہیں کرتا انے میں! میں اپنے مقررہ وقت پر پہنچ جاتا ہوں"۔۔۔ پچیس سالہ خوش شکل جوان مغرورانہ چال چلتا اندر آیا جس کو دیکھ کر شجاع کے ماتھے پر بل پڑے۔

"تو میجر یہ سب میرے باپ کو گرفتار کرنے اور پھانسی کی سزا دلوانے کے لئے تھا"۔۔۔ گرفتار جس جگہ گولی لگی تھی وہاں پر پیر سے دباؤ ڈالتا ہوا بولا۔

"اور اب کھیل ختم"۔۔۔۔ آخری گولی سیدھی اس کی پیشانی میں پیوست ہو گئی تھی اور گرفتار مطمئن سا کھڑا تھا۔ جبکہ عزیزہ صدمے کی کیفیت میں وہاں کھڑی تھی

"چھوٹی چڑیا اب تمہارا اور تمہاری بہن کا بھی اپنے امی ابو کے پاس جانے کا وقت ہو اچا ہوتا ہے"۔۔۔۔ سفاکیت سے کہتے ہوئے گرفتار نے پستول کی نال عزیزہ کی پیشانی پر رکھی جہی باہر سائرن کی آواز سن کر چونک اٹھا۔

"دونوں بچیوں کو اٹھا اور جلدی سے بھاگو فوری یہاں سے"۔۔۔۔ گرفتار دھاڑتا ہوا پچھلے دروازے سے نکل گیا تھا جبکہ وہ دونوں بھی عزیزہ اور شامل کو اٹھائے اس کے پیچھے لپکے۔ گرفتار اپنی کار اسٹارٹ کر کے بھاگ لے گیا تھا جبکہ وہ دونوں شخص اسی طرح بھاگ رہے تھے جب ان کے تعاقب میں ایک اور شخص پیچھے بھاگا۔

گولی چلنے پر ان میں سے ایک شخص زمین پر ڈھے گیا جبکہ دوسرا شخص آگے نکل گیا تھا۔

"بابا! میں آرہی ہوں"۔۔۔۔ عزیزہ چھوٹے ہی اتنا کہتی واپسی کو بھاگی جبکہ وہ شخص زمین پر بے سدھ پڑا تھا۔ نشانہ سر کا تھا جس کی وجہ سے وہ موقع پر ہی دم توڑ گیا تھا۔

گرتے پڑتے عزیزہ واپس پہنچی تو وہاں پر باوردی آفیسر کھڑے تھے۔

"مجھے میرے بابا کے پاس جانا ہے"۔۔۔۔ عزیزہ رحمان کو دیکھ کر سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔

"اچھا میں آپ کو آپ کے بابا سے ملواتا ہوں۔ پہلے یہ بتاؤ کہ شامل کہاں ہے؟"۔۔۔۔ رحمن عزیزہ کے سامنے دوزانوں ہو کر بیٹھ گیا اور استفسار کیا۔

"وہ اس کالے کر چلے گئے۔ وہ شامل کو بھی بابا کی طرح شامل کو بھی مار دیں گے"۔۔۔ شامل کا خیال آنے پر عزیزہ ایک بار پھر سے رونے لگی۔

"بیٹا آپ رومت اس طرح! آپ کی بہن کو کچھ نہیں ہو گا فکر نہیں کرو"۔۔۔ رحمن اس کو تسلی دیتا ہوا اندر لایا جہاں میجر شجاع کا جسد خاکی سبز پرچم میں لپیٹا جا چکا تھا۔ عزیزہ دوڑتی ہوئی شجاع سے لپٹ گئی اور رونا شروع کر دیا۔

"بابا جن لوگوں نے آپ کو مارا ہے میں ان میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گی! یہ عزیزہ کا وعدہ ہے آپ سے۔ اور شامل کو بھی واپس لے کر آؤں گی"۔۔۔۔ وہ ننھا سا ذہن الفاظ کی گہرائی جانچے بغیر جو الفاظ بول گیا تھا وہ لوح قلم میں محفوظ ہو چکے تھے۔

"بیٹا اب چلیں واپس"۔۔۔۔ رحمان نرم لہجے میں عزیزہ سے بولا۔ جس پر وہ سر ہلاتی اس کے ساتھ چل پڑی۔

شمال ہوش و خرد سے بے گانہ اس آدمی کی گرفت میں بے سدھ پڑی تھی۔ سنسنان سڑک دیکھ کر اس آدمی نے تیزی سے سڑک پار کرنی چاہی جس پر اچانک سے اس کا ٹکراؤ ایک گاڑی سے ہوا۔ اور شمال اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر گئی۔

"یہ کون آدمی تھا بے وقوف یونہی بچی کو پھینک کر چلا گیا"۔۔۔۔۔ ان دو نفوس میں سے ایک عورت بڑبڑاتی ہوئی باہر نکل کر بولی اور بچی کو اٹھالیا۔ اس معصوم بچی پر اس کو ٹوٹ کر پیار آیا۔

"کتنی معصوم بچی ہے اور یہ درندہ اس کو ایسے ہی پھینک کر بھاگ گیا"۔۔۔۔۔ اب کے صائمہ کار میں بیٹھتے ہوئے اپنے شوہر زاہد سے بولی۔

"ہاں مگ اس کے گھر والے اس کو ڈھونڈ رہے ہوں گے نا"۔۔۔۔۔ ہمیں چل کر پولیس اسٹیشن رپورٹ کرنی چاہیے"۔۔۔۔۔ زاہد بھی تائیدی انداز میں بولا۔

"ہاں مگر ابھی یہاں سے اسٹیشن دور ہے۔ ہم لوگ صبح ایف آئی آر درج کروادیں گے"۔۔۔۔۔ صائمہ بھی اثبات میں سر ہلاتی ہوئی بولی۔

او گاڑی خالی سڑک پر زن سے آگے بڑھ گئی۔

"کیا کہا وہ شخص مارا گیا۔۔۔۔۔ گر فٹرنارمل سے انداز میں بولا جبکہ سامنے موجود شخص کی خوف سے ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔

"جی۔۔ جی سر اور میں بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگا ہوں اپنی"۔۔۔ وہ شخص بمشکل ہرکلاتے ہوئے بولا۔
 "پر تمہیں اتنی محنت کرنے کی ضرورت نہیں تھی"۔۔۔ اپنائیت بھرے لہجے میں گرفتار نے بولتے ساتھ ہی
 بندوق اس پر تان دی اور ساری کی ساری میگزین خالی کر دی۔ اس شخص کے جسم میں ہوئے سراخوں سے خون
 فوارے کی طرح بہتا زمین پر پھیل رہا تھا جبکہ گرفتار مطمئن انداز میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔
 قتل کرتے وقت اس کے ہاتھ کبھی ناکانپے تھے۔ اور اپنی راہ کے کانٹوں کو ہاتھ بنا لہو لہان کئے کیسے ہٹاتے ہیں یہ
 اس سے بہتر کون جانتا تھا۔

"خاقان میرے بھائی کیسے ہو"۔۔۔۔۔ شہر وزگر مجوشی سے آکر گلے ملتا ہوا بولا۔ گزشتہ ہوئے حادثے کی شبیہ تک نا تھی اس کے چہرے پر۔

"میں ٹھیک ہوں تم سناؤ کیسے ہو اور یہاں مصر میں کام کیسا جا رہا ہے"۔۔۔۔۔ خاقان بھی اسی گر مجوشی سے گلے ملتا ہوا بولا۔

"سب ایک دم اچھا جا رہا ہے تم اپنا بتاؤ"۔۔۔ شہر وز سامنے والے صوفے پر بیٹھتا سگار سلگاتا ہوا بولا۔

"ابھی آج ہی دبئی سے یہاں آیا ہوں اور سوچا بھائی سے ملتا چلوں"۔۔۔ خاقان کا جواب سن کر شہر وز مسکرا دیا۔

"بھائی سے ملنے کی کوئی خاص وجہ تو ہوگی ہی۔ ایسے تو نہیں یاد آگئی بھائی کی تمہیں"۔۔۔ شہر وز نے اتنا کہہ کر ایک لمبا کش لیا اور دھواں باہر پھونک دیا جس سے اس کا چہرہ دھوئیں کے مرغولوں میں چھپ گیا۔

"ہاں بس میرے پاس پیسے کم پڑ رہے تھے! جو اسمگلنگ کروانی تھی نارشیاء سے پاکستان منشیات کی اس کے لئے بھاری رشوت مانگ رہے ہیں۔ سوچا تم سے مانگ لوں پیسے"۔۔۔۔۔ خاقان کان کی لو کھجاتا ہوا بولا۔

"اچھا بس اتنی سی بات۔ مجھے بتا دیتے میں خود لے کر آجاتا پیسے"۔۔۔ شہر وز نے گویا ناک سے مکھی اڑائی۔

"لیکن اب تو میں آگیا ہوں نا"۔۔۔۔۔ خاقان اپنا نیت بھرے لہجے میں بولا۔ تبھی ایک جھٹکے سے شہر وز اٹھا اور اس کا گریبان پکڑ لیا اور غصے سے دھاڑا۔

"سیدھی طرح بکواب کو نسا گل کھلا کر آئے ہو جو یوں گھبرائے ہوئے ہو"۔۔۔۔۔ شہر وز کی دھاڑ پر خاقان ایک پل کو ششدر رہ گیا۔ مگر اگلے ہی لمحے گلا کھنکارتا بولا۔

"وہ۔۔۔ وہ میرے سے ایک قتل ہو گیا تھا اور اس کا گواہ جو بندہ ہے وہ مجھے دھمکا رہا ہے! میں سچ کہہ رہا ہوں میں نے جان بوجھ کر قتل نہیں کیا تھا وہ"۔۔۔۔ خاقان ڈرے سہمے لہجے میں بولا جس پر شہر وز کے ماتھے کے بل ڈھیلے پڑے۔

"بس اتنی سی بات ہے پہلے کیوں نہیں بتایا تم نے مجھے"۔۔۔۔ شہر وز اس کا گریبان چھوڑتا پر سکون ہو کر بیٹھ گیا۔

"مجھے لگا تھا کہ تم غصہ کرو گے بھائی"۔۔۔۔ خاقان نظریں جھکا کر بولا۔

"اور میں غصہ کیوں کروں گا"۔۔۔۔ شہر وز سنجیدہ تاثرات لئے بولا جس پر خاقان نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا۔

"جو بھی راستے کی رکاوٹ بنے اس کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دو! پھر چاہیے کوئی انسان ہی کیوں نا ہو"۔۔۔۔ شہر وز اتنے آرام سے یہ بات کہہ رہا تھا وہیں خاقان کو لگا کہ اس نے کچھ غلط سن لیا ہے۔

"ہشام! وہ کرائے کے قاتل کی لاش ٹھکانے لگوادو اور میرے اور میرے بھائی کے لئے طعام کا بندوبست کرو"۔۔۔۔ شہر وز نارمل سے انداز میں کہتا خاقان پر حیرتوں کے بند توڑ گیا۔

خون سے لہو لہان منظر میں اس کا باپ اس کو پکار رہا تھا جبکہ وہ اپنے قدم آگے بڑھانے کی کوشش کرتی ہے مگر آگے نہیں بڑھ پاتی ہے۔

"عزیزہ! اپنی بہن کو بچا لو اس سے قبل کے بہت دیر ہو جائے"۔۔۔۔۔ شجاع کی کرب ناک آواز اس کے کانوں میں گونجی جس کے ساتھ ہی وہ نیند سے بے دار ہو چکی تھی۔

اب کہ وہ لمبے لمبے سانس لے رہی تھی۔ وہ پوری کی پوری پسینے میں نہا گئی تھی۔ نیلی آنکھوں میں خوف ہلکورے لے رہا تھا اور وہ بے بسی سے لب کاٹتی سرگھٹنوں میں دے گئی۔

"بابا مجھے معاف کر دیجئے میں نہیں بچا سکی شائل کو۔ نہیں ڈھونڈ سکی مجھے معاف کر دیجئے"۔۔۔۔۔ عزیزہ روتے ہوئے آنسوؤں کے درمیان بولی۔ آٹھ سال گزر گئے تھے اس واقعے کو اور وہ ہر دن ہر پل شائل کو ڈھونڈتی تھی۔ مگر ابھی شائد وہ وقت نہیں آیا تھا۔ گھنیری زلفیں کمر پر بکھری ہوئی تھیں۔ مگر دو نیلی آنکھیں اس سب سے بے خبر رونے میں مصروف تھیں۔

"عزیزہ بس کر دو اور کتنا روگی تم"۔۔۔۔۔ سفیر جو کہ کسی کام کے تحت اس وقت آیا تھا اس کے کمرے کا دروازہ کھلا دیکھ کر اندر آیا اور اس کو روتے دیکھ کر بولا۔ جبکہ اس کی آواز پر عزیزہ نے سر اٹھا کر دیکھا تو سفیر کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔ سامنے ایک حسن کا پیکر اپنی بھیگی پلکیں اٹھا کر دیکھ رہا تھا۔ یہ فیروزی آنکھیں اس کی شروع

سے ہی پسندیدہ تھیں اور اب یہ پسند محبت میں بدلتی جا رہی تھی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی جنونیت بنتی جا رہی تھیں۔

"طوفانوں کا مقابلہ کرنے والے روتے ہوئے اچھے نہیں لگتے ہیں"۔۔۔۔ سفیر کمرے کے اندر آتا ہوا بولا۔ جبکہ عزیزہ نے گیلی سانس اندر کھینچی اور نظریں ہنوز اس کے چہرے پر لگائے ہوئے تھیں۔

"میں نے تمہیں ساری ٹریننگ دے دی ہے!؟ مگر میں تمہارا کرب ختم نہیں کر سکتا ہوں۔ میں بھی بابا سے اور بھائی سے لڑ کر یہاں پر رہ رہا ہوں۔ کیونکہ وہ لوگ بھی تمہاری مدد کے لئے تیار نہیں تھے۔ مگر میں تم سے دوری نہیں اختیار کر پایا"۔۔۔۔۔ سفیر دھیمے لہجے میں بولا جس پر عزیزہ کی آنکھوں میں حیرت در آئی۔

"اور ایسا کیوں ہوا؟"۔۔۔۔۔ بنا سوچے سمجھے عزیزہ بولی۔ وہ ہمیشہ سے ہی اپنی الجھنیں ایسے ہی بنا تکلف سفیر سے کہہ دیتی تھی اور وہ بنا برا منائے اس کی سنتا تھا۔

"کیوں کہ تمہارے معاملے میں میں بے اختیار ہو جاتا ہوں"۔۔۔۔ گھمبیر لہجے میں سفیر عزیزہ کے چہرے کو نظروں کے حصار میں لئے بولا۔ جبکہ اپنے دل کی عجیب ہوتی حالت پر کھڑکی کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا جہاں سے چودھویں کا چاند اپنی تمام تر روشنی بکھیرے ہوئے تھا۔

"مگر ایسا کیوں"۔۔۔۔ عزیزہ اس کے لہجے کی گہرائی جانچے بغیر غائب دماغی سے بولی۔ حالات کی ستائی ہی وہ ایسے گئی تھی کہ اکثر یہ کیفیت اس پر طاری رہتی تھی! مگر ہوش و حواس میں اس سے زیادہ سفاک کوئی نہیں تھا۔

"کیونکہ بدر سفیر احمد کو تم سے جنونیت کی حد تک محبت ہے"۔۔۔۔ ہنوز رخ دوسری جانب موڑے سفیر بولا جبکہ عزیزہ اس کے تاثرات نا جانچ سکی اور اٹھ کر اس کے پیچھے آکر کھڑی ہو گئی۔

"اس چودھویں کے چاند کو دیکھ رہے ہو"۔۔۔۔ اس کی بات گویا سنی ان سنی کرتی عزیزہ بولی۔ جس پر بدر نے ٹھنڈی سانس خارج کی۔

"دیکھ رہا ہوں"۔۔۔۔ بدر نے مختصر سا جواب دیا۔

"یہ ساری دنیا کو روشنی دیتا ہے مگر خود تنہا ہی رہتا ہے"۔۔۔۔ عزیزہ فلسفیانہ انداز میں بولی۔

"یہ بے جان شے ہے۔ اور اس کی قسمت میں یہی لکھا ہے ازل سے"۔۔۔۔ سفیر سنجیدہ لہجے میں بولا۔

"اور ہماری دنیا میں جو لوگ محبت کرتے ہیں ان کا بھی یہی حال ہوتا ہے! محبت کرنے والے تنہا رہ جاتے ہیں"۔۔۔۔ عزیزہ نجانے کس سوچ کے تحت یہ سب بول رہی تھی۔

"مجھے اک لمبا سفر کرنا ہے۔ اور یہ بدلے کا سفر ہے۔ اس میں مجھ جیسی لڑکی محبت جیسی چیزیں افورڈ نہیں کرتی ہے"۔۔۔۔ اب کے عزیزہ اپنی ازلی ٹون میں بولی جس پر بدر کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

"میں محبت کو تمہارے لئے انورڈا بیل بنادوں گا"۔۔۔۔۔ چمکتے ہوئے لہجے میں بدر بولا جبکہ عزیزہ نے حیرانی سے اس کی جانب دیکھا کہ وہ کتنا سنجیدہ معاملہ اس سے ڈسکس کر رہی تھی اور اس کو مذاق سوچھ رہا تھا۔

جبکہ دوسری جانب بدر ایک بار پھر اس کے حسین سراپے میں گم ہو چکا تھا۔ تیز ہوا چلنے کے باعث اس کے بال لہرا رہے تھے چند شریر لٹیں چہرے کو بار بار چھو کر واپس ہو رہی تھیں۔ نیلی آنکھیں رونے کے باعث صدیوں کی بوجھل لگ رہی تھیں۔ جبکہ ناک رونے کے باعث سرخ ہو چکی تھی۔ بدر کو وہ وہی پانچ سالہ چھوٹی بچی لگی جو روتے روتے اس کے پاس آ جاتی تھی۔ بیچ سے سالوں کی مسافت جیسے ختم ہو چکی تھی۔

"یہ افسانوی باتیں کہاں سے سیکھ لی ہیں تم نے؟ بولو ذرا؟"۔۔۔۔۔ عزیزہ اس کے اس طرح دیکھنے پر تنک کر بولی جس پر سفیر حقیقت کی دنیا میں واپس آیا۔

"آنت ملکہ قلبی (تم میرے دل کی ملکہ ہو)"۔۔۔۔۔ سفیر اپنے دل پر ہاتھ رکھتا آنکھیں بند کئے بولا۔

جس پر اک لمحے کو عزیزہ بھی اس کی شخصیت کے سحر میں کھو گئی تھی۔

"جب ان اکون ملکہ هذا القلب (مجھے اس دل کی ملکہ ہی رہنا ہے)۔۔۔۔۔ اب کے عزیزہ اپنا ہاتھ سفیر کے ہاتھ پر رکھتی ہوئی بولی جس سے ایک پل کو سفیر بھی ششدر رہ گیا۔ اور جھٹ آنکھیں کھول دیں تو عزیزہ کو اس کے چہرے میں گم پایا۔

"تمہیں عربی کس نے سکھائی"۔۔۔۔ سفیر حیرانگی سے بولا تو عزیزہ کا سحر ٹوٹا جس پر اس نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔

"میں نے اور بھی بہت کچھ سیکھ رہا ہے جس کا علم تمہیں نہیں ہے۔ اس لئے اب جاو یہاں سے رات کے اس پہر کسی لڑکی کے کمرے میں آو گے تو لوگ باتیں بنائیں گے"۔۔۔۔ عزیزہ رخ موڑے اپنی ہنسی چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔ جبکہ سفیر کچھ لمحے کے لئے ہکا بکارہ گیا مگر اس کا اشارہ سمجھ کر باہر چلا گیا۔ عزیزہ نے رخ موڑ کر دیکھا تو وہاں کوئی نہ تھا مگر اس شخص کا احساس ہر جگہ موجود تھا۔ زندگی کی سختیوں سے انجان دودل اک دوسرے کے لئے دھڑکنے شروع ہو چکے تھے۔

حال:-

یہ ادارہ ذہنی بیمار لوگوں کے لئے بنایا گیا تھا اور سارہ بھی یہی پر پچھلے چار سال سے ایڈمٹ تھی۔ سفیر ہر ہفتے اس کی خبر گیری کرنے جاتا تھا مگر وہ اس کو بالکل ہی فراموش کر چکی تھی۔ جس بہن سے اس کو سب سے زیادہ محبت تھی وہ ہی آج اس کو پہچان بھی نہیں پاتی تھی اور یہ سب صرف ایک انسان کی وجہ سے ہوا تھا۔

زیاد احمد سلطان! سفاکیت کی درجہ بندیوں میں سے سفیر کی درجہ بندی میں وہ پہلے نمبر پر آتا تھا۔

"سارہ تمہیں پتا ہے آج وہ مجھ سے بہت زیادہ ناراض ہو گئی ہے"۔۔۔۔ سارہ کو کاغذ کے ٹکڑے پر پینسل سے کچھ بناتا ہوا دیکھ کر سفیر بولا۔ اس کے لمبے بال اب کندھوں سے بھی اوپر تک کاٹے جا چکے تھے جس کو دیکھ کر سفیر کو شدید دکھ ہوا کیونکہ سارہ کو لمبے بال بے حد پسند تھے۔ اگر وقت سے بڑا کوئی مرہم نہیں ہوتا تو وقت سے بڑا کوئی زخم دینے والا بھی نہیں ہوتا۔ سفیر بھی اپنی بہن کی حالت پر اندر ہی اندر گھلتا تھا مگر کسی سے کچھ نہ کہتا تھا۔

"اور لگتا ہے کہ اب وہ کبھی بھی مجھ سے بات نہیں کرے گی"۔۔۔۔ سفیر سر جھکائے زمین کی جانب دیکھتے ہوئے اداس لہجے میں بولا۔ چہرے پر موجود کرب کی پرچھائیاں واضح دیکھی جاسکتی تھیں۔ مگر سارہ اس سب سے بے خبر اپنی دنیا میں مگن تھی۔

"وہ تم سے کیوں ناراض ہے"۔۔۔۔ ننھے بچوں کی طرح سارہ نے آنکھیں پٹیٹا کر اس کی جانب دیکھتے ہوئے بولی تو سفیر نے حیرانی سے سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔

"وجہ نہیں بتا سکتا ہوں میں تمہیں"۔۔۔۔ سفیر سر جھٹکتے ہوئے بولا۔

"تم اس کو مناسکتے ہو"۔۔۔۔ سارہ ابھی بھی ویسے ہی معصومیت بھرے لہجے میں بولی۔

"میں اس کو کیسے مناؤں"۔۔۔۔ سفیر اداس لہجے میں بولا۔

اس کی بات پر سارہ اس کے پاس آئی اور اس کے گال پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

"ایسے یہاں اس کے کس کر کے اور چاکلیٹس دے کر"۔۔۔۔۔ سارہ مزے سے بولی جبکہ سفیر نے اس کو حیرانی سے دیکھا۔ اگر وہ اپنے حوش و حواس میں ہوتی تو ایسی بات بالکل ناکرتی مگر اس وقت وہ کسی چھوٹے بچے کی طرح تھی۔ اس کی بات پر سفیر کے لب بھی اپنے آپ مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔

"چھوٹی گڑیا دن بدن بہت خراب ہوتی جا رہی ہو"۔۔۔۔۔ سفیر اس کی ناک زور سے کھینچتے ہوئے بولا۔

"آہ۔۔۔۔۔ میری ناک۔ میں نہیں بولتی تم سے جاو۔ اللہ کرے وہ بھی نامانے"۔۔۔۔۔ سارہ اپنی ناک سہلاتی نروٹھے پن سے بولی۔

"اللہ ناکرے۔ سارہ بے بی یہ لو تمہاری چاکلیٹس لایا ہوں۔ اب تومان جاو"۔۔۔۔۔ سفیر اس کی طرف چاکلیٹس بڑھاتا بولا جس کو اس نے جھٹ سے پکڑ لیا۔ وہ ہمیشہ اس کو ایسے ہی چھوٹے بچوں کی طرح ٹریٹ کیا کرتا تھا۔ ایک وہی تو تھی جو اس کی زندگی کی تلخیوں کو کم کرتی تھی اس ظالم سماج میں۔ جبکہ دوسری جانب عزیزہ سوئمنگ پول میں پیرڈ بوائے بیٹھی تھی۔

"عزیزہ یہاں پر ایسے کیوں بیٹھی ہو"۔۔۔۔۔ عثمان اس کی پشت کو دیکھتا ہوا بولا جہاں اس کی لمبی زلفیں بسیرا کئے ہوئے تھیں۔ جبکہ عزیزہ خاموش رہی۔

"تم ٹھیک تو ہونا"۔۔۔۔۔ عثمان اب کی بار قریب آتے ہوئے بولا۔

"ہاں۔۔ شائد ٹھیک ہی ہوں میں۔۔۔۔۔ عزیزہ کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔ جبکہ عثمان اس کی یہ حالت دیکھ کر بے چین ہوا تھا۔ کہیں نا کہیں اس کا دل بھی اس سے بغاوت کر رہا تھا۔

"میں جانتا ہوں کہ یہ سب سن کر تمہیں صدمہ لگا ہے مگر یہ سب ویسے نہیں ہے جیسے تم سمجھ رہی ہو۔۔۔۔۔ عثمان وضاحت دینے والے انداز میں بولا جبکہ عزیزہ اپنے پیرپانی میں سے باہر نکال کر اب کھڑی ہو چکی تھی۔

"یونواٹ! اٹس نان آف یور بزنس۔۔۔۔۔ عزیزہ درشتی سے کہتی آگے بڑھ گئی جبکہ عثمان اپنی ہتک پر مٹھیاں بھینچتا واپسی کو مڑ گیا۔

"ایجنٹ سفیان نے اب تک کہاں تک رپورٹنگ کی ہے۔۔۔۔۔ سہیل جواب برگڈیر کے عہدے پر فائز تھا اپنے سامنے کھڑے رحمان کو دیکھ کر بولا۔

"یس سر! ان کی تکنوں کا ایک سر امارا گیا ہے۔ ہماری برسوں کی محنت رنگ لائی ہے۔ میجر شجاع جو کام نہیں کر پائے وہ ان کی بیٹی نے کر دکھایا ہے۔۔۔۔۔ رحمان پر جوش انداز میں بتا رہا تھا جس پر سہیل بھی مسکرا دیا۔ رحمان بھی اب میجر کے عہدے پر فائز ہو چکا تھا اور اپنے فرائض اچھے سے انجام دے رہا تھا۔

"پچھلے دس سالوں کی ریاضت ایسے ہی ذائع نہیں جاتی۔ کتنے لوگوں کی جانیں لی ہیں اس ناسور نے۔ اب اس کا آخری وقت قریب ہے مجھے یقین ہے"۔۔۔۔۔ سہیل بھی پر عزم لہجے میں بولا۔

"سر مگر ایک بات ہے جس پر میں حیران ہوں۔ میجر شجاع کی بیٹی بہت کم عمر ہے۔ مطلب عام بچے سولہ سال کی عمر میں صرف میٹرک ہی پاس کر پاتے ہیں مگر وہ کالج کے بھی سیکنڈ ایئر میں پہنچ چکی ہے اور سب سے آگے ہے پڑھائی میں ان سب اسکولز کے ساتھ"۔۔۔۔۔ رحمان تو صیفی انداز میں بولا جس پر سہیل نے اس کی تائید کی۔

"کیونکہ وہ عام بچی ہی تو نہیں ہے۔ وہ پاک آرمی کے ایک جانباز کی بہادر بیٹی ہے۔ جو ملک و قوم کے دفاع کو اپنا فرض سمجھتی ہے۔ فی الحال وہ یہ سب اپنے بدلے کے لئے کر رہی ہے مگر تصویر کا دوسرا رخ دیکھا جائے تو ملک سے کالی بھیڑوں کی کھالیں ادھیڑ کر ان کے مسکنوں میں پھینک رہی ہے"۔۔۔۔۔ سہیل تفصیل سے بولا تو رحمان بھی سر ہلا گیا۔

"ویسے بھی اس کی ٹریننگ ایجنٹ سفیان کی ایجنسی میں ہوئی ہے۔ جس کا نام سن کر ہی مقابل کانپ جاتا ہے۔ اور جانتے ہو پچھلے پانچ سالوں سے وہ منظر عام سے غائب ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ زمین نکل گئی یا آسمان"۔۔۔۔۔ سہیل سفیان کی تعریف کرتے ہوئے بولا۔ اس کے انداز سے یہ بات صاف ظاہر تھی جہاں

اتنے سارے کام ان کی آرمی سرانجام دے رہی تھی وہیں یہ دونوں نئے چہرے ہونے کے باعث ان کا قیمتی سرمایہ تھے۔ نجانے کب تک؟ یہ کسی کو بھی معلوم نہ تھا۔

"سران کی اگلی ڈائریکشنز مصر کی جانب تھیں! مگر گریٹر تواب پاکستان واپس آگیا ہے۔ میرا نہیں خیال وہاں جانا فائدہ مند ہوگا۔"۔۔۔ رحمان اپنے دماغ میں پختہ پختہ الجھن بیان کرتے ہوئے بولا۔

"ان کا اگلا ہدف ترکی ہے۔ استنبول کا جانا ماناوائٹ کالر ریزیڈنٹ رحمت بے کو پکڑنا ہے جو گریٹر کادایاں ہاتھ ہے۔ اس نے اپنے انڈر ولڈ میں رکھے گئے نام کی طرح ہی اپنی ساخت بنائی ہوئی ہے۔ ایک دھوکہ باز چھلاوے کی طرح۔ مگر اب اس کی تباہی کا وقت دور نہیں ہے!"۔۔۔ سہیل جو کہ اتنے عرصے میں بجھا بجھا سار ہتا تھا آج یہ خبر سن کر کچھ زیادہ ہی پر جوش تھا۔

"سر مگر ایجنٹ سفیان کو تو یہیں پر رہ کر نظر رکھنی ہے نا گریٹر کی حرکات و سکنات پر۔ تو عزیزہ کو تو وہاں جو کوور دینا ہے اس میں ان کا پارٹنر کون ہوگا۔"۔۔۔ رحمان پر سوچ انداز میں بولا۔

"یہ سب کام تم ایجنٹ سفیان پر چھوڑ دو۔ اس کا ہر کام سوانیزے پر پہنچ کر ہی ہم پر بھی آشکار ہوتا ہے اس کے کوور کوریون کی طرح۔"۔۔۔ سہیل مسکراتے ہوئے بولا۔

سفیان نے کوریگوں نام اسی لئے پسند کیا تھا کیونکہ اس کی نسبت نیزے سے تھی۔ اور اس کا ہر کام اس کے ادارے کو بھی سوا نیزے پر پہنچ کر پتا چلتا تھا۔ اس کی ایمانداری کے باعث کبھی کسی نے اس پر کوئی شک بھی ظاہر نہ کیا تھا۔

آج پورے دو ہفتے بعد آنرل گھر آئی تھی۔ وہ مکمل طور پر صحتیاب تو ہو گئی تھی مگر اس کی شوخ و چنچل عادات کہیں دب گئی تھیں۔ جن کو دیکھ کر ریحانہ بہت پریشان تھی۔

"آنزل بیٹا مجھے تم سے ایک بات کرنی تھی۔۔۔۔۔ ریحانہ اس کو نہیں سمجھ کر بولی۔

"وہ تمہاری خالہ ناصرہ اپنے بیٹے عمار کے لئے تمہارا ہاتھ مانگ رہی ہیں۔ جو ترکی میں رہتی ہیں"۔۔۔۔۔ ریحانہ آئزل کو دیکھتے ہوئے بولی۔ جبکہ آئزل ہنوز وال کلاک کو تکتی رہی۔

"تو میں یہ کہنا چاہ رہی ہوں کہ ہم لوگ کچھ دنوں کے لئے گھومنے پھرنے چلے جائیں"۔۔۔ ریحانہ اب کے اپنا اصل مدعا بیان کرتے ہوئے بولی۔

"تو کب جا رہے ہیں آپ اور بابا"۔۔۔ آنرل جذبات سے عاری لہجے میں بولی۔ ناکوئی خوشی نادکھ۔ بس گہری اجنبیت اس کی شخصیت کا خاصہ بن چکی تھی۔

"میں اور تمہارے بابا اکیلے نہیں جا رہے ہیں۔ تم بھی ساتھ چل رہی ہو۔۔۔۔۔ ریحانہ اب کہ جھنجھلاتی ہوئی بولیں۔

"میرا جانا ضروری ہے کیا"۔۔۔ آئزل اب کہ کھڑکیوں کے پردوں کی ہلچل پر نظریں جماتی ہوئی بولی۔ آخر کو اس کا دل بھی تو یہاں سے جانے پر ایسے ہی ہل چل مچا رہا تھا۔ جس شخص کے لئے وہ اتنا ٹرپ رہی تھی وہ اس کا حال تک پوچھنے کا روادار بھی نہیں تھا۔

"ہاں تمہارا جانا بہت ضروری ہے۔۔۔۔۔۔ ریحانہ بھی اسی کے انداز میں بولی۔ جس پر آئزل صرف سر ہلا کر رہ گئی۔

"عثمان تم جا کر اپنی ترکی میں جا کر رحمت بے کے منبر کی سیٹ سنبھالو گے جس کو تم نے سال پہلے چھوڑا تھا۔۔۔" ڈیمون کنگ عثمان سے مخاطب تھا۔ یہاں پر کوئی شخص بھی اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا تھا سو اس کو بھی اجازت نہیں تھی۔

"یس سر! میں کل ہی چلا جاؤں گا"۔۔۔ عثمان اثبات میں سر ہلاتا ہوا بولا۔

"اور ایجنٹ سفیر کو بھیجو میرے پاس مجھے اس سے ضروری کام ہے"۔۔۔۔۔ اب کے سفیان رخ موڑ کے کھڑا ہو گیا جس کا مطلب تھا کہ اب وہ یہاں سے چلا جائے۔

کچھ ہی دیر بعد سفیر کمرے میں داخل ہو چکا تھا۔ اب کہ سفیان کا چہرہ بھی واضح تھا۔

"اب وقت آگیا ہے کہ ڈیمون کنگ کا چہرہ عزیزہ کے سامنے لایا جائے"۔۔۔۔۔ سفیان بنا سفیر کے تاثرات جانے بولا۔

"تو دکھا دو جا کر اپنا چہرہ تم اس کو۔ پریشانی کس بات کی ہے تمہیں"۔۔۔۔۔ بدر کاٹ دار لہجے میں بولا۔

"تمہاری کیا پھر سے عزیزہ سے لڑائی ہوئی ہے"۔۔۔۔۔ اب کہ سفیان نرمی سے بولا جس پر بدر نے استہزائیہ انداز میں سر جھٹکا۔ اس وقت اس کو اپنے بھائی سے شدید نفرت ہو رہی تھی۔ جس نے صرف اپنے متعلق سوچنا فرض رکھا تھا باقی دنیا بھلا مرے یا جئے اس کی بلا سے۔ مگر وہ خود کیسے پل پل مر رہا تھا یہ کسی کو بھی خبر نہ ہونے دیتا تھا وہ۔

"عزیزہ کے لئے ڈیمون کنگ تم ہو! میں نہیں"۔۔۔۔۔ سفیان نے جتنے پر سکون انداز میں یہ بات کی تھی سفیر نے اتنی ہی حیرانی سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا اس سب سے"۔۔۔۔۔ سفیر نا سمجھی سے بولا۔

"مجھے اپنا چہرہ دیکھانے کی اجازت نہیں ہے۔ اس لئے یہ کام تم کرو گے۔۔۔۔ سفیان کے بولنے پر بدر کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"تم چاہتے ہو کہ وہ جو مجھ سے اتنی بد ظن ہے مزید بد ظن ہو جائے۔۔۔۔ بدر غصیلے لہجے میں بولا۔

"اس کا دل اپنی طرف سے کیسے صاف کرنا ہے یہ تمہیں سوچنا ہے۔ میرا کام ہدایات دینا ہے جن کو پورا کرنا تمہارا کام ہے۔۔۔۔ سفیان کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتا بولا۔

"اور وہ ہدایات بھی بتا دیجیے۔۔۔۔ بدر بھی طنز کرنے سے باز نا آیا۔

"آج شام تمہارا اور عزیزہ کا نکاح ہو گا۔ اور اگلے ایک ہفتے تک تم لوگوں کے پاسپورٹس بن کر آجائیں گے۔ تب تک عزیزہ کو منالو اس کام کے لئے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم اس کام میں ماہر ہو۔۔۔۔ سفیان مسکراتا ہوا بدر کو دیکھ کر بولا جس پر بدر تذبذب کا شکار تھا۔ نکاح تو دور کی بات عزیزہ تو اس کا چہرہ تک نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ ابھی وہ یہی سب سوچ رہا تھا کہ اس کے دماغ میں کوندا لپکا۔

"عزیزہ تو ابھی سولہ سال کی ہے۔ تو اس کا پاسپورٹ کیسے بنے گا۔۔۔۔ بدر اپنی الجھن ظاہر کرتا ہوا بولا۔

"اس کی فکر تم مت کرو یہ میرا کام ہے۔۔۔" سفیان اتنا کہتا سیل فون پر کال ملانے لگ گیا جبکہ سفیر الجھن زدہ سا باہر نکل گیا۔ اب اس کا رخ عزیزہ کے کمرے کی جانب تھا۔ گو کہ وہاں زیادہ لوگوں کا جانا منع تھا مگر چونکہ وہ ان سب کا ٹریز تھا اس لئے اس پر کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔

عزیزہ اپنے کمرے میں موجود تھی اور شائد کہیں جانے کے لئے تیار ہو رہی تھی جبھی اپنے بالوں کی فرنیچ ٹیل بنا رہی تھی۔ مہارت سے انگلیاں اس کے بالوں میں چل رہی تھیں جب عزیزہ کو آئینے میں بدر کا عکس ابھرتا نظر آیا۔

"پتا نہیں اینٹ بج گئی تھی میرے سر میں جو اس کے سامنے اقرار محبت کر بیٹھی جبکہ میرا مقصد تو کچھ اور تھا۔۔۔" بدر کے عکس کو اپنا خیال سمجھتی وہ بڑبڑائی جبکہ اس کی بڑبڑاہٹ بخوبی بدر نے سنی تھی جس پر وہ اپنی مسکراہٹ روکتا ہوا اندر چلا آیا۔ جبکہ عزیزہ بھی اپنا ہیئر اسٹائل مکمل کر چکی تھی۔

"اینٹ دماغ میں نہیں دل میں بجی تھی۔۔۔" بدر کے بولنے پر وہ یکدم اس کی جانب مڑی اور حیرانی سے دیکھنے لگی کہ وہ سچ میں یہاں پر موجود تھا۔ اس کے نزدیک اب شائد وہ اس کے سامنے نا آتا مگر وہ واقع بہت ڈھیٹ واقع ہوا تھا۔

"کیا کرنے آئے ہو تم یہاں۔۔۔" عزیزہ اس کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"ایک خوشخبری دینے کے لئے آیا ہوں"۔۔۔۔۔ بدر چہرے پر دلکش مسکراہٹ سجائے بولا جو اس وقت عزیزہ کو شدید زہر لگ رہی تھی۔

"آ۔۔۔ وہ دراصل آج شام ہمارا نکاح ہے سوچا تمہیں آگاہ کر دوں۔ تیار ہو جانا تم"۔۔۔۔۔ بدر کان کی لو کھجاتا بولا جس پر عزیزہ حیرانی سے اس کو دیکھنے لگ گئی۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گا مگر میرا نہیں ہے۔ جو تم جیسے جھوٹے، دھوکے باز اور اسمگلر سے شادی کر لوں"۔۔۔۔۔ عزیزہ ایک ابرو اچکا کر تڑاخ کر کے بولی جس پر بدر نے اپنی مسکراہٹ بمشکل ضبط کی۔

"یہ تمہارے باس ڈیمون کنگ کا آرڈر ہے۔ مجھے صرف بتانے کا کہا گیا تھا آگے تمہاری اپنی مرضی ہے۔ وہ تمہیں مزید معلومات نہیں فراہم کرے گا پھر تمہارے دشمنوں کے بارے میں"۔۔۔۔۔ بدر آرام دہ انداز میں بولا۔ جس پر عزیزہ کلس کر رہ گئی۔ اور وہ پیر پختی واک آؤٹ کر گئی۔ اب کہ اس کے عتاب کا شکار کنگ تھا۔ جبکہ بدر جمع اتنی دیر سے اپنی ہنسی ضبط کر رہا تھا وہ اب باقاعدہ ہنسنا شروع ہو چکا تھا۔

اس وقت اس چھوٹے سے گھر میں ہو کا عالم تھا۔ اور ایک نفس بیڑیوں میں جکڑا ہوا حالت میں موجود تھا۔ تبھی دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو سامنے وہی وہ سفاک شخص کھڑا تھا۔

"مجھے یہاں سے جانے کیوں نہیں دیتے ہو تم لوگ"۔۔۔۔۔ شائل اس شخص کو دیکھتے ہوئے بولی جواب جھک کر اس کے زخموں کو اب صاف کر رہا تھا۔

"آخر کو آپ نے مجھے کیوں یہاں قید کر کے رکھا ہے"۔۔۔۔۔ شائل شکستہ لہجے میں بولی۔ جبکہ وہ شخص ہنوز اس کے ہاتھ پر موجود خون کی لکیریں صاف کر رہا تھا جو خود کو آزاد کروانے کی کوشش میں زخمی ہو چکے تھے۔ جب اس نے روئی زخم والی جگہ پر رکھی تو شائل کے منہ سے بے اختیار سسکاری نکلی۔

جبکہ وہ اب اس زخم پر پٹی باندھ رہا تھا۔

"لو ہو گیا اب کھانا کھالو"۔۔۔۔۔ بنا کسی بات کا جواب دیئے کھانے کی ٹرے اس کے سامنے کر دی جس پر وہ اس کا منہ تکتے لگ گئی۔

"مجھے نہیں کھانا ہے"۔۔۔۔۔ شائل چہرہ موڑ کر بولی جس پر سفیان نے اب کہ ٹھنڈی آہ بھری۔

"میں اتنا اچھا بھی نہیں ہوں جتنا تم مجھے سمجھ رہی ہو! اس لئے چپ چاپ کھانا کھالو ورنہ تمہارے کمرے میں چوہے چھوڑ دوں گا۔ سفیان کی دھمکی کا بھی شائل پر کوئی اثر نہ ہوا۔

"تم سے بڑا کوئی چوہا ہے بھی نہیں جس نے ایک لڑکی کو ڈر کے مارے زنجیروں میں قید کر رکھا ہے۔ سفیان نے شائل کی جانب دیکھا تو بے اختیار عزیزہ یاد آئی۔ وہی لب لہجہ وہی انداز۔ بس لوگوں کا فرق تھا۔

"شائل دیکھو میں کہہ رہا ہوں کھانا کھالو پھر مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے یہاں"۔۔۔ سفیان لہجے کو قدرے نرم رکھتا ہوا بولا جبکہ شائل کے ماتھے پر بل پڑے۔

"آپ کو سمجھ نہیں آرہا ہے کہ مجھے کھانا نہیں کھانا۔ پتا نہیں کون ہیں آپ اور کیوں مجھے یہاں پر پچھلے دودنوں سے قید رکھا ہوا ہے۔ اور کیا چاہتے ہیں۔ مجھے امی ابو کے پاس واپس جانا ہے"۔۔۔ شائل اب کہ رونی صورت بنا کر بولی۔ جس پر سفیان نے لمبا سانس کھینچا۔

"دیکھو بہت جلد میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا مگر تھوڑا انتظار کرو۔ اور دماغ پر زور دو کہ شاید مجھے پہچاننے لگ جاو"۔۔۔ سفیان ذو معنی انداز میں بولتا اب اٹھ کر باہر چلا گیا تھا جبکہ شائل پیچھے سوچ میں گھر چکی تھی کہ اب یہ کون ہے جو آگیا ہے اس کی زندگی میں۔

سفیان اب لاؤنج میں آچکا تھا اور فون پر بر گئیئر سہیل کا نمبر ملا یا تھا۔

"سر میں نے میجر شجاع کی چھوٹی بیٹی ڈھونڈ لی ہے اور اس وقت وہ میری تحویل میں ہے"۔۔۔ اپنا مدعا بیان کر کے اب وہ ان کی طرف سے جواب کا منتظر تھا۔

"اس کو تم نے اغواء کروایا تھا۔ اوہ گاڈ میں پریشان ہو گیا تھا کہیں یہ کام گرافٹر کا تو نہیں"۔۔۔ سہیل بو جھل

سانس خارج کرتا بولا۔ جبکہ اس کی بات پر اب حیران ہونے کی باری سفیان کی تھی۔

"کیا مطلب سر آپ جانتے تھے کہ وہ کس جگہ ہے"۔۔۔ سفیان کی حیرت چھپائے بھی چھپ نہیں رہی تھی۔

"جی بالکل میں جانتا تھا اس کے بارے میں کیونکہ جن لوگوں کو ملی تھی انہوں نے اگلے ہی دن پولیس میں رپورٹ کروائی تھی اور پھر میں نے جا کر ان کو ساری تفصیل دی تھی۔ چونکہ ان لوگوں کی کوئی اولاد نہیں تھی اسی لئے انہوں نے شامل کو گود لے لیا تھا۔ رحمان پر پہلے ہی عزیزہ کی ذمہ داری تھی سو دو دو بچوں کا بوجھ نہیں ڈال سکتا تھا میں اس پر"۔۔۔۔۔ سہیل تفصیل دیتا ہوا بولا جبکہ سفیان حیرت زدہ یہ سب سن رہا تھا۔

"سر اس کا مطلب آپ نے ان دونوں بہنوں کو الگ رکھا ہوا ہے"۔۔۔۔۔ اب کہ سفیان اپنی حیرت پر قابو پا چکا تھا تبھی یہ سوال پوچھا۔

"ہاں آج کے دن کے لئے جب ہمارے دشمن نیست و نابود ہوں گے"۔۔۔۔۔ سہیل اٹل لہجے میں بولا۔

"او کے سر۔ اب آگے کیا آرڈرز ہیں"۔۔۔ سفیان بات سمیٹنے والے انداز میں بولا۔

"اس کو واپس چھوڑ کر آؤ جدھر سے لے کر آئے تھے۔ وقت آنے پر میں خود ہی اس کو بلالوں گا واپس"۔۔۔۔۔ سہیل اب کہ حتمی انداز میں بولا۔

"او کے سر"۔۔۔ سفیان نے اتنا کہہ کر فون بند کر دیا۔ اور اٹھ کر واپس کمرے میں آیا جہاں شامل بیٹھی ہوئی تھی۔ دو دنوں میں ہی وہ کملا گئی تھی مگر سفیان بنا کسی تاثر کے اس کو دیکھتا رہا اور قریب آیا اور اس کی زنجیر کو چابی کی مدد سے کھولنے لگا۔ جبکہ شامل چپ چاپ ساری کاروائی کرتی رہی۔

"چلو شاباش اٹھ کر منہ ہاتھ دھو لو اپنا"۔۔۔ سفیان اس کو چھوٹے بچوں کی طرح بولتا ہوا خود باہر جانے لگا مگر شامل کی آواز پر رک گیا۔

"اب کیا کرنے والے ہیں آپ"۔۔۔ شامل سنجیدگی سے بولی تو سفیان نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا۔

"تمہیں تمہارے گھر واپس چھوڑ کر آؤں گا اور اپنے ساتھ تو رکھنے سے رہا تم جیسی سائیکو پیٹھ کو! پانچ منٹ ہیں باہر اجاویہ ناہو کہ مجھے میرا ارادہ بدلنا پڑ جائے"۔۔۔۔۔ سفیان تنبیہی انداز میں بولتا باہر نکل گیا مگر شامل کو فی الوقت سائیکو پیٹھ کہنے پر جتنا غصہ آیا تھا اگر کوئی اور وقت ہوتا تو وہ اس کی ضرور خبر لیتی مگر فی الحال وہ جھٹ سے واشروم میں گھس گئی اور ٹھیک پانچ منٹ بعد وہ سفیان کے سر پر آدھمکی۔

"کتنی سست ہو تم"۔۔۔۔۔ سفیان اس کو دیکھتا ہوا بولا۔

"پورے پانچ منٹ بعد آئی ہوں میں"۔۔۔۔۔ شامل اپنی طرف سے بے تکی وضاحت دینے لگی۔

"پانچ منٹ تیس سیکنڈ پر آئیں ہیں آپ محترمہ! خیر چلیے چلتے ہیں"۔۔۔ سفیان کے اس طرح بولنے شامل کا دل کیا کہ پاس پڑا گلدان اس کے سر پر دے مارے مگر پھر ضبط کرتے ہوئے بولی۔

"اب ہم چلیں"۔۔۔ شامل کے بولنے پر سفیان اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں گاڑی میں ویٹ کر رہا ہوں یہ جیکٹ پہن کر آجا و باہر جلدی سے"۔۔۔ سفیان اس کو اتنا کہتا باہر چلا گیا جبکہ وہ پیچھے بس اس مغرور شخص کی پشت دیکھتی رہ گئی۔

شام کا ملگجاندھیرا چھا کر اب رات گہری چکی تھی جبکہ عزیزہ تنہا گراؤنڈ میں بیٹھی ہوئی تھی۔

جبھی اس کے پیچھے سفیر چلا آیا اور اس کو یوں کھڑا دیکھ کر گلا کھنکارتا ہوا قریب آکھڑا ہوا۔

"کیا سوچ رہی ہو؟ کہیں نکاح خواں کے بارے میں تو نہیں سوچ رہی تم"۔۔۔ بدر شیر لہجے میں بولا جبکہ عزیزہ نے اس کی بات سنی ان سنی کر دی۔ ہوا کے باعث اس کے چہرے کے اطراف میں بال اڑ رہے تھے اور اس سب سے بے نیاز وہ سامنے بہتی مصنوعی آبشار کو دیکھ رہی تھی۔ اچانک سے تیز ہوائیں چلنا شروع ہو گئی تھیں۔

"جس کام کے لئے ہم لوگ آگے جا رہے ہیں اس میں کوور ہی اسی صورت کا ہے جو بات میں نے تم سے کی ہے مگر تم میری بات کا غلط مطلب اخذ کر چکی ہو۔ اپنے پچھلے رویے پر میں شر مندہ ہوں اور معزرت خواہ ہوں۔۔۔۔۔ بدر سر جھکائے بولا تو عزیزہ کے تنے نقوش ڈھلکے۔

"میں پھر بھی تم سے شادی نہیں کروں گی چاہے یہ ٹاسک ہو یا کچھ اور۔۔۔۔۔ عزیزہ سر دلہجے میں بولی۔

"مگر کیا قباحت ہے مجھ سے شادی میں۔۔۔۔۔ جس انداز میں بدر نے یہ سوال پوچھا تھا عزیزہ حیران رہ گئی

تھی۔ اتنے لاچار دلہجے میں آج تک اس کو بولتے نہیں دیکھا تھا مگر جو سب کچھ ہو چکا تھا وہ سب سچ تھا یا حقیقت کچھ اور تھی مگر وہ اس سب کو سوچنا نہیں چاہتی تھی۔

"کیوں کہ مجھے اب تم سے کوئی تعلق نہیں رکھنا۔۔۔۔۔ عزیزہ ہنوز اسی لب و لہجے میں بولی۔

"عزیزہ میری بات سمجھنے کی کوشش کرو میں یہ ٹاسک تمہارے علاوہ کسی کو نہیں دے سکتا ہوں۔۔۔۔۔ بدر اس کو سمجھاتے ہوئے بولا جبکہ عزیزہ اب کی بار صحیح معنوں میں تپ چکی تھی۔

"مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننی ہے مجھے تم پر شک تھا کہ تم ہمیشہ سے ہی ایک دھوکے باز انسان ہو مگر آج مجھے

یقین بھی آگیا ہے اب میں کسی بھی کام میں تمہاری مدد نہیں کروں گی اور اگر تم نے مجھے مجبور کرنے کی کوشش

کی تو جان لے لوں گی تمہاری میں "۔۔۔۔۔ عزیزہ چلانے والے انداز میں بولتے ہوئے کسی بھری ہوئی شیرنی کا منظر پیش کر رہی تھی۔

"عزیزہ یہاں میری طرف دیکھو میری آنکھوں میں "۔۔۔۔۔ بدر اس کو دونوں بازوؤں سے تھامتا ہوا اس کا رخ اپنی طرف کر کے بولا جبکہ عزیزہ اس کو دیکھنے کی بھی روادار نہیں تھی۔

"مجھے نفرت ہوتی ہے تمہارے اس مکروہ چہرے سے کہیں یہ ناہو کہ میرے ہاتھ تمہارے خون سے رنگ جائیں بہتر ہے جانے دو مجھے "۔۔۔۔۔ ایک بار پھر سے وہ پھنکاری تھی۔ جبکہ بدر کا اگلا عمل اس کو چونکا دینے کے لئے کافی تھا۔

"ٹھیک ہے مارنا چاہتی ہو نا تم مجھے یہ لو مار لو اس پستول کی ساری گولیاں میرے سر میں اتار دو "۔۔۔۔۔ بدر از کے ہاتھ میں پستول پکڑا تا ہوا بولا۔

جبکہ عزیزہ نے بغیر کسی لرزش کے اس کے ہاتھ سے پستول لے لیا اور کھلے آسمان میں فائر کھول دیا۔
"تم کیا سمجھتے ہو کہ تمہیں اتنی آسان موت دوں گی میں تم سے بھی حساب برابر کروں گی مگر ابھی میری بہن تک تم ہی مجھے کے کر جاو گے تب تک کے لئے تمہیں زندگی کی ضمانت دے رکھی ہے میں نے "۔۔۔۔۔ پستول

کوزمین پر پھینکتے ہوئے وہاں سے چل گئی جبکہ رات کے اس پہر سناٹا ہونے کے باعث فائرنگ کی باوجود سے کوئی ہلچل ناہوئی جبکہ عزیزہ کے دل کی دنیا میں اس وقت لہروں کا طلاطم رقصاں تھا۔

"تمہیں میں کبھی نہیں مار سکتی سفیر! کبھی بھی نہیں کیوں آخر تمہارے سامنے میری ساری نفرتیں فنا ہو جاتی ہیں آخر کیوں ہوتا ہے میرے ساتھ ایسا"۔۔۔۔۔ دھیمے قدموں میں اب تیزی آگئی تھی اور وہ تیز تیز چلتے ہوئے خود سے سوال کر رہی تھی۔

"کیونکہ تم اس سے محبت کرتی ہو"۔۔۔۔۔ ذہن کے اک خانے نے اس کو یہ بتا کر ہلا کر رکھ دیا۔

"نہیں۔۔۔ نہیں میں نہیں کرتی اس سے محبت! محبت سے نفرت ہے مجھے"۔۔۔۔۔ اپنی ہی سوچ کو رد کرتی ہوئی وہ روش پر چلتی جا رہی تھی۔

"یہی سچ ہے تم اس کو جھٹلا نہیں سکتی ہو"۔۔۔۔۔ ایک بار پھر سے آواز ابھری اور اب کے اس کے قدم زنجیر ہو گئے مگر پھر بھی خود کو گھسیٹی وہ منوں بھاری ہوتے قدموں سے چل رہی تھی۔

"وہ مجھے کبھی بھی اپنی عزت نہیں بنائے گا نا وہ مجھے اپنائے گا"۔۔۔۔۔ آواز میں بے بسی سموئے وہ رک کر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ایک آنسو اس کی آنکھ سے نکل کر گال پر بہہ نکلا۔

"وہ مجھ سے محبت تو کر سکتا ہے مگر نبھائے گا نہیں"۔۔۔۔۔ تسلسل سے آسمان کو تکتے ہوئے وہ بول رہی تھی جبکہ آنسوؤں میں روانی آچکی تھی۔ جبکہ آسمان پر جو بادل سائیہ فگن تھے اب دھیرے دھیرے بوندیں برس رہے تھے جبکہ اس سب سے بے خبر وہ اپنی دنیا میں مگن تھی۔ آس پاس کیا ہو رہا تھا اس سب سے بے خبر وہ مسلسل آنسو بہا رہی تھی۔

"مجھے ماما بابا کا انتقام لینا تھا! چھوٹی کو ڈھونڈنا تھا یہ سب سفیر کی محبت میں مجھے دھول بنتا ہوا نظر آ رہا ہے میں کہاں جاؤں"۔۔۔۔۔ روانی کے ساتھ بہتے آنسوؤں میں اب کہ مزید شدت آگئی تھی جبکہ تیز ہوا کہ باعث جو بال ہوا سے پھڑپھڑا رہے تھے اب کہ گیلے ہونے کے باعث اس کے چہرے کے ارد گرد چپک گئے تھے۔

پھر اس کی آنکھوں کے سامنے اپنے بابا کا خون آلود وجود دلہرایا اپنی باپ کے خون آلود وجود سے کیا ہوا وعدہ یاد آیا اور یہ اعصاب کو شل کر دینے والی بارش رات کے اس پہر خون کی بارش میں تبدیل ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اسٹریٹ لائٹس کی روشنی میں اس کا چہرہ اب روح فنا کر دینے کی حد تک سرد ہو چکا تھا۔ ٹھنڈ کے موسم کی بارش بھی اس کے اندر کے دہکتے الاؤ کو بجھانا سکی تھی۔

جبکہ بارش کے قطروں کی آمد رکتی دیکھ کر ایک پل کو نظریں اٹھا کر سامنے دیکھا تو وہی دشمن جاں کھڑا تھا۔

"خود کو اتنا مت تھکا دو کہ لڑنے کی سکت ہی کھودو"۔۔۔۔۔ نہایت سرد لہجے میں کی گئی نصیحت پر عزیزہ دنگ رہ گئی تھی۔ ایک لمحے کو تو وہ ان سرد آنکھوں میں کھو گئی تھی مگر اگلے ہی لمحے وہ سنبھل کر بولی۔

"اپنے مقصد کے لئے جان بھی دینی پڑی تو دریغ نہیں کروں گی"۔۔۔۔۔ سرد لہجے میں عزیزہ بولی۔ دونوں سرد آنکھوں کا ایک دوسرے سے تصادم جاری تھا۔

"اگر جان دے دو گی تو جان لو گی کیسے"۔۔۔۔۔ پر سکون لہجے میں سامنے والے کا جواب سن کر عزیزہ کا بند دماغ کام کرنے لگا تھا۔

"تم بار بار کیوں آتے ہو میرے پیچھے"۔۔۔۔۔ اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے عزیزہ بولی۔

"کیونکہ قدرت نے سنہرے وقت کے پنوں میں مجھے تمہارا سا تھی لکھ دیا ہے"۔۔۔۔۔ جتنے پر سکون انداز میں سفیر نے یہ سب بولا تھا اتنی ہی حیرانی سے عزیزہ نے آنکھیں بڑی کی تھیں جو رونے کے باعث سو جھ چکی تھیں اور ناک لال ہو چکی تھی۔ اس وقت سفیر کو وہ وہی پانچ سالہ بچی لگی تھی جو روتے ہوئے لال ہو جایا کرتی تھی جتنی پیاری وہ اس کو تب لگتی تھی اتنی ہی پیاری اب لگ رہی تھی۔

"ایسا میں کبھی نہیں ہونے دوں گی"۔۔۔۔۔ عزیزہ دانت کچکچا کر بولی کہ وہ صرف ایک مقصد کے تحت ہونے والے نکاح کی بنیاد پر اس پر زندگی بھر کے لئے مسلط ہونے کے درپہ تھا۔

"یعنی کہ قدرت کے فیصلوں سے بغاوت کرو گی تم"۔۔۔۔۔ پر سکون انداز میں سفیر بولا۔

جس پر بدر نے اس کو اپنی طرف کھینچا اور عزیزہ نے بمشکل اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے خود کو ٹکمرانے سے بچایا تھا۔

"بدر سفیر عزیزہ شجاع حیدر کو تم سے کبھی بھی محبت نہیں ہو سکتی ہے! کم سے کم اس دنیا میں تو کبھی نہیں۔۔۔۔۔ اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ بولی۔

"میں اس جگہ تمہارا انتظار کروں گا جہاں نفرتیں اپنا دم توڑ چکی ہوں گی"۔۔۔ اتنا کہتا بد رر کا نہیں اور چھتری اس کے ہاتھ میں پکڑا کر رخ موڑ کر تیز تیز قدم اٹھاتا چل دیا۔ خود وہ ہڈیوں کو جماتی بارش میں یو نہی جا رہا تھا عزیزہ اس کو بھیگتی بارش کے منظر میں گم ہوتا دیکھ کر ایک بار پھر سے چل پڑی۔

اس وقت صرف یہ دو نفوس یہاں پر موجود تھے اور ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔
"کیسی ہو تم ریحہ! بہت مزے میں لگ رہی ہو"۔۔۔۔ شہر وز پر اسرار انداز میں مسکراتا ہوا بولا جس پر لونگہ نے
تذبذب کا شکار ہوتے اس کی جانب دیکھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔ آپ بتائیں کیسے آنا ہوا آپ کا"۔۔۔۔ لونگہ قدرے سنبھلے ہوئے انداز میں بولی وگرنہ
گرفٹر کا انداز صریح دھمکی والا تھا۔

"جانتی ہوں میرا بازو کاٹ دیا گیا ہے"۔۔۔۔ شہر وز جب بولا تو اس کے انداز میں کرب کے ساتھ وحشیانہ پن
تھا۔

"کیا مطلب میں سمجھی نہیں"۔۔۔۔ لونگہ اس کی بات پر حیران ہوتی ہوئی بولی۔
"میرے جان سے پیارے بھائی کو بے دردی سے قتل کر دیا گیا تمہیں خبر نا ہوئی"۔۔۔۔۔ شہر وز کا بولنے کا انداز
اب مزید سنجیدگی اختیار کر گیا تھا جس پر بے اختیار لونگہ نے تھوک نگلا۔

"جی۔۔۔ مجھے پتا چلا تھا بہت افسوس ہوا مجھے اس بات کا"۔۔۔۔۔ لونگہ ہکلاتے ہوئے بولی۔

"تو تمہیں یہاں کس لئے بھیجا ہوا تھا۔ اس کی حفاظت کے لئے نا مگر تم سے وہ کام تو ہوا نہیں۔ دوسرا اس ایجنسی
کے قابل ترین لوگوں کو اپنی طرف راغب کر کے شیطان کا پجاری بنانا تھا۔ مگر تم سے تو یہ سب نا ہو سکا۔ اب

تمہارا کوئی فائدہ نہیں ہے مجھے سو کام تمام کرتے ہیں"۔۔۔۔۔ جتنے آرام سے شہر وز نے یہ بات کی تھی سن کر لونکہ کی ریڑھ کی ہڈی سنسنا گئی تھی۔

"میں۔۔ میں کوشش کر رہی ہوں بہت جلد آپ کو کوئی خبر لا دوں گی"۔۔۔۔۔ لونکہ کی گھبراہٹ بھری آواز ابھری جس پہ شہر وز کا بلند آواز قہقہہ گونجا جبکہ اس کے ساتھ ہی گولیوں کی آواز سے پورا گھر لرز گیا۔ شہر وز اپنی پوری میگزین لونکہ پر خالی کر چکا تھا اور اس کا بے جان وجود زمین بوس ہو گیا تھا۔ خون بھل بھل کر باہر آ رہا تھا۔

"تمہارا وقت ختم ہو چکا تھا۔ اب تم ہمیشہ کیلئے آرام کرو"۔۔۔۔۔ شہر وز اتنا کہتا باہر کو بڑھ گیا اور گارڈ کو اندر کی صفائی کرنے کا کہا

"ہیلو کوریگن! کیسے ہو۔۔۔ مجھے ایک ضروری کام ہے تم سے ملنا ہے کیا تم آ سکتے ہو"۔۔۔۔۔ شہر وز فون پر جتنے آرام سے بات کر رہا تھا اس گھر کے درودیوار بھی اس کی سفاکیت پر حیران تھے۔

"اگلے ہفتے آؤں گا میں تم سے ملنے انتظار کرنا میرا"۔۔۔۔۔ دوسری جانب سے بارعب آواز ابھری جس پر شہر وز اثبات میں سر ہلا گیا۔

سفیر کل رات والے واقعے کے بعد سے عزیزہ کے سامنے نہیں آیا تھا جبکہ عزیزہ نے بھی اس سے کوئی ملاقات نہیں کی تھی۔ نجانے زندگی اتنی بے رحم کیوں ہو گئی تھی کہ ان لوگوں کو یہ سب دیکھنا پڑ رہا تھا۔

"عزیزہ تمہیں باس بلارہے ہیں"۔۔۔۔ ایک جوئیر لڑکی اس کے کمرے میں آتی ہوئی بولی جہاں پر وہ معمول کے برخلاف بیٹھی کاغذ پر قلم گھسیٹ رہی تھی۔

"اچھا میں آرہی ہوں"۔۔۔ عزیزہ اتنا کہتی سامان کو سائیڈ ٹیبل میں رکھ چکی تھی۔ اور اپنا کوٹ اٹھاتی باہر کی جانب رخ کر گئی۔ آج بھی راہداری میں اس کے قدموں کی چاپ سے ارتعاش پیدا ہو رہا تھا۔ اس سب سے بے نیاز وہ چلتی جا رہی تھی۔ کجا اس کو اپنے حال کی بھی فکر نہیں تھی۔ روئی روئی آنکھیں، بے ترتیب انداز میں کھلے بال اور شکستہ چہرہ لئے وہ چلتی جا رہی تھی۔ صبح کا وقت ہونے کی وجہ سے راہداری میں لوگوں کی آمد و رفت نا ہونے کے برابر تھی وگرنہ اس کو اس حال میں دیکھ کر وہ لوگ حیران ضرور ہوتے۔ آفس کے دروازے پر پہنچ کر دستک دینے کی بجائے عزیزہ سیدھی اندر چلی آئی جہاں پر وہی مغرور شخص اپنے ازلی انداز میں موجود تھا۔

"مجھے یاد کرنے کی کوئی خاص وجہ"۔۔۔ ایک ایک لفظ چبا کر ادا کرتی ہوئی وہ بولی۔

"آپ یاد کرنے کے ہی قابل ہیں ڈیر عزیزہ"۔۔۔۔۔ مقابل کے اس جملے پر عزیزہ مزید بھڑک اٹھی اور ٹیبل پر پڑا کافی مگ اٹھا کر دیوار میں دے مارا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ یہ کپ سامنے کھڑے شخص کے سر میں دے مارے۔

"آرام سے پر سکون ہو جاؤ۔ اتنی ٹھنڈ میں بھی اتنا غصہ صحت کے لئے اچھا نہیں ہوتا ہے ڈیر"۔۔۔۔۔ سفیان اس کے بگڑے ہوئے تاثرات دیکھتے ہوئے بولا۔

"کام بتائیے"۔۔۔۔۔ صرف دو لفظی جملہ ادا ہوا عزیزہ کے منہ سے۔

"کام تمہیں سفیر بتا ہی چکا ہے! بس کچھ دیر میں رجسٹرار آجائیں گے تب تک اپنا یہ حلیہ کم سے کم درست کر لو"۔۔۔۔۔ سفیان اس کے چہرے کے تاثرات کی فکر کئے بغیر بولا جہاں اب دنیا جہاں کی سرد مہری چھا چکی تھی۔ جبکہ عزیزہ نے کمرے میں موجود آئینے میں عکس دیکھا تو ایک دم کو خود بھی ٹھٹک گئی۔ یہ جو حال تھا یہ عزیزہ کا ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ یہ عزیزہ تو تھی ہی نہیں۔ بنا کوئی جواب دیئے وہ کمرے سے باہر نکل گئی اور ایک بار پھر سنسان راہداری میں ارتعاش پیدا کر گئی جبکہ سفیان اس کی ساری حرکات کیمرے میں نوٹ کر رہا تھا۔

لپٹنے میں شرابور وجود لئے وہ پچنگ بیگ پر مکے برسائے جا رہا تھا۔ گردن کی رگیں تن چکی تھیں جبکہ آنکھوں میں سرخ ڈورے لہرا رہے تھے۔

"اب وہ دن دور نہیں جب تمہاری گردن میرے ہاتھ میں ہوگی"۔۔۔ ہم سب کی زندگیوں میں زہر گھول کر اتنے سالوں سے آرام کر رہے ہو اب تمہارا جانے کا وقت آچکا ہے"۔۔۔ مسلسل پیچ کرتے وہ بڑبڑا رہا رہا۔ آنکھوں کے سامنے صالحہ کا چہرہ لہرا رہا تھا جو بے ہوشی کے عالم میں اس سے دور جا رہی تھی۔

"میں اس کو نہیں بچا سکا مگر مجھے یقین ہے کہ وہ محفوظ ہوگی"۔۔۔ رایان خود کلامی کرتے ہوئے بولا۔

جبکہ دوسری جانب دیکھو تو سفیر اپنے کمرے میں جلے پیر کی بلی کی طرح چکر کاٹ رہا تھا۔ دائیں سے بائیں! بائیں سے دائیں۔

"سفیر فوری میرے کمرے میں آؤ"۔۔۔ کان میں لگے ایئر پیس میں سفیان کی آواز گونجی جس پر وہ منہ کے زاوے بگاڑتا باہر نکل گیا۔ جو راہداری سفیان کے آفس کو جاتی تھی اس میں سفیر سے چار قدم آگے عزیزہ چل رہی تھی۔ اس کے لمبے سیاہ بال پشت پر آبشار کی طرح بکھرے ہوئے تھے اور اس کے چلنے کی وجہ سے لہرا رہے تھے جبکہ عزیزہ بھی قدموں کی چاپ سے اندازہ لگا چکی تھی کہ یہ سفیر ہے۔ دونوں کے قدم اب ملنے لگ گئے

تھے اور سفیر پہلی نظر ہی عزیزہ پر پڑتے حیران پریشان سارہ گیا تھا۔ آج سے پہلے کبھی اس کو اتنا تیار جو نادیکھا تھا جانے اس کا آگے کیا ارادہ تھا اور سفیان نے اس کو کیوں بلایا تھا۔

دونوں کے قدم آفس کے باہر کے جس پر ان کا ٹکراؤ ہوتے ہوتے بچا۔ جب کہ سفیر نے اشارے سے عزیزہ کو پہلے جانے کا کہا جس پر وہ بے نیاز انداز میں ناک کی سیدھ میں چلتی بنی۔ جبکہ اس کے پیچھے سفیر بھی اندر آچکا تھا جبکہ وہاں سفیان کے علاوہ پانچ اور لوگ بھی تھی۔ اس کے چہرے پر ہمیشہ کی طرح نقاب تھا۔ ان لوگوں میں ایک نکاح خواں جبکہ دوسرا وکیل، اور باقی تین سفیان سمیت گواہان کے طور پر موجود تھے۔

"مولوی صاحب نکاح پڑھنا شروع کیجئے"۔۔۔ سفیان کی بھاری آواز گونجی۔ جبکہ سفیر ہکا بکا یہ سب دیکھ رہا تھا۔

"ایک منٹ! یہاں پر کس کا نکاح ہو رہا ہے"۔۔ سفیر تڑبڑ کا شکار تھا تبھی بول پڑا۔

جبکہ وہاں موجود باقی تمام لوگوں نے اس کو کن نظروں سے دیکھا تھا عزیزہ کی ہنسی چھوٹے چھوٹے پچی۔

"مولوی صاحب مجھے لگتا ہے کہ پہلے لڑکے کی مرضی بھی پوچھ لیں"۔۔۔ اب کی بار بولنے والا رایان تھا جو

آفس کے دروازے سے اندر آتا ہوا بولا جس پر سفیر نے اس کو شکایتی نظروں سے گھورا۔

"میں مذاق نہیں کر رہا"۔۔۔ سفیر سنجیدہ انداز میں بولا۔

"بیٹے ہم بھی مذاق نہیں کر رہے اگر آپ کو عزیزہ شجاع حیدر سے نکاح کرنے میں کوئی مسئلہ ہے تو منع کر دیں"۔۔۔۔۔ اب کی بار بولنے والے مولوی صاحب تھے جبکہ رایان ان کی بات سن کر رخ موڑ گیا اور ہنسنے لگا۔

"نہیں مجھے کیا مسئلہ ہو گا"۔۔۔۔۔ سفیان جلدی سے بولا مبادہ فیصلہ تبدیل ہو جائے۔

"عزیزہ شجاع حیدر کیا آپ کو بدر سفیر احمد سے نکاح سکھ رانج الوقت دس لاکھ روپے بعوض حق مہر قبول ہے"۔۔۔۔۔ مولوی صاحب اتنا کہہ کر اب اس کے جواب کے منتظر تھے۔

(بدر سفیر آج سے میری اور تمہاری راہیں الگ الگ ہیں)

"قبول ہے"۔۔۔۔۔ چند سیکنڈ کے بعد عزیزہ کی آواز کمرے میں ابھری۔

"کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے"۔۔۔۔۔ مولوی صاحب نے ایک بار پھر استفسار کیا جس پر عزیزہ کے اگلے جواب نے سب کو ہی حیران کر دیا۔

"ایک بار قبول ہے بولنے سے بھی نکاح ہو جاتا ہے! دوسری تیسری بار پوچھ کر میرا ارادہ بدلنا چاہتے ہیں کیا آپ"۔۔۔۔۔ عزیزہ سرد نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی جس پر مولوی صاحب منہ کھولے اس کو دیکھنے لگ گئے۔

"چلیے مولوی صاحب اب لڑکے سے بھی پوچھ لیں لڑکی تو ہماری راضی ہے۔۔۔۔۔ رایان بات سنبھالتا آخر میں سفیر کو چھیڑنے والے انداز میں بولا۔

"مجھے بھی قبول ہے"۔۔۔ ابھی مولوی صاحب نے پوچھا بھی نہیں تھا جب سفیر بول پڑا جس پر مولوی صاحب حیران پریشان سوچنے لگ گئے کہ یہ دلہا دلہن کا آگے جا کر کیا بنے گا۔

"چلیے ٹھیک ہے اب اس نکاح نامے پر تم دونوں دستخط کر دو"۔۔۔۔ شاہنواز جو کہ وکیل ہونے کے ساتھ ساتھ سفیان کا دوست بھی تھا ان دونوں کو دیکھ کر بولا مبادہ وہ لوگ خود ہی نابول اٹھیں "دستخط کہاں کروانے ہیں"۔

عزیزہ نکاح نامے پر سائن کرتی کمرے سے باہر نکل گئی جبکہ سفیر پیچھے کھڑا سائن کر رہا تھا۔

[illegible]

"ہاں خود تو بیستیس سال کے بڑھے ہو کر بھی شادی کرنے کا خیال نہیں آیا تمہیں"۔۔۔۔ سفیر بھی طنزیہ انداز میں بولا جس پر وہاں موجود تمام افراد ہنس دیئے۔

جبکہ دوسری جانب عزیزہ کے دماغ میں ماضی کی سنہری و تاریک دونوں یادیں گڈ مڈ ہو رہی تھیں! وہ فرق نہیں کر پار ہی تھی کہ کونسی یاد زیادہ حاوی ہے اس پر۔

جبکہ ایجنسی میں مچی ہوئی بھگدڑ اور شور سن کر اسٹوڈنٹس کے ہجوم کی طرف بڑھی۔ سب اسٹوڈنٹس اس کو دیکھ کر ایک طرف کو ہو گئے۔ جبکہ سامنے کا منظر دیکھ کر عزیزہ کو اپنی آنکھوں پر یقین نا آیا۔ سامنے لونگہ کی لاش پڑی تھی اور چہرے کا رنگ بھی بدلا ہوا تھا۔

شائل جو کہ پچھلے دو دنوں سے بیمار تھی آج تھوڑی طبیعت سنبھلی تو اٹھ کر کمرے سے باہر آچکی تھی۔ کم عمر ہونے کے سبب وہ خوف کے باعث بیمار پڑ چکی تھی۔ جبکہ جو بہادری اس نے سفیان کے سامنے دیکھائی تھی وہ اس کے باپ کے خون کی بدولت ہی تھی۔

"امی مجھے آپ سے ایک بات پوچھنی ہے"۔۔۔۔۔ صائمہ جو کہ سبزی کاٹ رہی تھی اس کی بات پر رک گئی اور اس کی جانب متوجہ ہو گئی۔

"ہاں بولو میں سن رہی ہوں"۔۔۔۔۔ صائمہ اس کے تاثرات جانچنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔

"سفیان کون ہے"۔۔۔۔۔ وہی سوال جس سے وہ کترار ہی تھیں شائل کر بیٹھی تھی۔

"ابھی ان سب باتوں کا وقت نہیں ہے تم ابھی چھوٹی ہو"۔۔۔۔۔ صائمہ ذو معنی انداز میں بولی تو شائل منہ بنا گئی۔

"امی مجھے بتائیں کہ آپ اور بابا یہ سب کیوں کر رہے ہیں؟ ایک آدمی آتا ہے مجھے اغواء کرتا ہے اور پھر گھر واپس چھوڑ کر جاتا ہے اور آپ لوگ اس کو بٹھا کر چائے تک پلاتے ہیں، آخر یہ سب کیوں ہو رہا ہے۔۔۔۔۔" شامل تیز آواز میں بولی جس پر صائمہ کا جھکا سر مزید جھک گیا۔

"ایسا نہیں ہے جیسا تم سوچ رہی ہو بیٹا۔۔۔۔۔" ابھی صائمہ اتنا ہی بولی تھیں کہ شامل کے جملے پر ہکی بکی رہ گئی۔

"اگر آپ کی یہاں پر اپنی سگی اولاد ہوتی تو آپ کا رد عمل اس کے برعکس ہوتا مگر آج پتا چل چکا ہے کہ سوتیلا سوتیلا ہی رہتا ہے۔۔۔۔۔" شامل اتنا کہتی رکی نہیں اور تن فن کرتی کچن سے نکل گئی جبکہ صائمہ کی آنکھوں میں نمی کے باعث دھند چھا گئی۔

"کیسا لگا پھر استنبول تمہیں آئے۔۔۔۔۔" عمار جو اس کو ٹیس میں گم سم کھڑا دیکھ کر پاس آتا ہوا بولا تو اس کی آواز پر آئےل ٹھٹکی۔ یہ ان کی پہلی باضابطہ ملاقات تھی جس میں آئےل کو وہ بہت جانا پہچانا لگا مگر حلیہ انجان تھا۔

"اچھا ہے۔۔۔۔۔" دو لفظی جواب دے کر آئےل پھر سے سامنے دیکھنے لگ گئی۔

"مگر تم یہاں پر ایسے کیوں کھڑی ہو اکیلے۔۔۔۔۔" عمار اس کے اداس چہرے پر نظریں دوڑاتا بولا۔

"کچھ نہیں بس ایسے ہی۔۔۔۔۔" آئےل نے بے تکا سا جواب دیا۔

"اگر تم چاہو تو اپنے احساسات مجھ سے بیان کر سکتی ہو کیونکہ میں ایک سائیکاٹرسٹ بھی ہوں"۔۔۔۔ عمار کے بولنے پر آنزل نے اس کو جن نظروں سے دیکھا تھا عمار سمجھ نہیں پایا تھا کہ اس نے شاید کچھ غلط کہہ دیا ہو۔

"میں پاگل نہیں ہوں! ناہی مجھے کسی سائیکاٹرسٹ کی ضرورت نہیں ہے"۔۔۔۔ آنزل سنجیدہ مگر سرد آواز میں بولی تو عمار کو اپنی غلطی سمجھ آئی۔

"میرا وہ مطلب نہیں تھا۔ تم غلط سمجھ رہی ہو"۔۔۔۔ آنزل کے جواب پر عمار حیران ہوتا ہوا بولا۔

"آپ کا جو بھی مطلب تھا اس سے مجھے کوئی مطلب نہیں ہے"۔۔۔۔ آنزل بھی رکھائی سے جواب دیتی ہوئی بولی۔

"اچھا آپ غصہ تو نا کریں اب"۔۔۔۔ عمار صلح جو انداز میں بولا۔

"میں غصہ نہیں کر رہی! جھوٹ مت بولیں"۔۔۔۔ آنزل بنا اس کی جانب دیکھے ریلنگ پر ہتھیلیاں جمائے بولی۔

"اچھا تو پھر کیا کر رہی ہیں"۔۔۔۔ عمار بھی دوبا بولا۔

"آپ کو برداشت"۔۔۔۔ اب کی بار آنزل بھی تنک کر بولی جس پر عمار ہونق بنا اس کی شکل دیکھنے لگ گیا۔

"اللہ نا کرے آپ کو مجھے برداشت کرنا پڑے"۔۔۔ عمار کانوں کو ہاتھ لگاتا ہوا بولا۔ جبکہ آنزل اس کی اداکاری پر اف کر کے رہ گئی۔

"اچھا چلیں بتائیں گرین ویچ یونیورسٹی کیسی لگی آپ کو"۔۔۔۔ عمار اب اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔ جبکہ آنزل کی آنکھوں کے سامنے بٹلر کا چہرہ لہرایا جس پر اس نے عمار کی جانب غور سے دیکھا جیسے کچھ جانچنا چاہ رہی ہو۔

جس پر ایک لمحے کو عمار بھی گڑبڑا گیا۔

"اب ایسا بھی کچھ نہیں کہہ دیا میں نے جو آپ مجھے ایسے دیکھ رہی ہیں"۔۔۔۔ عمار کھسیانے انداز میں بولا۔ جبکہ آنزل بنا کچھ کہے اندر کی جانب چلی گئی۔

لوئہ کی موت کے بعد سے ایجنسی میں کافی سناٹا تھا۔ جو اسٹوڈنٹس گھروں سے آئے تھے ان کو واپس بھیج دیا تھا اور ہاسٹلائزڈ اسٹوڈنٹس کو ہاسٹل میں رہنے کی تاکید کی گئی تھی۔ اس وقت ایک میٹنگ بیٹھی تھی جس کا ہیڈ رایان تھا جبکہ سفیر، عزیزہ اور سفیان بیٹھے اس کو سن رہے تھے۔

اب اس کا رخ لان میں بنے فوارے کی طرف تھا جس کے اطراف میں پتھر لگے ہوئے تھے۔ ان پتھروں پر پانی پڑ رہا تھا اور وہ بھیگ رہے تھے۔ عزیزہ اس منظر کو مسمرانہ ہو کر دیکھ رہی تھی۔

"پتھر پر بھی پانی پڑے تو اس میں سراخ ہو جاتا ہے! تمہارا دل لوہے کا ہے کیا۔۔۔۔۔" سفیر کی آواز سن کر اس نے مڑ کر دیکھا۔

"لوہے پر پانی پڑے تو اس کو زنگ لگ جاتا ہے! رہی میرے دل کی بات تو یہ مٹی کا بنا ہے! جس میں ہزاروں پانیوں کو پی جانے کی طاقت ہے۔۔۔۔۔" عزیزہ سرد انداز میں بولی۔

"مگر پھر بھی بنجر ہے تمہارے دل کی زمین۔۔۔۔۔" سفیر بھی خفا لہجے میں بولا۔

"بنجر تھی نہیں بنائی گئی ہے۔۔۔۔۔" عزیزہ بھی دوبا دوبا بولی جس پر سفیر نے تاسف سے سر جھٹکا کہ بحث میں اس سے کوئی نہیں جیت سکتا تھا۔

اور پھر اٹھ کر اس کی پشت پر بکھرے بال اک جانب کر کے اس کے گلے میں ایک پینڈنٹ پہنا دیا جس میں ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ سفیر کی اس حرکت پر عزیزہ شاکڈ ہوئی۔

"تحفہ ہے تمہارا میری طرف سے"۔۔۔۔ سفیر اس کی حیرانی کم کرنے کی غرض سے بولا۔ جبکہ اس کا اتنا کہنا تھا عزیزہ ٹرانس کی کیفیت سے باہر آئی اور پینڈنٹ کو نوچنے والے انداز میں اتار کر سفیر کے پیروں میں پھینک دیا۔ ناچنے کے باعث اس کی سفید گردن پر سرخ رنگ کی باریک لکیر چھپ گئی تھی۔

"مجھے تمہاری حرام کی کمائی کی ایک چیز بھی نہیں درکار! سنبھال کر رکھو یہ سب"۔۔۔۔ عزیزہ چلانے والے انداز میں بولی جبکہ سفیر بھی اب صحیح معنوں میں اشتعال میں آچکا تھا۔

عزیزہ کو ایک بازو سے دبوچتے اپنے قریب کیا جس پر وہ مزاحمت کرنے لگ گئی۔

"چھوڑو مجھے جنگلی انسان"۔۔۔۔ اس کے ہاتھوں میں اپنے دانت گاڑھتی ہوئی وہ بولی جبکہ سفیر ایک نئے لقب پر حیران رہ گیا۔

"میری کمائی میں ایک پائی بھی حرام کی نہیں ہے! اس لئے آئندہ سے یہ سب بولنے کی کوشش مت کرنا"۔۔۔۔ سفیر اس کو سخت تاثرات سے دیکھتا ہوا بولا جن کا عزیزہ پر کوئی اثر نہ ہوا۔

"قتل، ڈرگ ڈیلنگ اور اسمگلنگ کی کمائی تمہاری کتاب میں حلال ہوتی ہوگی میری میں نہیں"۔۔۔۔ عزیزہ اس سے تیز آواز میں بولی جبکہ سفیر کا دباوا اس کی بازو پر مزید بڑھ گیا تھا۔ جس پر عزیزہ نے اس کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا اور اپنا بازو چھڑوانے کی کوشش کرنے لگی۔ اپنے دوسرے ہاتھ کے ناخنوں میں لگے بلیڈ کو

اس کے بازو پر بری طرح مارا جس پر ایک لمحے کو سفیر کی گرفت ڈھیلی پڑی مگر اگلے ہی لمحے وہ عزیزہ کا دوسرا بازو بھی جکڑ چکا تھا۔ جبکہ اس کے بازو سے نکلتا خون شرٹ کو رنگین کر گیا تھا۔

"اس دن کو میں یاد رکھوں گا"۔۔۔ سفیر مدھم مدھم کی آمیز لہجے میں بولا۔ اور ایک جھٹکے سے عزیزہ کو چھوڑا اور زمین پر پڑا پینڈنٹ اٹھا کر اندر کی جانب بڑھ گیا۔

اگلی صبح اپنے جو بن پر طلوع ہو چکی تھی جبکہ دلوں میں چھائی سرد مہری ابھی تک ویسے ہی برقرار تھی۔

عزیزہ بھی اپنی پیکنگ مکمل کر چکی تھی جبکہ دوسری جانب سفیر سفیان کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔

"لگتا ہے کافی غصہ ہے وہ تم پر"۔۔۔ سفیان اس کی بازو پر بندھی پٹی کو دیکھتا ہوا بولا جو کہ ہاف سیلوس میں سے واضح نظر آرہی تھی۔

"ہاں مگر ابھی ڈیمون کنگ کی اصلیت کھلنے پر کتنی غصہ ہوگی اس کا علم نہیں ہے مجھے"۔۔۔ سفیر افسردہ لہجے میں بولا تو سفیان نے بمشکل اپنا قبضہ ضبط کیا۔

"اچھا مجھے نا ایک کام سے جانا ہے! تب تک تم اپنی پیکنگ کر لو"۔۔۔ سفیان اٹھ کر باہر چلا گیا جبکہ سفیر ٹریننگ سینٹر میں چلا گیا۔

جس جگہ باکسنگ بیگ لٹکا ہوا تھا وہاں پر کچھ دیر کھڑے باقی ٹرینرز کو باکسنگ کرتا دیکھتا رہا پھر سب کو وہاں سے جانے کا کہہ کر سرخ رنگ کی پٹیاں اٹھالیں اور اپنے ہاتھوں پر لپیٹنے لگا۔ جبکہ باقی کے ٹرینرز حیرانی سے اس کو دیکھنے لگ گئے کے اتنی گہری چوٹ لگی ہونے کے باوجود وہ باکسنگ کرنے کے لئے تیار کھڑا تھا۔ اور اب وہ باقاعدہ طور پر باکسنگ بیگ پر مکے برسانا شروع ہو چکا تھا۔ اس کے دماغ میں عزیزہ کے کہے گئے الفاظ اور باتیں گھوم رہی تھیں اور کل رات والا منظر یاد آتے ہی وہ مزید غصے میں آ گیا تھا۔

جبکہ عزیزہ جو کسی کام سے یہاں گزر رہی تھی اس کو یوں دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔ بازو پر بندھی پٹی اب سرخ ہو چکی تھی اور اس میں سے قطرہ قطرہ خون بہہ رہا تھا۔ جبکہ باقی سب لوگوں کو ایسے کھڑا دیکھ کر اس کے ماتھے پر بل پڑے۔ اور دروازہ وا کرتی وہ اندر آ چکی تھی۔

"آپ سب لوگ یہاں سے جائیے! آپ کی شوٹنگ ٹریننگ کا وقت ہو چکا ہے۔۔۔۔۔ بلند آواز میں کڑے تیوروں سے ان سب کو گھورتی وہ بولی تو وہ لوگ وہاں سے چلے گئے۔ جبکہ بدر کے مکوں میں مزید تیزی آ چکی تھی۔ جبکہ عزیزہ ہچکنگ بیگ کو دونوں ہاتھوں سے سامنے کی جانب سے تھام چکی تھی۔

"خود کو اتنا مت تھکا دو کہ لڑنے کی سکت ہی کھودو۔۔۔۔۔ عزیزہ بولی تو بدر نے استہزائیہ انداز میں سر جھٹکا۔

"تم یہاں پر کیوں آئی ہو۔۔۔۔۔ بے گانہ لہجے میں سفیر بولا۔

"اپنی خوشی سے تو نہیں آئی ہوں"۔۔۔۔۔ پانی کی بوتل بدر کی جانب بڑھاتی ہوئی وہ بولی جس کو بدر نے تھام لیا۔ اب وہ فرسٹ ایڈ باکس لا کر گھٹنوں کے بل جھک کر اس کے سامنے بیٹھ چکی تھی اور اس کی پٹی اتار رہی تھی جو خون سے تر ہو چکی تھی۔

"خوشی سے تو میں بھی یہاں نہیں آیا"۔۔۔۔۔ نجانے کس سوچ کے تحت بدر بولا۔

"اگر کچے زخموں کو کریدو گے تو سراسر نقصان ہی اٹھاو گے"۔۔۔۔۔ عزیزہ اب زخم کو روئی سے صاف کرتی ہوئی بولی۔

"زخم دینے والے کو یہ باتیں زیبا نہیں دیتیں"۔۔۔۔۔ سفیر نے اپنی اس بات پر عزیزہ کے ہاتھوں کی حرکت کو واضح طور پر تھمتی محسوس ہوئی مگر اگلے ہی پل پھر سے حرکت کرنے لگیں۔ اب وہ روئی رکھ کر خون کو روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"زخم دینے کی بھی کوئی وجہ ہوتی ہے! اور یوں لوگوں کے سامنے زخموں کو ادھیڑو گے تو اپنا ہی تماشا بناو

گے"۔۔۔۔۔ اب کی بار پٹی کو بازو کے نچلے حصے سے گزارتی ہوئی عزیزہ بولی۔

"وجہ جو بھی ہو زخم تکلیف دیتا ہے"۔۔۔۔۔ بدر بھی دو ٹوک لہجے میں بولا۔

"زخموں کا موازنہ کرنے بیٹھے تو میرا پلڑا بھاری ہو گا!"۔۔۔۔۔ پٹی مکمل طور پر بندھ چکی تھی۔ عزیزہ فرسٹ ایڈ باکس بند کرتی ہوئی بولی۔

"کل ہم لوگ شام کی فلائیٹ سے نکل رہے ہیں۔ تیار رہنا"۔۔۔ عزیزہ اس کو تاکید کرنے والے انداز میں کہتی باہر نکل گئی۔

"وہ آگیا ہے!۔۔ اس کو راستہ دکھاو"۔۔۔ ہشام جو کہ مودب انداز میں کھڑا تھا اس کو حکم صادر کرتے شہروز نے گہرا کش چھوڑا۔

جبکہ دوسری جانب سفیان کان میں لگی ایئر پیس میں تمام تر گفتگو سن رہا تھا مگر چہرے کے تاثرات سنجیدہ رکھتے ہوئے چلتا جا رہا تھا۔

"آئیے مسٹر عاکف جاوید!۔۔۔ سر آپ کا ہی انتظار کر رہے ہیں"۔۔۔ ہشام مودب انداز میں بولا جس پر سفیان سر ہلاتا آگے بڑھ گیا۔

اس کو کمرے کے دروازے پر چھوڑ کر وہ خود باہر ہی ٹھہر گیا جبکہ سفیان اندر کی جانب بڑھ گیا۔
"آج بھی بالکل وہی وجاہت رکھتے ہو جو آج سے پانچ سال پہلے تھی"۔۔۔ شہروز اس کی نکھری ہوئی شخصیت کو دیکھتا ہوا بولا۔

"میں ابھی بائیس سال کا ینگ مین ہوں! اور تم چالیس سال کے اولڈ مین!۔۔۔ وجاہت کا پلس پوائنٹ تو رہے گا ہی نامیرے پاس"۔۔۔ سفیان اس کے بالوں میں موجود سفیدی کو دیکھتے ہوئے بولا جو وقت کے ساتھ ساتھ بڑھ رہی تھی۔

"ہاں میں جانتا ہوں! مگر میرے لئے تو میرے کوریگن ہو۔"۔۔۔ شہروز ایسے بولا جیسے اپنے قریبی عزیز سے مخاطب ہو جبکہ سفیان کو جتنی کوفت اس وقت ہو رہی تھی وہی یہ سب جانتا تھا۔

"ویسے تمہارے بھائی کی موت کا سنا۔ کافی حیرانی ہوئی اتنی سخت سیکیورٹی کے باوجود وہ بے دردی سے قتل کیا گیا"۔۔۔ سفیان بظاہر افسوس زدہ لہجہ اپناتا بولا جبکہ اس میں پنہاں طنز بخوبی شہروز سمجھ گیا تھا۔

"جس نے بھی میرے بھائی پر ہاتھ ڈالا ہے نا وہ پچھتائے گا اپنے پیدا ہونے پر"۔۔۔ شہروز سرد لہجے میں بولا۔

(وہ پیدا ہی تمہیں پچھتانے پر مجبور کرنے کے لئے ہوئی ہے)۔۔۔ سفیان نے دل میں سوچا۔

"ویسے تم نے اس کی تلاش شروع نہیں کی ابھی تک جس نے یہ کام کیا ہے؟ مجھے تو یہ کام تمہارے کسی بزنس پارٹنر کا لگتا ہے"۔۔۔ سفیان اس کے تاثرات کو نظر انداز کرتا ہوا بولا۔

"پتالگالوں گا میں اس کا بھی! اور اس کے لئے مجھے تمہاری مدد درکار ہے! چونکہ میرا ایک سہارا تو ٹوٹ گیا ہے"۔۔۔ شہروز لجاجت بھرے لہجے میں بولا۔

شائد اس کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ یہ دنیا کے سہارے تو مکڑی کے جالوں سے زیادہ کمزور ہوتے ہیں۔
"میں تمہاری مدد کے لئے ہمہ وقت موجود ہوں! مجھے اپنا دوست نہیں بھائی سمجھو"۔۔۔ سفیان بے پناہ اپنائیت والے انداز میں بولا۔

"شائل بیٹا کیا میں اندر آ جاؤں"۔۔۔ زاہد دروازے پر دستک دیتا ہوا بولا۔

جبکہ شائل جو یونہی اوندھی ہو کر بیٹھی ہوئی تھی اس آواز پر چونک کر سر اٹھایا۔

"جی بابا آجائیں!۔۔۔ آپ اجازت کیوں مانگ رہے ہیں"۔۔۔ شائل شرمندہ ہوتی ہوئی بولی۔ جبکہ اس کی بات سن کر زاہد مسکرا دیا۔

"میری گڑیا کس بات پر ناراض تھی"۔۔۔ صائمہ سے اس کے کہے گئے الفاظ وہ پہلے ہی سن چکے تھے اور وہ جانتے تھے کہ کچے ذہن میں ایسے ہی سوالات جنم لیتے ہیں۔ سوانہوں نے بھی بات کو بڑھائے بغیر اس کو منانے میں پہل کی۔

"کچھ نہیں بابا۔۔۔ بس یو نہی غصہ آگیا تھا تھوڑا سا"۔۔۔ شامل نظریں جھکائے ہوئے بولی۔

"اب غصہ اتر گیا ہے آپ کا"۔۔۔ زاہد اس کے تاثرات جانچتا ہوا بولا۔

"جی بابا"۔۔۔ شامل نے مختصر جواب دیا۔

"بیٹا آپ کو ایک بات بتاتا ہوں آج!۔۔۔ یہ بات مجھے میرے بابا کہا کرتے تھے۔ کہ جب پانی ابل رہا ہوتا ہے تو اس میں چہرہ نظر نہیں آتا ہے۔ اسی طرح جب غصہ آیا ہو تب حقیقت نظر نہیں آتی ہے"۔۔۔ نصیحت آموز انداز میں اپنی تمام بات کو مکمل کیا۔

"جی بابا۔ پر مجھے چند الجھنیں تھی جن کو سلجھانا ضروری ہے۔ وگرنہ میری بصارت حقیقت دیکھنے کے معاملے میں

دھندلی ہی رہ جائے گی"۔۔۔۔ شامل تذبذب کا شکار لگ رہی تھی تبھی بات سمجھنے کے باوجود الٹا سوال کر گئی۔

"بیٹا آپ کو اپنے بابا پر شک ہے کیا کسی بھی قسم کا"۔۔۔ زاہد کے اس سوال پر شامل نے جھٹ سے سر نفی میں

ہلایا۔

"پھر آپ مجھ پر اور اپنی ماما پر یقین رکھو!۔۔۔ اور ہاں آپ کے بی بی کی وجہ سے وہ بہت دکھی ہوئی ہیں۔ ان سے چل کر معافی مانگو!۔۔۔ پھر ہی ہم دونوں کو کھانا ملے گا۔۔۔۔۔ زائد کی کہی گئی آخر بات پر شامل بھی ہنس پڑی۔

غلط فہمی کی دیوار اب پگھل چکی تھی۔

ایجنسی میں معمول کے مطابق گہما گہمی جاری تھی جبکہ عزیزہ اپنی تیاری پر آخری نظر ڈالتی ہوئی باہر کی جانب بڑھ گئی۔ اب اس کا رخ سفیر کے کمرے کی جانب تھا جہاں یقینی طور پر وہ ابھی تک سو رہا ہو گا۔ کمرے میں پہنچ کر سامنے بستر پر آڑے ترچھے انداز میں سفیر لیٹا ہوا تھا۔ بازو کی پٹی بھی پرانی ہو چکی تھی غرض خون آلود ہو چکی تھی۔ ایک لمحے کو عزیزہ کو اپنے کئے پر شرمندگی ہوئی مگر اگلے ہی لمحے اس کو جگانے کے لئے آگے بڑھی۔ اس کے قریب آکر ہاتھ آگے بڑھایا ہی تھا کہ سفیر نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے ہونٹوں پر رکھ لیا۔ جس پر عزیزہ نے کرنٹ کھا کر ہاتھ پیچھے کیا۔

"کیا ہوا مسز آپ کو"۔۔۔۔۔ سفیر آنکھیں کھولتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

"دس بجے ہماری فلائیٹ ہے اور نو بج رہے ہیں!۔۔۔ تم ابھی تک تیار نہیں ہوئے ہو"۔۔۔ عزیزہ اس کی حال میں کی گئی حرکت کو نظر انداز کرتی ہوئی بولی۔

"اچھا مجھے تو پتا ہی نہیں تھا!۔۔۔ شکریہ یاد دلانے کا"۔۔۔ سفیر معصومانہ شکل بناتا ہوا بولا جس پر عزیزہ جان گئی تھی کہ وہ اداکاری کر رہا ہے۔

"پانچ منٹ میں اپنا سامان لے کر پہنچ جاو ٹیکسی باہر کھڑی ہے!۔۔۔ ورنہ میں اکیلی ہی چلی جاؤں گی"۔۔۔ عزیزہ تنبیہی انداز میں کہتی باہر کی جانب بڑھ گئی جبکہ سفیر بھی اٹھ کر شوز پہنتا اس کے پیچھے چل دیا۔ عزیزہ کی پشت اس کی جانب تھی جہاں اس کے بال جوڑے کی صورت میں لپٹے ہوئے تھے اور چند لٹیں چہرے کے دائیں بائیں جھول رہی تھیں۔ یہ وہ لڑکی تھی جس کی خاطر وہ کچھ بھی کر سکتا تھا پہاڑوں کو بھی سرکا سکتا تھا۔ ٹیکسی کے پاس پہنچ کر عزیزہ نے سفیر کو خود سے پہلے ٹیکسی میں بیٹھا ہوا دیکھا اور ایک لمحے کو حیران رہ گئی۔ مگر اگلے ہی لمحے اپنی حیرانی کو چھپاتی دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔ ٹیکسی اب اسٹارٹ ہو کر ایجنسی کی حدود سے باہر نکل رہی تھی۔

"حیران ہو گئی تھی نا تم مجھے یہاں دیکھ کر"۔۔۔ سفیر چند لمحے کی خاموشی کے بعد بولا۔

"نہیں بالکل بھی نہیں! مجھے معلوم ہے تمہیں ہمیشہ سے دو نمبری کی عادت رہی ہے"۔۔۔۔۔ عزیزہ پرسکون انداز میں سڑک پر چلتی گاڑیوں کو دیکھتے ہوئے بولی جبکہ سفیر دانت پیس کے رہ گیا۔

"اچھا ویسے ایک بات اب بھی ہے جس سے تم شاکڈ رہ جاو گی!۔۔۔۔۔ جب میں تمہیں بتاؤں گا"۔۔۔۔۔ سفیر اس کو چڑانے والے انداز میں بولا۔

"خیر آج تک وہ دن آیا نہیں کہ کوئی مجھے شاکڈ کر سکے!۔۔۔۔۔ تم اپنی چھوٹی موٹی کوششیں جاری رکھ سکتے ہو اگر چاہو تو"۔۔۔۔۔ عزیزہ پرسکون انداز میں بولی جبکہ کھڑکی میں سے چھن کر آتی دھوپ کے باعث عزیزہ کا چہرہ سنہرے رنگوں کا عکس لگ رہا تھا جس میں ایک پل کو سفیر کھو گیا۔

"کیا ہوا بولتی بند ہو گئی"۔۔۔۔۔ عزیزہ اس کو خاموش پا کر بولی۔

"مجھ سے بات کئے بغیر گزارا تمہارا بھی نہیں ہوتا ہے"۔۔۔۔۔ سفیر دانتوں کی نمائش کرتا ہوا بولا۔

"خوش فہمی اچھی چیز ہے مگر اس قدر خوش فہمی جان لیوا ہوتی ہے"۔۔۔۔۔ عزیزہ طنزیہ انداز میں بولی۔

"اور اس خوش فہمی کے لئے میں اپنی جان دینے کے لئے خوشی خوشی تیار ہوں"۔۔۔۔۔ سفیر دل پر ہاتھ رکھتا ہوا آنکھیں بند کرتا ہوا بولا جبکہ عزیزہ کو بے ساختہ آج سے ایک سال پہلے والا منظر یاد آیا جب وہ اس سے اقرار محبت کر رہا تھا۔ وقت کتنی جلدی پر لگا کر اڑ گیا تھا اور اپنے ساتھ محبتوں کی دنیا میں اپنی گرد چھوڑ گیا تھا۔

رات کا دوسرا پہر شروع تھا جبکہ آنزل کی آنکھوں سے نیند کو سوں دور تھی جبھی وہ سوئمنگ پول کے قریب پاؤں لٹکا کر بیٹھی ہوئی تھی جبکہ عمار یہ سب منظر اپنی کھڑکی سے دیکھ رہا تھا۔ جب سے یہ لڑکی یہاں پر آئی تھی عجیب رویہ اختیار کئے ہوئے تھی۔ سبھی گھر والوں سے الگ تھلگ رہتی تھی نجانے کس ٹائم کھاتی ہوگی کیونکہ اس نے تو اس عرصے میں اس کو کھانے کی میز تک پر نہیں دیکھا تھا۔ پھر کسی سوچ کے تحت کھڑکی کے پردے برابر کئے اور نیچے کی جانب چل دیا۔ آنزل کو اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تو اس نے پلٹ کر دیکھا جہاں عمار سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔

"کیسی ہیں آپ مس آنزل"۔۔۔۔۔ عمار مسکراتا ہوا اس کے قریب آکر کھڑا ہو گیا جبکہ اب آنزل بھی پانی میں پاؤں آگے پیچھے کر رہی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں!۔۔۔۔۔ آپ اس وقت کیوں جاگ رہے ہیں"۔۔۔۔۔ آنزل اس کی یہاں موجودگی پر حیران تھی تبھی ناچاہتے ہوئے بھی پوچھ بیٹھی۔

"یہی تو میں آپ سے پوچھنے کے لئے آیا ہوں کہ آپ یہاں کیوں جاگ رہی ہیں اس وقت"۔۔۔۔۔ عمار کے برجستہ سوال کرنے پر آنزل مسکرا دی اور عمار کو اس وقت یہ مسکراہٹ بھلی معلوم ہوئی۔

"میں نے پہلے سوال کیا ہے!۔۔۔۔۔ میری بات کو مت دہرائیں"۔۔۔۔۔ آنزل بولی تو عمار بھی مسکرا دیا۔
"خیر میں تو ایک بزنس اسائنمنٹ مکمل کر رہا تھا!۔۔۔۔۔ کام ختم ہوا تو آپ پر نظر پڑ گئی اور یہاں چلا
آیا!۔۔۔۔۔ اب بتائیے آپ کیوں جاگ رہی تھیں"۔۔۔۔۔ عمار آنے کی وجہ تفصیل سے بتاتا ہوا بولا تو آنزل
ہنس دی۔

"یہ آپ ہمیشہ ہی اتنے لمبے جواب دیتے ہیں یا میرے سامنے شیخی بھگارتے ہیں"۔۔۔۔۔ آنزل اتنا کہہ کر زبان
دانتوں تلے دبائی جبکہ اس کی اس بات پر عمار بے اختیار مسکرا پڑا۔
"بہت غور کرتی ہیں نا آپ میرے جوابوں پر!۔۔۔۔۔ صحیح کہہ رہا ہوں نا میں"۔۔۔۔۔ عمار بھی اب کہ شرارتی
نظروں سے آنزل کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے!۔۔۔۔۔ جن لوگوں کو ٹودی پوائنٹ بات کرنا نہیں آتی وہ لمبے لمبے جملے ہی
استعمال کرتے ہیں"۔۔۔۔۔ آنزل عمار کو ہنستا ہوا دیکھ کر منہ بگاڑ کر بولی۔
"اب یہ کوئی سائنس کا سوال تو ہے نہیں جس میں ٹودی پوائنٹ بولوں!۔۔۔۔۔ یہ زندگی ہے اور ان لمبے جملوں
کے سنگ ہی حسین ہے"۔۔۔۔۔ عمار آسمان کی جانب دیکھتا ہوا بولا جہاں کالے بادل بسیرا کئے ہوئے تھے۔

"اچھی کوشش ہے آپ کی!۔۔۔ زندگی کو حسین بنانے کی"۔۔۔ شائل چہرہ جھکائے پانی میں اپنا عکس دیکھتے ہوئے اداسی سے بولی۔

"ایک بات پوچھوں!۔۔۔ آپ براتو نہیں مانیں گی"۔۔۔ عمار اجازت طلب لہجے میں بولا مبادا وہ برا ہی نامان جائے۔ لڑکیوں کے مزاج سے اس کو ویسے ہی کافی ڈر لگتا تھا۔

"ہاں پوچھو"۔۔۔ آنزل نے مختصر جواب دیا۔

"آپ ہر وقت اتنی خاموش کیوں رہتی ہیں!۔۔۔ اور اداس بھی"۔۔۔ عمار اپنے ذہن میں اٹھتے اس سوال کو الفاظ کی صورت دیتا ہوا بولا جس پر آنزل اداسی سے مسکرائی۔

"کبھی محبت کی ہے آپ نے"۔۔۔ آنزل نے جواب دینے کی بجائے اس کی جانب دیکھتے ہوئے استفسار کیا گو کہ اس کے تاثرات جانچنا چاہتی ہو۔ جبکہ اس کے اس سوال پر عمار کی آنکھوں کے سامنے اک چہرہ لہرایا جبکہ اگلے ہی لمحے کرب کے تاثرات ابھرے۔ پتا نہیں وہ محبت تھی یا کچھ اور وہ اس جذبے کو کوئی نام نادے سکا تھا۔

"نہیں کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ کوئی ہم سے محبت کرے یا ہم اس سے"۔۔۔ عمار سادہ لہجے میں بولا جبکہ آنزل اس کے لفظوں کی گہرائی ماپنے سے قاصر تھی۔

"اور جب کوئی مل گیا جس سے آپ کو محبت ہو گئی تو"۔۔۔۔۔ آئزل کے سوال پر عمار نے نظریں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا جہاں پر وہی تاثرات رقم تھے جو اس کے دل میں تھے۔

"تب کی تب دیکھی جائے گی"۔۔۔۔۔ عمار غیر سنجیدہ انداز میں بولا۔

"جس شخص سے آپ کو محبت ہو اور وہ شخص اس کو حقیقت نا سمجھے بلکہ اس میں بھی کوئی کھوٹ سمجھے تو اس سے زیادہ تکلیف دہ بات کوئی نہیں ہوتی!۔۔۔۔۔ جس سے آپ پر خاموشی اور اداسی طاری ہو جائے"۔۔۔۔۔ آئزل اداس لہجے میں بولی جبکہ عمار کو اس کی اداسی چھ رہی تھی۔

"یعنی کہ آپ نے بھی کسی سے محبت کی ہے!۔۔۔۔۔ اور وہ آپ کو نہیں ملا"۔۔۔۔۔ عمار آئزل کے کہے گئے الفاظ کو سمجھتا ہوا بولا۔ ویسے بھی زبان سے ادا کئے گئے لفظوں میں سے مطلب اخذ کرنا اس کی شخصیت کا خاصہ تھا۔

"آپ کو کیسے پتا"۔۔۔۔۔ آئزل حیران ہوتی ہوئی بولی۔

"آپ نے ابھی خود بتایا"۔۔۔۔۔ عمار معصومیت سے آنکھیں پٹپٹا کر بولا۔ پہلے والی اداسی کہیں دور جاسوئی تھی۔

"آپ جھوٹ کیوں بول رہے ہیں!۔۔۔۔۔ میں نے ایسا کب کہا"۔۔۔۔۔ آئزل ابھی تک حیران تھی تبھی ناراضی سے بولی۔

"میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں!۔۔۔ اس وقت تو بالکل نہیں"۔۔۔ عمار بھی اس کو نظروں کے حصار میں لئے ہوئے بولا جبکہ آنزل اس کی آنکھوں کو دھیان میں رکھے ہوئے تھی جو کسی شناسا کی سی لگتی تھیں۔

"آپ جتنے سچ بولتے ہیں وہ تو مجھے پھوپھو سے پتا چل چکا ہے"۔۔۔ اب کی بار آنزل بھی مسکراتی ہوئی جتانے والے انداز میں بولی۔

"اف!۔۔۔ ایک تو امی نامیرا کوئی راز راز نہیں رہنے دیں گی"۔۔۔ عمار ہاتھ کی مٹھی بنا تا دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر مارتا ہوا بولا جبکہ آنزل اس کی اس حرکت پر کھکھلا کر ہنس پڑی۔ جبکہ عمار اس کی کھکھلاہٹ میں کھوسا گیا۔

"اچھا اب اندر!۔۔۔ باہر بہت ٹھنڈ ہو رہی ہے!۔۔۔ کہیں آپ بیمار نا ہو جائیں"۔۔۔ عمار اس کو بنا جیکٹ کے اتنی دیر سے دیکھ رہا تھا تبھی اس کا احساس کرتا ہوا بولا۔ اتنی دیر سے وہ خود بھی ایسے ہی کھڑا تھا مگر اس کی بات اور تھی!۔۔۔ سامنے اک صنف نازک تھی جو اس کو عزیز ہونا شروع ہو گئی تھی۔ نجانے کیوں یہ راز اس نے ابھی تک خود پر بھی ظاہر نہیں کیا تھا۔

"آپ بھی تو اتنی دیر سے ایسے ہی کھڑے ہیں!۔۔۔ آپ بھی بیمار پڑ سکتے ہیں"۔۔۔ آنزل اس کو بھی یوں کھڑے دیکھتے ہوئے بولی۔

"ہاں تو اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ اندر چلتے ہیں اور ایک اچھی سی کافی پیتے ہیں اس کے بعد آپ سو جائیے گا۔۔۔۔۔ عمار اب کی بار کافی آفر کر رہا تھا۔

"ہاں چلو ٹھیک ہے چلتے ہیں۔۔۔۔۔ آئزل نے بھی اس کی تائید میں سر ہلایا اور پاؤں پانی سے باہر نکال لئے جو اب سرخی مائل رنگت پکڑ رہے تھے۔ اور عمار کے پیچھے چل دی۔

اس وقت کرنل سہیل اور رایان آمنے سامنے بیٹھے تھے جبکہ آتش دان میں لکڑیاں جل رہی تھیں جو سردی کی شدت کو کم کر رہی تھیں۔

"بابا آپ کچھ کھائیں گے نہیں۔۔۔۔۔ رایان میز پر موجود کھانے کو دیکھتا ہوا بولا جبکہ سہیل نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"پہلے تمہارے گھر آکر کچھ کھاتا ہوں جو اب کھاؤں گا۔۔۔۔۔ سہیل بظاہر عام لہجے میں بولے لیکن رایان کو وہ طنز لگا۔

"بابا پہلے کی بات اور تھی اور اب کی بار اور ہے۔۔۔۔۔ رایان نے ان کی جانب دیکھتے ہوئے کہا جیسے ان کے تاثرات جانچنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"اچھا!۔۔۔ تو اب کیا تبدیلی آئی ہے"۔۔۔ کرنل سہیل ابھی بھی اسی انداز میں جواب دے رہے تھے سوال کرنے والے انداز میں۔

"آج میں نے آپ کو خود بلایا ہے یہاں!۔۔۔ وگرنہ پہلے آپ بنا میری اجازت کے آتے تھے یہاں"۔۔۔ وہ بھی ان کا بیٹا تھا کیسے چوکتا۔

"اور تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے رایان کے مجھے تمہاری اجازت کی ضرورت پڑے گی"۔۔۔ کرنل سہیل ابھی بھی اسی انداز میں بولے۔

"اخلاقیات کے لحاظ سے تو اجازت لینا چاہیے پر آپ کے لئے یہ حد نہیں ہے۔۔۔۔۔ رایان بھی آنکھوں میں شرارت سجائے بولا۔

"برخوردار!۔۔۔ ابھی آپ اتنے بڑے نہیں ہو گئے ہیں کہ اپنے بابا کو سکھائیں"۔۔۔ سہیل عام لہجے میں بولتا

میز پر پڑا چائے کا کپ منہ سے لگا گیا۔

"اچھا!۔۔۔ یہ سب چھوڑیں۔۔۔ پوچھیں گے نہیں کہ کیوں بلایا ہے آپ کو میں نے یہاں"۔۔۔ رایان اب کے باپ کی جانب سوالیہ نگاہوں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"ہاں بتاؤ!۔۔۔ خاص اسی وجہ سے تو آیا ہوں اتنی سردی میں۔۔۔۔۔ سہیل کھڑکی سے باہر ہو رہی طوفانی بارش کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"مجھے صالحہ مل گئی ہے بابا۔۔۔۔۔ رایان دھیمی آواز میں بولا جبکہ سہیل کو اپنے کانوں پر یقین نا آیا۔

"تم نے جو کہا ہے وہ کیا واقعی سچ ہے۔۔۔۔۔ یقین دہانی کے لئے پھر سے سوال پوچھا۔ جبکہ ان کی آواز سے بے تابی واضح تھی۔ رایان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اوہ میرے اللہ!۔۔۔ مجھے یقین نہیں آرہا۔۔۔۔۔ کر نل سہیل جزباتیت کے عالم میں بولے جبکہ رایان نے ان کی آنکھوں میں واضح نمی دیکھی تھی۔

"بابا ہم سوچ بھی نہیں سکتے ہیں ان رستوں کا جہاں سے اللہ تعالیٰ ہمارے لئے مدد بھیجتا ہے۔۔۔۔۔ رایان بھی خوش تھا سو وہ بھی تشکر آمیز لہجے میں بولا۔

"اچھا مجھے یہ بتاؤ کہ کہاں ہے وہ کیسی ہے۔۔۔۔۔ سہیل بے صبرے انداز میں بولا۔

"وہ ترکی میں ہے اور عثمان نے ہی اس کو ڈھونڈا ہے! ویسے مستقل رہائشی وہ انگلینڈ میں ہے۔۔۔۔۔ رایان مکمل تفصیل دیتا ہوا۔

"ہم کل ہی اس سے ملنے کے لئے جائیں گے۔۔۔۔۔ سہیل پر جوش انداز میں بولا۔

"نہیں بابا!۔۔۔ ہم فوری طور پر ایسا کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے جس سے ہمارے دشمنوں کو کوئی کمزوری ملے ہماری"۔۔۔ رایان اب اپنے ازلی خول میں سمٹ چکا تھا جبھی باپ کے ارادے کی نفی کرتا ہوا بولا۔

"جہاں اتنے سال صبر کیا ہے وہاں کچھ دیر اور بابا!۔۔۔ پھر ہم اپنی صالحہ سے مل لیں گے"۔۔۔ رایان ان کا حوصلہ بڑھاتا ہوا بولا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو!۔۔۔ میں کچھ جذباتی ہو گیا تھا۔۔۔ اس مسئلے کو جڑ سے ختم کر کے ہم ملیں گے صالحہ سے"۔۔۔ سہیل بھی اب سنجیدگی سے بولا۔

"ویسے تم نے ثابت کر دیا رایان کہ تم نا صرف اچھے بیٹے ہو بلکہ اچھے بھائی بھی ہو"۔۔۔ سہیل تعریفی انداز میں بولا۔ اور اس بات کو سب جانتے تھے اس اچھے بھائی نے اپنی بہن کو ڈھونڈنے کے لئے دن رات ایک کئے تھے۔

"آپ دونوں تھک گئے ہوں گے!۔۔۔ کافی لمبا سفر طے کر کے آئے ہیں آپ"۔۔۔ یہ رحمت بی تھیں جن کے گھر آج رات ان دونوں کو رکنا تھا۔

"جی تھک تو بہت گئے ہیں!۔۔۔ لیکن آپ سے مل کر خوشی ہوئی"۔۔۔۔۔ سفیر تھکے ہوئے لہجے میں بولا جبکہ عزیزہ نے آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ چوم کر ماتھے سے لگایا اور بولی "مجھے بھی آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی"۔۔۔۔۔ اس پر رحمت بی مسکرا دیں اور بولیں۔

"ماشاء اللہ بہت ہی پیاری بچی ہو تم!۔۔۔ اللہ تم دونوں کو خوش رکھے"۔۔۔۔۔ وہ دعا دیتے ہوئے بولیں جبکہ عزیزہ مسکرا دی۔

"اچھا کھانا تیار ہے تم دونوں فریش ہو کر آ جاؤ!۔۔۔۔۔ باقی سب باتیں کھانے پر کرتے ہیں"۔۔۔۔۔ رحمت بی ان دونوں کو اتنا بولتی کچن کی جانب ہو لیں جبکہ عزیزہ بھی ان کے ساتھ ہو لی۔

"لایئے میں مدد کر دیتی ہوں آپ کی"۔۔۔۔۔ عزیزہ ان کو پلیٹیں نکالتے ہوئے دیکھ کر بولی۔

"ارے بیٹا تم بیٹھو آرام سے میں کر لوں گی یہ سب"۔۔۔۔۔ رحمت بی شرمندہ ہوتے ہوئے بولیں۔

"کوئی بات نہیں یہ بھی میرا اپنا گھر ہی ہے آنٹی!۔۔۔ اور آپ نے پہلے ہی اتنا تکلف کیا ہے ہمارے آنے پر تھک گئی ہوں گی"۔۔۔۔۔ عزیزہ اپنا نیت سے بولی۔

"ارے نہیں بیٹا یہ کام میں نے نہیں کیا سارا!۔۔۔ میری بیٹی آئی تھی وہ سب بنا کر گئی ہے!۔۔۔ اس نے استنبول واپس جانا تھا آج صبح جبھی وہ سارا کھانا بنا گئی مہمانوں کی آمد کا سن کر"۔۔۔ رحمت بی تفصیل دیتے ہوئے بولیں۔

"چلیں پھر آپ مجھے بھی اپنی بیٹی ہی سمجھ لیں"۔۔۔ عزیزہ اب ان کے ہاتھوں سے پلیٹس لیتی ٹیبل پر رکھتی ہوئی بولی۔ جس پر رحمت بی نے بھی مزید اصرار کرنا مناسب سمجھا۔

سفیر جب فریش ہو کر آیا تو عزیزہ کو میز پر کھانا لگاتے ہوئے دیکھ کر مسکرا دیا۔ اپنی ٹف روٹین سے باہر نکل کر یہ گھریلو ماحول اس کو اچھا لگا تھا مگر عزیزہ سے اس سب کی توقع نہیں تھی جبھی وہ حیران رہ گیا۔ عزیزہ نے سفیر کو نظر اٹھا کر دیکھا تو سفیر کو بھی اپنی جانب دیکھتا پایا مگر پھر نظر انداز کر گئی۔ جبکہ سفیر اس کو ویسے ہی دیکھتا رہا۔

"ارے بیٹا بیٹھو نا کھانا شروع کرو"۔۔۔۔ رحمت بی سفیر کو یوں کھڑا دیکھ کر بولیں۔ میز پر کھانا لگ چکا تھا اور سب لوگ بیٹھ چکے تھے۔

"بیٹا تم لوگ کھانا شروع کرو"۔۔۔ رحمت بی عزیزہ اور سفیر کو دیکھتے ہوئے بولیں۔ جس پر عزیزہ نے ٹرے میں سے چاول اپنی پلیٹ میں نکال کر واپس رکھ دی اور ساتھ موجود شور با بھی باول میں ڈال لیا۔

جبکہ رحمت بی بھی کھانا شروع کر چکی تھیں۔

"عزیزہ وہ ڈش پاس کرنا"۔۔۔۔ سفیر جان بوجھ کر عزیزہ کو تنگ کرنے کے لئے بولا حالانکہ اس کا اپنا ہاتھ با

آسانی وہاں تک پہنچ سکتا تھا۔ عزیزہ نے خاموشی سے ڈش اس کے سامنے رکھ دی اور کھانا کھانے لگی۔

"آنٹی ویسے کھانا بہت اچھا بنا ہے"۔۔۔۔ سفیر تعریفی انداز میں بولا۔

"مجھے خوشی ہے بیٹا کہ تمہیں پسند آیا"۔۔۔۔ رحمت بی خوش ہو کر بولیں۔

"عزیزہ بیٹے دھیان سے کھانا کھاؤ نا"۔۔۔۔ عزیزہ کو بے دھیانی سے پلیٹ میں چبچھلاتے ہوئے دیکھ کر وہ بولیں

جس پر عزیزہ ہوش کی دنیا میں واپس آئی۔

"جی جی کھا رہی ہوں"۔۔۔۔ اتنا کہہ کر وہ کھانے میں مصروف ہو گئی۔

کھانا مکمل ہوا تو رحمت بی کے ساتھ سارے برتن سمیٹ کر وہ کچھ دیر بیٹھی رہی۔

"بیٹا تمہیں بھی نیند آرہی ہو گی!"۔۔۔۔ رحمت بی گھڑی دیکھتی ہوئی بولیں جو بارہ کا ہندسہ بتا رہی تھی۔

"نہیں آپ کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنا مجھے اچھا لگ رہا ہے!۔۔۔۔ امی کی یاد آگئی تھی مجھے"۔۔۔۔ عزیزہ اپنائیت

والے لہجے میں بولی۔

"کوئی بات نہیں بیٹے۔۔۔۔ تم مجھے اپنی امی ہی سمجھو"۔۔۔۔ رحمت بی بھی پیار سے بولیں۔

"اچھا اب سو جاو تم بھی!۔۔۔ صبح پھر تم لوگوں کو استنبول کے لئے نکلنا بھی ہے"۔۔۔ رحمت بی اس کو سونے کی تاکید کرتی ہوئی بولیں جس پر عزیزہ بھی سر ہلاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

عزیزہ کمرے میں آئی تو دیکھا سفیر لپ ٹاپ میں سر دیئے ہوئے ہے۔ اس کو نظر انداز کرتی وہ واش روم میں چلی گئی۔ کچھ دیر بعد وہ باہر آئی تو سفیر نے نظریں اٹھا کر اس کو دیکھا۔ اس کے بال تو لیے میں بندھے تھے شاید وہ شاور لے رہی تھی۔ اس کے چہرے پر بھی پانی کی ننھی بوندیں چمک رہی تھیں اس مدھم روشنی میں۔

"ہیٹر آن کر دوں!۔۔۔ ٹھنڈ زیادہ ہے یہاں"۔۔۔ سفیر اس کی سرخ ہوتی ناک دیکھ کر بولا۔ جس پر عزیزہ نے اثبات میں سر ہلادیا۔

"ویسے اتنی دیر سے رحمت بی کا خون چوس رہی تھی تم!۔۔۔ رحم آہی گیا ان پر تمہیں"۔۔۔ سفیر عزیزہ کو چڑانے والے انداز میں بولا۔ جبکہ عزیزہ خاموش رہی۔

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا عزیزہ!۔۔۔ اتنی چپ چپ کیوں ہو"۔۔۔ اس کی خاموشی کو بھانپتے ہوئے سفیر بولا۔

"کچھ نہیں بس یو نہی"۔۔۔ بے معنی سا جواب آیا۔

"ادھر دیکھو میری طرف"۔۔۔ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے سفیر بولا۔ جس پر عزیزہ نے نظریں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا جہاں پر اداسی ہی اداسی تھی۔

"ماما بابا کی یاد آرہی ہے"۔۔۔۔۔ سوالیہ انداز میں سفیر بولا جس پر عزیزہ اثبات میں سر ہلا گئی۔

"اب تم اگر اس طرح سے اداس ہو گی تو مجھے یقین ہے کہ اگر انکل آنٹی اس وقت یہاں ہوتے تو ان کو بھی برا لگتا!۔۔۔۔۔ اسی لئے اپنا موڈ ٹھیک کر ورنہ پھر میں بھی اداس ہو جاؤں گا"۔۔۔۔۔ سفیر عزیزہ کے چہرے کو نظروں کے حصار میں لئے ہوئے بولا۔

"اور تم کیوں اداس ہو گے"۔۔۔۔۔ عزیزہ ٹھنڈی سانس خارج کرتے ہوئے بولی۔

"کیونکہ شوہر ہوں تمہارا!۔۔۔ تمہاری خوشی میری خوشی ہے اور تمہاری اداسی میری اداسی ہے"۔۔۔۔۔ سفیر اس کی بالوں سے تولیہ الگ کرتا ہوا بولا۔

"ہو نہہ!۔۔۔۔۔ کسی خوش فہمی میں مت رہنا یہ صرف ایک کنٹریکٹ ہے۔۔۔۔۔ یہاں سے واپس جاتے ہی ہم دونوں الگ ہو جائیں گے"۔۔۔۔۔ عزیزہ یکدم چہرے پر سرد تاثرات لاتی ہوئی بولی۔

"اچھا چلو تب کی تب دیکھی جائے گی!۔۔۔ ابھی اٹھو بال خشک کرو۔۔۔ زیادہ دیر اس طرح بیٹھنے سے بیمار ہو جاو گی!۔۔۔ ساری سردی دماغ کو چڑھے گی"۔۔۔۔۔ سفیر اس کا ہاتھ پکڑتا اس کو ڈریسنگ ٹیبل کے پاس لا کر بولا۔ جبکہ عزیزہ کی کہی گئی بات پر حسب توقع اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

"یہاں بیٹھو"۔۔۔ اس کو چیئر پر بٹھا کر سفیر اب اس کے بال خشک کر رہا تھا جبکہ عزیزہ کو اس وقت معمول کے خلاف اس کا یہ کیئرنگ انداز پسند آیا تھا۔

"اب ایسے بھی مت دیکھو!۔۔۔ ورنہ مجھ سے پھر کام نہیں ہو گا"۔۔۔۔۔ عزیزہ کے یوں ٹکٹی باندھ کر دیکھنے پر سفیر آنکھوں میں شرارت لئے بولا جس پر اس نے سٹپٹا کر نظروں کا رخ پھیر لیا۔

"میں تمہیں نہیں دیکھ رہی تھی!۔۔۔ بلکہ اپنے بالوں کو دیکھ رہی تھی کہیں خراب ہی نا کر دو"۔۔۔۔۔ عزیزہ کو اپنی بے خودی پر جی بھر کر شرمندگی ہوئی جبھی تڑخ کر بولی جس پر سفیر ہنس دیا اور اس کے ماتھے پر مہت محبت ثبت کرتا پیچھے ہٹ گیا۔ جبکہ عزیزہ اس کو ہونقوں کی طرح دیکھتی رہ گئی۔

"چلو اب سو جاو!۔۔۔ صبح ہم لوگوں کو استنبول کے لئے بھی نکلنا ہے"۔۔۔۔۔ بغیر اس کے تاثرات کی فکر کئے سفیر آرام سے بیڈ پر دراز ہو گیا جبکہ عزیزہ ہاتھ میں پکڑا برش ڈریسنگ ٹیبل پر پٹخ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"مسز بدر!۔۔۔ اب غصہ تھوک دیجئے اور سو جایئے!۔۔۔ باقی کی جنگ صبح لڑ لی جیئے گا"۔۔۔ سفیر اس کی حالت سے محظوظ ہوتا ہوا بولا۔

"تم نہایت ہی کوئی گھٹیا انسان ہو"۔۔۔ عزیزہ منہ میں بڑبڑائی جبکہ سفیر اس کی بڑبڑاہٹ واضح طور پر سن سکتا تھا۔

"اور فی الوقت یہ گھٹیا انسان آپ کا شوہر ہے!۔۔۔ اس لئے ایسے القابات سے گریز کیجئے"۔۔۔ سفیر اتنا کہتا آنکھیں موند گیا جبکہ عزیزہ تلملا کر رہ گئی۔

آنزل لاؤنج میں موجود ہیئر کے سامنے کرسی ڈالے بیٹھی تھی اور ہاتھ سینک رہی تھی۔ اچانک اس کو چھینک آئی جس کی وجہ سے اس نے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔

"اللہ رحم کرے آپ پر!۔۔۔ تبھی بڑے بزرگ کہتے ہیں جوش میں آکر ہوش نہیں گنونا چاہیئے"۔۔۔ عمار ہاتھ میں پکڑی ٹرے کو ٹیبل پر رکھتا ہوا بولا۔

اور اس میں سے دونوں کافی مگ اٹھاتا ہوا آنزل کے برابر میں آکر بیٹھ گیا۔ ایک مگ اس کی جانب بڑھایا جس کو آنزل نے تھام لیا۔

"بڑے بزرگ تو اور بھی بہت کچھ کہتے ہیں!۔۔۔ اگر ان کی سب مان کر چلتے تو یہ دن نادیکھنے پڑتے
ہمیں"۔۔۔ آنزل کافی کامگ دونوں ہاتھوم میں لیتی ہوئی بولی۔ گرم مگ ہونے کے باعث گرمائش کا احساس
بھلا معلوم ہوتا تھا۔

"اچھا تو یہ بتائیں کہ دو ہفتے سے زیادہ ہو رہے ہیں آپ کو یہاں!۔۔۔ اور آپ ابھی تک گھومی ہی نہیں ہیں
استنبول میں"۔۔۔۔۔ عمار کافی کا گھونٹ بھرتا ہوا بولا۔
"دل ہی نہیں کیا گھومنے کا میرا!۔۔۔۔۔ اندر کہیں دنیا رک سی گئی ہے میری"۔۔۔۔۔ آنزل کھوئے کھوئے سے
انداز میں بولی۔

"اور یہ سب کس کی وجہ سے ہوا ہے"۔۔۔۔۔ دوسری جانب سے استفسار ہوا۔
"ہے ایک بے رحم شخص!۔۔۔۔۔ دو چہروں والا"۔۔۔۔۔ آنزل سر جھٹکتی ہوئی بولی چونکہ آنکھوں کے سامنے بٹلر
کا چہرہ لہرایا۔

"ہیں۔۔۔۔۔ دو چہروں والا شخص"۔۔۔۔۔ عمار نے ہیں کو کچھ زیادہ لمبا کر کے بولا۔
"میرا مطلب سیکرٹ ایجنٹ"۔۔۔۔۔ آنزل اس کی حیرانی بھانپتی ہوئی بولی۔

"اچھا اچھا!۔۔۔۔۔ ورنہ آپ نے تو مجھے ڈرا دیا تھا"۔۔۔۔۔ عمار اداکاری کرتا ہوا بولا جس پر آنزل بے اختیار ہی ہنس پڑی۔ جبکہ عمار اس کی ہنسی کی کھکھلاہٹ میں کھو گیا۔

"اچھا ویسے آپ کہہ رہے ہیں کہ میں ابھی تک گھومنے پھرنے نہیں گئی کہیں بھی تو کیا صبح آپ مجھے لے کر چلیں گے استنبول گھومنے"۔۔۔۔۔ آنزل عمار کی جانب دیکھتی ہوئی بولی جو کہ کسی اور ہی دنیا میں پہنچا ہوا تھا۔

"اس ویک اینڈ پر ہم گھومنے چلیں گے"۔۔۔۔۔ عمار حامی بھرتا ہوا بولا جبکہ اپنے دل کی اس حالت پر وہ خود پریشان تھا۔

"چلیں ٹھیک ہے ہم ایسا ہی کریں گے"۔۔۔۔۔ آنزل بھی تائیدی انداز میں بولی۔

"ویسے آپ نے ابھی تک اس کا نام نہیں بتایا جس نے آپ کا دل توڑا!۔۔۔۔۔ میں ہوتا آپ کی جگہ تو اس کے دانت توڑ چکا ہوتا"۔۔۔۔۔ عمار باتوں کا رخ پھر دوسری جانب لے گیا۔

"مجھے واقع میں نہیں پتا وہ کون تھا!۔۔۔۔۔ بس ایک نام جانتی ہوں میں اس کا!"۔۔۔۔۔ آنزل جھکے سر کے ساتھ مگ کے کنارے پر انگلیاں پھیرتی ہوئی بولی۔

"اچھا تو پھر وہی بتادیں!۔۔۔۔۔ کیا پتا میں ڈھونڈنے میں مدد کر سکوں"۔۔۔۔۔ عمار ابھی بھی بضد تھا۔

"بٹلر تھا اس کا نام!۔۔۔ ایک ظالم سورج کی سی تاب والا"۔۔۔۔ آئزل خیالوں میں اس کو سامنے لاتی ہوئی بولی جبکہ عمار اس کی بات سن کر دنگ رہ گیا۔

"کیا مطلب!۔۔۔ آپ ایک غیر مسلم سے محبت کر بیٹھی ہیں"۔۔۔۔ عمار حیران ہوتا ہوا بولا۔

"میں نے کہا نا وہ جو دکھتا ہے وہ ہے نہیں! وہ ایک سیکرٹ ایجنٹ ہے!۔۔۔۔ اور مجھے مسلمان کی پہچان کروانے والا وہی شخص ہے"۔۔۔۔ آئزل اس کی حیرانی دور کرنے کی غرض سے بولی۔

"اور آپ کو اتنا یقین کیسے ہے؟۔۔۔۔ آپ اتنے وثوق سے کیسے کہہ سکتی ہیں یہ سب"۔۔۔۔ عمار شکی نگاہوں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"میرا دل کہتا ہے!۔۔۔۔ کہ وہ مسلم ہی ہے"۔۔۔۔ آئزل آنکھیں بند کرتی ہوئی بولی۔ جبکہ عمار اس کی یہ دیوانگی دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اس جگہ کوئی بھی آدمی ہوتا وہ اپنی قسمت پر ناز کرتا مگر وہ بٹلر نامی بندہ اس کی قدر ہی نہیں کرتا تھا۔

"اچھا میں چلتا ہوں!۔۔۔۔ مجھے نیند آرہی ہے"۔۔۔۔ عمار اتنا کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"کافی کے لئے شکریہ!۔۔۔۔ اچھی بنی تھی"۔۔۔۔ چہرے پر دلکش مسکان سجائے آئزل بولی۔ جبکہ عمار نظریں چراتا ہوا چل دیا۔ آئزل بھی اب سونے کی تیاری کرنے لگی!۔۔

ریڈ لانگ کوٹ کے ساتھ ریڈ ہیلز پہنے اپنی تیاری کو وہ آخری ٹچ دے رہی تھی۔ ہونٹوں کو لال رنگ کرتی وہ مطمئن دکھائی دیتی تھی۔

"اب ٹھیک ہے!۔۔۔ آج تو عثمان کا لباس اپنا پتہ دے کر ہی جائے گا"۔۔۔ اپنا عکس آئینے میں دیکھتی عزیزہ بولی۔ اور واش روم سے باہر آکر ریزرو ڈیبل پر بیٹھ گئی تھی۔

"عثمان کب تک پہنچ رہا ہے وہ موٹا ہا تھی"۔۔۔۔۔ موبائل پر انگلیاں چلاتی وہ مصروف انداز میں بولی۔
"آ رہا ہے بس رستے میں ہی ہے وہ!۔۔۔ آپ نے سفیر سر کو تو اس سب کے متعلق بتایا ہے نا!۔۔۔ بعد میں کہیں غصہ نا ہوں"۔۔۔۔۔ کان میں لگے ایئر بڈ میں عثمان کی آواز ابھری جس پر عزیزہ کے چہرے کے تاثرات سخت ہوئے۔

"تمہاری باس میں ہوں!۔۔۔ سفیر نہیں، اس سے ڈرنے کی بجائے تمہیں مجھ سے ڈرنا چاہیے
عثمان"۔۔۔۔۔ عزیزہ لہجے کو حد درجہ سنجیدہ بناتے ہوئے بولی۔
"میں آپ دونوں کے لئے کہہ رہا تھا!۔۔۔ خیر جیسے آپ کو مناسب لگے"۔۔۔ عثمان بھی دوسری جانب لا پرواہ سے انداز میں بولا۔

"اچھا!۔۔۔ باس آگئے ہیں۔۔۔ بیسٹ آف لک۔۔۔ عثمان اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا جبکہ عزیزہ کی نظریں اب داخلی رستے پر مرکوز تھیں۔ جہاں سے ایک چالیس پینتالیس سالہ شخص داخل ہو رہا تھا۔ دور سے ہی وہ شخص عزیزہ کو پہچان گیا تھا جبھی مسکراتا ہوا قریب آ گیا اور سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ عزیزہ پر پہلی نظر پڑتے ہی اس کی نظروں میں ابھری ستائش خاصی واضح تھی۔

"میرا نام احمت ہے!۔۔۔ یہاں پر لوگ مجھے احمت بے کے نام سے بلاتے ہیں، تم مجھے احمت بھی کہہ سکتی ہو اکیلا۔۔۔۔۔ خوش آواز میں وہ شخص بولا جبکہ عزیزہ کے چہرے پر ایک گہری مسکراہٹ ابھری۔

"تو احمت بے آپ یہ تو جانتے ہی ہوں گے کہ میں پاکستان سے آپ سے ملنے کے لئے یہاں کیوں آئی ہوں۔۔۔۔۔ عزیزہ بھی نرم آواز میں اپنی آنکھیں اس شخص پر گاڑتی ہوئی بولی جن میں ایک سرد سا تاثر تھا۔ مگر ہمیشہ کی طرح موت حسین ہوا کرتی ہے اسی طرح مرنے سے پہلے کی سنہری جھلک وہ شخص بھی دیکھ رہا تھا۔

"جی مجھے معلوم ہو گیا تھا عثمان سے!۔۔۔۔۔ کافی تعریف کی ہے اس نے آپ کی، جبھی آپ کو میں اپنی سی۔ای۔۔۔۔۔ او بنانا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ احمت اس کے سراپے پر بھرپور نظریں ڈالتا ہوا بولا جس پر اندر کہیں عزیزہ کو چڑھ ہوئی۔

"اب اتنا تیار ہوگی تو ایسے ندیدوں کی طرح ہی دیکھے گا یہ بڈھا)"۔۔۔۔ عزیزہ نے دل میں سوچتے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔

"خیر میرا ایک سوال تھا آپ سے!۔۔۔۔ کہ یہاں ترکی میں اتنی قابل لڑکیاں موجود ہیں، پھر پاکستان سے مجھے ہی کیوں خصوصی بلوایا ہے آپ نے"۔۔۔۔ عزیزہ چہرے پر نا سمجھی کے تاثرات لئے بولی۔

"آپ کا حسن ہے اس سب کی وجہ"۔۔۔۔ مقابل کا ذو معنی جواب آیا جس پر عزیزہ نے ایک ابرو اچکا کر نا سمجھی کا تاثر دیا۔

"میرا مطلب ہے آپ کے کام کرنے کا حسن!۔۔۔۔ اتنی چھوٹی سی عمر میں کوئی کیسے اتنی بڑی بزنس ایمپائر چلا سکتا ہے"۔۔۔۔ وہ شخص عزیزہ کے تاثرات پر تفصیل دیتا ہوا بولا۔

"چوبیس سال عمر کافی ہوتی ہے میرے نزدیک ایک بزنس ایمپائر کھڑی کرنے کے لئے"۔۔۔۔ عزیزہ نے بھی اسی انداز میں جواب لوٹایا۔

"اللہ پوچھے تمہیں سفیر! مجھے میری عمر سے آٹھ سال بڑا کریکٹر دینے پر)"۔۔۔۔ نظروں کا زاویہ اب راہداری میں نظر آتے سفیر کی جانب موڑتے ہوئے دل میں سوچا۔

جبکہ دوسری جانب عثمان کو ارد گرد خطرے کی گھنٹی بجتی محسوس ہوئی۔

"عزیزہ سفیر آگیا ہے!۔۔۔۔۔ اب کیا ہو گا"۔۔۔۔۔ عثمان کی پریشان آواز ابھری۔

"اگر آپ میرے ساتھ ڈنر کی حامی بھر لیں تو میں سمجھوں گا کہ آپ نے میری پیش کش قبول کر لی"۔۔۔۔۔ وہ شخص عزیزہ کو خاموش پا کر بولا۔

"یعنی آپ مجھے ڈیٹ افر کر رہے ہیں"۔۔۔۔۔ عزیزہ بھی دلکش انداز میں مسکرا کر بولی اور اس وقت سفیر کو یہ ہنسی زہر لگی۔ وہ جو کسی کام سے یہاں آیا تھا عزیزہ کو یہاں دیکھ کر ٹھٹکا۔

"آپ آئی بھی تو اسی لئے ہیں یہاں پر"۔۔۔۔۔ احمت بھی دانتوں کی نمائش کرتا ہوا بولا جبکہ اب اس کا ہاتھ

سرک کر ٹیبل پر موجود عزیزہ کے ہاتھ سے ایک انچ کے فاصلے پر تھا اور بس یہیں تک سفیر کا ضبط تھا۔ وہ

سرعت سے آگے بڑھا اس سے پہلے احمت کا ہاتھ عزیزہ کے ہاتھ کو چھوتا سفیر نے جھٹکے سے اس کا ہاتھ پیچھے

کیا۔ اس اچانک افتاد پر احمت بدک کر پیچھے ہٹا جبکہ سفیر نے عزیزہ کو بازو سے پکڑ کر اپنے سامنے کیا۔

"یہ سب کیا کرتی پھر رہی ہو تم یہاں"۔۔۔۔۔ سفیر دانت کچکچا کر بولا۔

"احمت بے!۔۔۔۔۔ آپ کی پیش کش میں قبول کرتی ہوں"۔۔۔۔۔ ابھی عزیزہ اتنا ہی بولی تھی کہ سفیر نے اس کو

اپنے ساتھ چلانا شروع کر دیا۔ پارکنگ ایریا میں موجود اپنی کار کی جانب سفیر عزیزہ کو لے کر بڑھ گیا۔ کار کا

دروازہ کھول کر عزیزہ کو اندر دھکیلا جبکہ خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کپٹی کی رگیں تن چکی تھی جبکہ آنکھوں میں سرخ ڈورے تیرنے شروع ہو چکے تھے۔ اس رد عمل کی ہی توقع تھی سو عزیزہ خاموش رہی۔

"یار یہاں سے کچھ کھانے کے لئے لونا!۔۔۔ مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے"۔۔۔ عزیزہ لا پر لواہ انداز میں بولی۔ جبکہ سفیر نے گاڑی ایک جھٹکے سے روکی۔ اور خود کار سے باہر نکل آیا اور گہری سانسیں لینی شروع کر دیں۔ شام کا ملگجاسا اندھیرا چھایا ہوا تھا جبکہ سفیر بھی اسی اداس شام کا حصہ معلوم ہو رہا تھا۔ عزیزہ بھی اس کے پیچھے باہر نکل آئی۔ سامنے مرمر کا سمندر اپنی آن سے ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ کچھ اسی حال میں سفیر کے دل میں بھی طام مچا ہوا تھا۔

"سفیر"۔۔۔ عزیزہ کی پکار پر سفیر نے آنکھیں موند لیں۔

"کیوں کیا تم نے ایسا"۔۔۔ سفیر کی کربناک آواز ابھری۔

"میری محبت میں کیا کمی تھی؟ دولت میرے پاس کونسا کم تھی جو تم دیار غیر میں میری پیٹھ پیچھے نقب لگا رہی تھی عزیزہ!"۔۔۔ سفیر کربناک لہجے میں بولا جس پر عزیزہ کو اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہوا۔

"میں ایسا کچھ نہیں کر رہی تھی!۔۔۔ تم غلط سمجھ رہے ہو"۔۔۔ عزیزہ اٹکتی ہوئی بولی۔ نجانے الفاظ کیوں ساتھ چھوڑ گئے تھے۔

"تو پھر تمہاری اس تیاری کا اور کیا مطلب سمجھوں میں؟۔۔۔ مجھ سے تو دور بھاگتی ہو جبکہ غیروں کو۔۔۔ اتنا کہہ کر سفیر کی آواز رندھ گئی۔ اس سے آگے ناوہ سوچنا چاہتا تھا نا کہنا چاہتا تھا۔ جبکہ اس کی اس بات پر عزیزہ نے تڑپ کر اس کی جانب دیکھا۔

"یہ سب صرف میرا کام تھا سفیر!۔۔۔ اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔۔۔۔ عزیزہ اب کہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

"قتلتی جاتی۔۔۔ اداس آواز عزیزہ کی سماعت سے ٹکرائی۔

"محبت کی تھی میں نے تم سے!۔۔۔۔ اور اسی محبت نے آج میرا قتل کر دیا۔۔۔۔ مر مرا کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر کے سامنے بدر دوزانوں ہو کر گر کر بولا جس پر عزیزہ نے اپنا رخ دوسری جانب موڑ لیا۔

"تم مجھ سے کبھی محبت کرتے ہی نہیں تھے بدر۔۔۔۔ عزیزہ اب کے تنفر سے بولی۔

"اور یہاں استنبول میں محبت کا کھیل کھیلنے کے لئے نہیں آئے ہیں ہم دونوں!۔۔۔۔ اس لئے اب اٹھو اور ہوٹل چلو۔۔۔۔ عزیزہ سنجیدہ لہجے میں بولی۔ مر مرا کی لہریں اس کے محبت کو کھیل کہنے پر حیران تھیں۔

"صحیح کہہ رہی ہو تم! استنبول محبتوں کا امین صرف افسانوی کرداروں کے لئے ہے، میرے لئے نہیں۔۔۔۔ بدر ابھی بھی یونہی بیٹھے ہوئے بولا۔

"تم نے میرا دل توڑا ہے!۔۔۔ پر میں کبھی بھی تمہارا دل نہیں توڑوں گا، مگر آج اپنی حیثیت بھی تم پر واضح کر دوں گا"۔۔۔ بدر اتنا کہتا سیدھا اٹھ کھڑا ہوا جس پر عزیزہ نے اس کو حیرانی سے دیکھا۔ ان آنکھوں میں اس قدر اجنبیت تھی کہ اس نے بے ساختہ جھرجھری لی۔

"جانتی ہو اب تک تم کس کے ہاتھوں کی کٹھ پتلی رہی ہو"۔۔۔ بدر کے یوں سوال کرنے پر عزیزہ نے نا سمجھی سے اس کو دیکھا۔

"تم میرے ہاتھوں کی کٹھ پتلی رہی ہو!۔۔۔ دی ڈیمون کنگ بدر سفیر!"۔۔۔۔۔ بدر کا لہجہ اس وقت حد درجہ سنجیدگی سموئے ہوئے تھا جس پر عزیزہ شاک رہ گئی۔ گویا اپنے کانوں پر یقین نہ آیا ہو۔ اور اپنی اس قدر ہتک پر کان کی لوئیں سرخ ہو گئیں۔

"میں ایک کٹھ پتلی کی طرح کام کر رہی تھی!۔۔۔ نہیں مجھے کوئی بھی اپنی کٹھ پتلی نہیں بنا سکتا ہے"۔۔۔۔۔ منہ ہی منہ میں عزیزہ بڑبڑائی جبکہ سفیر کے تنے نقوش اب ڈھلک چکے تھے۔

"ہاں تو کیسا لگا میرا یہ سر پرانز"۔۔۔۔۔ بدر چہرے کو حد درجہ سنجیدہ بنائے بولا جس پر عزیزہ نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اس کی جانب دیکھا۔ عزیزہ کے یوں دیکھنے پر بدر کے دل کو کچھ ہوا پر اس وقت اس کو سبق سکھانا زیادہ ضروری تھا جیسی وہ مطمئن رہا۔

"تم در حقیقت ایک گھٹیا انسان ہو!۔۔۔ میں ایک منٹ کے لئے بھی اب تمہارے ساتھ نہیں رہوں گی!۔۔۔ نفرت ہے مجھے تم سے!۔۔۔ سنا تم نے!"۔۔۔ تقریباً چلانے والے انداز میں عزیزہ بولی جبکہ بدر پر سکون سا کھڑا رہا۔

اب کہ عزیزہ اپنا رخ موڑ چکی تھی اور بدر اس کو دور جاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ جانے کس احساس کے تحت اس کے قدم وہیں زنجیر ہو گئے تھے!۔۔۔ آخر کیوں وہ اس کے پیچھے نا جاسکا تھا۔

اگلی صبح کا سورج اپنی آن سے طلوع ہو چکا تھا جبکہ ایجنسی میں موجود طلباء اپنی اپنی ٹریننگ میں مگن تھے۔ سفیان اپنے آفس میں موجود فائلز میں محو تھا جب فون کی گھنٹی کی آواز سنائی دی۔ اپنے باپ کا نام دیکھ کر اس نے ٹھنڈی سانس خارج کی۔ اور فون کان سے لگایا۔

"السلام علیکم! کیسے ہیں آپ بابا"۔۔۔ پہل کرتے ہوئے سفیر بولا۔

"میں ٹھیک ہوں تم سناؤ!۔۔۔ کیسے ہو تم دونوں"۔۔۔ زیاد کی آواز کی گرمجوشی سے سفیان کھٹکا۔

"ہم دونوں بھی ٹھیک ہیں آپ کے بعد"۔۔۔ سفیان طنزیہ لہجے میں بولا جس پر دوسری جانب زیاد مسکرا دیا۔

"آج کل جن لوگوں سے تم دوستیاں پال رہے ہو ان سے دور رہنے میں تمہاری بھلائی ہے"۔۔۔ زیاد کی بات پر سفیان مسکرا دیا۔

"جب سے آپ نے ہمیں ہمارے حال پر چھوڑا ہے تب سے ایسے لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہے میرا!۔۔۔ آپ میری فکر چھوڑیں اور یہ اپنے فون کرنے کا مقصد بتائیں"۔۔۔ سفیان نارمل انداز میں طنز کرتا ہوا بولا جس پر زیاد نے اپنا غصہ ضبط کیا۔

"میں نے تم لوگوں کو تمہارے حال پر نہیں چھوڑا!۔۔۔ تم لوگ خود ہی اس وقت نہیں مانے تھے"۔۔۔ زیاد بے بس لہجے میں بولا۔

"کہیں آپ کے فون کرنے کا مقصد آپ کے ڈوبتے بزنس کو بچانا تو نہیں!"۔۔۔ سفیان کہ اس طرح بولنے پر زیاد کو ایک دم حیرانی ہوئی۔ چند لمحے تو وہ کچھ بول ہی ناسکا مگر پر خشک گلاتر کرتے ہوئے بولا۔

"تم سے کس نے کہا کہ میرا بزنس ڈوب رہا ہے"۔۔۔ زیاد کی آواز اب شک بھری تھی۔

"مجھے تو یہ بھی پتا ہے بابا کہ اس رات ان آدمیوں کو ہمارے گھر میں گھسنے کی راہ دینے والے بھی آپ

تھے!۔۔۔ افسوس جو گڑھا دوسروں کی اولاد کے لئے کھودا تھا اس میں آپ کی اپنی اولاد گر گئی"۔۔۔ سفیان

تاسف کا اظہار کرتا ہوا بولا۔

جبکہ دوسری جانب زیادہ کا بکایہ سب سن رہا تھا۔ جانے کب اس کی اولاد اتنی بڑی ہو گئی تھی کہ اس کی ہر حرکت کی باز پرس کرنا شروع کر دی تھی۔

"یہ۔۔۔ یہ کیا بکواس کر رہے ہو تم!۔۔۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہے"۔۔۔ زیادہ کلائے ہوئے انداز میں بولا۔
"اچھا پھر شاید مجھے کوئی غلط فہمی ہوئی ہوگی"۔۔۔ سفیان نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔ جبکہ دوسری جانب زیادہ نے فون کاٹ کر سامنے پڑی میز پر پٹخا۔

"پر سکون ہو جاو!۔۔۔ میرے دوست، ہم تمہارے ڈوبتے کاروبار کو بچالیں گے"۔۔۔ شہر وزر عونت سے ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر چڑھائے بولا۔

"کاروبار کو تو میں دیکھ ہی لوں گا!۔۔۔ مگر اس سے پہلے اس ناہنجار سے نبٹ لوں"۔۔۔ زیادہ بپھرے تیور لئے بولا جس پر شہر وزر مسکرا دیا۔

"ویسے تم جس لڑکے کا ذکر کر رہے تھے!۔۔۔ ہاں کوریگون وہ کہاں کا ہے اور تمہاری مددیوں اچانک کرنے پر کیسے تیار ہو گیا"۔۔۔۔۔ زیادہ اب کہہ پر سوچ انداز میں بولا۔

"بس جب آپ کی راہیں اوپر والے کی طرف سے آسان ہونی لکھ دی ہوں نا!۔۔۔ تو مدد خود بخود آ جاتی ہے"۔۔۔۔۔ شہر وزر تمکنت سے آنکھیں بند کرتا ہوا بولا جبکہ زیادہ کو کچھ تھا!۔۔۔ جو کھٹک رہا تھا۔

"وہ ایک ایلومینیٹ ہے!۔۔۔ اور اسرائیل سے ایجنٹ کے طور پر یہاں بھیجا گیا ہے!۔۔۔ اس سے زیادہ میں تمہیں اس کے متعلق کچھ نہیں بتا سکتا ہوں"۔۔۔ شہر وز کے جواب پر زیادہ نے سر جھٹکا کہ اس کا پتا تو وہ بعد میں لگا ہی لے گا۔

جبکہ دوسری جانب سفیان ان کی ساری باتیں سن رہا تھا۔ اپنے کام میں وہ اس قدر ماہر تھا کہ اس قلیل سے عرصے میں اس پورے گھر کو بگڑے سے بھر چکا تھا جبکہ شہر وز کو اس نے اس سب کی بھنک بھی ناپڑنے دی تھی۔ دوسری جانب اپنے باپ کی پاکستان موجودگی سے وہ حیران نہیں تھا لیکن خوش بھی نہیں تھا۔

میٹرک کا آج آخری امتحان تھا جبھی تمام طلباء پر سکون مسکراہٹوں کے ساتھ کمرہ امتحان سے باہر نکل رہے تھے۔ آپس میں چہ گوئیاں کرتے، قہقہے لگاتے خارجی دروازے کی جانب بڑھ رہے تھے۔ انہی میں ایک شامل بھی تھی جو پرسوج انداز میں اپنے دھیان ہی چلتی جا رہی تھی جبھی اس کا کسی سے بری طرح تصادم ہوا جس پر وہ سر کو پکڑتی سیدھی ہوئی۔ جبکہ سامنے موجود شخص کو اس نے تنفر سے دیکھا اور جھک کر اپنی چیزیں اٹھائیں۔

"ایم سو سوری!۔۔۔ یہ سب میری غلطی کی وجہ سے ہوا ہے"۔۔۔ سفیان معافی مانگتا ہوا بولا۔

"مجھے جس بے جا میں رکھنے کے باوجود معافی طلب نہیں کی آپ نے!۔۔۔ یہ تو ایک بہت ہی چھوٹی سی بات تھی"۔۔۔ شمال تنفر لہجے میں بولی۔ جبکہ سفیر نے سامنے کھڑی اس لڑکی کو دیکھا جو عمر میں اس سے کم از کم دس سال چھوٹی ہوگی!۔۔۔ مگر طنز، طنز اس کے دادی اماں والے تھے۔

"اس سب کی وضاحت میں آپ کے والدین کو دے چکا ہوں!۔۔۔ میرا نہیں خیال کے ایسی بات کو دوبارہ دہرانا عقل مندی ہوگی"۔۔۔ سفیان اب کے تحمل سے بولا۔ سامنے عزیزہ کا پر تو ہی تو کھڑا تھا۔ بس آنکھیں ہاں ان کا رنگ مختلف تھا۔

"ہٹیں میرے رستے سے مجھے دیر ہو رہی ہے"۔۔۔ سفیر کے یوں ٹکٹکی باندھے دیکھنے پر شمال کوفت سے بولی جبکہ وہ نجل سا ہوتا ایک سائیڈ کو ہو گیا۔

"آئی ایم سوری"۔۔۔ اس نے خود کو بس یہی الفاظ ادا کرتے سنا تھا اور وہیں پر شمال کے قدم بھی تھمے تھے مگر پھر وہ راہداری سے تیز رفتار کئے گزر گئی اور سفیان پر نسیل کے آفس کی جانب بڑھ گیا تھا۔

"کیا عجیب انسان ہے!۔۔۔ سوری بھی بولتا ہے اور غلطی بھی نہیں مانتا ہے"۔۔۔ شمال منہ ہی منہ میں بڑبڑائی اور وین میں سوار ہو گئی۔

چند لمحوں کی مسافت کے بعد اس نے ارد گرد نظریں دوڑائی تو وین کو انجان رستے پر دیکھ کر ٹھٹکی۔ جب کہ شیشے سے نظر آتے شخص کو دیکھ کر صحیح معنوں میں وہ پریشان ہو چکی تھی۔

"کون ہو تم اور مجھے کہاں لے کر جا رہے ہو"۔۔۔ شمال سہمی ہوئی آواز میں بولی جبکہ دوسری جانب مکمل خاموشی تھی جیسے کوئی ساکن پتلا ہو۔

"میں نے کہا گاڑی روکو"۔۔۔ اب کہ شمال دھاڑنے والے انداز میں بولی۔ ایک بار پھر سے وہی منظر اپنی زندگی میں دیکھتے ہوئے شمال کے رونگٹے کھڑے ہو چکے تھے مگر اب کی بار اگر وہ ہمت ہار جاتی تو نجانے بچتی بھی یا نہیں!

"میں آخری مرتبہ کہہ رہی ہوں کہ گاڑی روکو!"۔۔۔ اب کہ شمال کی آواز سرد تھی جس پر اک لمحے کو ڈرائیور نے سر اٹھا کر دیکھا مگر پھر ہنوز ڈرائیو میں مگن ہو گیا۔

پانچ سیکنڈ سے بھی کم عرصے میں شمال نے اپنا دوپٹہ ڈرائیور کی گردن کے گرد لپیٹ دیا اور پوری قوت سے کھینچ دیا۔ جس پر ڈرائیور نے اپنی گردن کو ہاتھوں کی مدد سے آزاد کروانا چاہا مگر بے سود۔ اور گاڑی اپنا توازن کھوتی ہوئی اک جانب کو لڑھک کر زوردار جھٹکے سے اک درخت سے ٹکرا گئی۔ ڈرائیور ادھ مواسا ہو گیا تھا جبکہ یوں

جھٹکا لگنے کے باعث شیشے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکے تھے۔ کچھ کانچ شامل کو بھی چبھے تھے مگر اس سب کو نظر انداز کرتی جلدی سے گاڑی سے باہر نکلی اور سرپٹ بھاگنا شروع کر دیا۔

صبح کے دس بج رہے تھے اور سفیر کی نظروں کے سامنے کل والا منظر بار بار آرہا تھا۔ کس طرح عزیزہ نے اس کے دل کو توڑا تھا اور جوابی کارروائی میں وہ حد سے گزر گیا تھا۔ عزیزہ کی ڈبڈبائی آنکھیں، جن میں شکوں کا انبار تھا ان کو یاد کر کے بے ساختہ شرمندہ ہوا۔

"کیا تھا جو میں اس کو اتنے سخت الفاظ نابولتا!۔۔۔ ہے بھی تو وہ بہت حساس اور معصوم"۔۔۔ بدر خود کلامی کرتا ہوا بولا۔ جبکہ دروازے پر موجود عزیزہ اس کو یوں بولتے دیکھ کر ٹھٹکی۔

"میں معصوم نہیں ہوں بالکل بھی!۔۔۔ ایک انسان کی قاتل ہوں!۔۔۔ اور آگے بھی دو انسانوں کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتی ہوں"۔۔۔ عزیزہ سرد لہجے میں بولی تو بدر نے مڑ کر اس کی جانب دیکھا۔ چہرے پر شب بیداری کے اثرات بخوبی واضح تھے اور کرخ تاثرات واپس لوٹ آئے تھے۔ سفیر نے بے ساختہ ٹھنڈی سانس خارج کی۔

"تم نے کسی کا قتل نہیں کیا!۔۔۔ وہ اپنی موت کسی اور کے ہاتھوں مرا ہے"۔۔۔ بدر بھی اتنے ہی آرام سے بولا۔

"میں نے خود اپنے ان ہاتھوں سے لی تھی اس کی جان"۔۔۔۔ عزیزہ اپنے ہاتھوں کو نظروں کے سامنے کرتے ہوئے بولی۔ اسی لمحے نگاہوں میں خالی پن در آیا تھا۔

"مگر مجھے تمہارے چہرے پر پہلے قتل کرنے کا افسوس نہیں نظر آتا!۔۔۔ قاتل شخص کبھی بھی اتنا مطمئن نہیں رہتا ہے"۔۔۔۔ بدر پر سکون لہجے میں بولا جبکہ کچھ لمحے کو عزیزہ بھی سوچ میں پڑ گئی کہ بات تو سچ ہے۔

"کیونکہ میرے اندر کے احساسات منجمد ہو چکے ہیں"۔۔۔۔ عزیزہ کے یوں کہنے پر بدر کو اپنا دل مٹھی میں جکڑتا ہوا محسوس ہوا۔ شاید وہ اپنی محبت بھی انہی احساسات کی طرح منجمد کر چکا تھا۔

"احساسات منجمد بھی ہوں!۔۔۔ مگر یہ بات طے ہے کہ قتل کے بعد انسان پہلے جیسا نہیں رہتا"۔۔۔۔۔ بدر ابھی بھی بضد تھا۔

"میں تمہاری سوچ پر دو حرف بھی بھیجنا پسند نہیں کرتی ہوں!۔۔۔ اب فضول باتوں میں میرا دماغ مت خراب کرو اور کام کرو اپنا"۔۔۔۔۔ عزیزہ کمرے میں داخل ہوئی۔

"ویسے ساری رات کہاں گزاری تم نے"۔۔۔۔۔ بدر بے ساختہ ہی سوال کر بیٹھا جس پر عزیزہ نے سر جھٹکا۔

"احمت بے کے گھر میں"۔۔۔ درشت لہجے میں کہتی اپنے کپڑے لے کر واشروم میں گھس گئی جبکہ بدر اپنا ماتھا پیٹ کر رہ گیا۔ کہ اس نے کیوں شہد کی مکھی کے چھتے میں پتھر مارا تھا!۔

ظہیر اس وقت شہر وز سے ویڈیو کال پر بات کر رہا تھا۔

"جانتے ہونا ایک عدد لڑکی دی تھی تمہیں سنبھالنے کے لئے میں نے"۔۔۔ شہر وز کی مکروہ آواز مکروہ تاثرات کے ساتھ ابھری جس پر ظہیر نے اپنے خشک ہوتے ہونٹوں پر زبان پھیری۔

"ہاں میں جانتا ہوں!۔۔۔ اس کی اچھی دیکھبال کی ہے میں نے"۔۔۔۔۔ ظہیر ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

"مگر تم نے اس کی پرورش میں غلطی کر دی!۔۔۔ اس کے گھر والوں کے خلاف مہرہ بنانا تھا اسے، لیکن وہ تو

تمہاری سنائی گئی کہانیوں پر اپنے باپ کو ہیر و مان کر اس کے نقشے قدم پر چلنا شروع ہو چکی ہے"۔۔۔۔۔ شہر وز سرد لہجے میں بولا جس پر ظہیر نے بے ساختہ جھرجھری لی۔

"میں نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا!۔۔۔۔۔ مذہب و اقدار کا نہیں۔۔۔۔۔ ظہیر بھی دوبا دوبا بولا۔

"جانتا ہوں مگر اب وقت ہے کہ اس کو یہ سب سکھا دو"۔۔۔۔۔ شہر وز تنبیہی لہجے میں بولا۔

"میں ابھی بھی ایسا کچھ نہیں کرنے والا!۔۔۔۔۔"۔۔۔۔۔ ظہیر اٹل لہجے میں بولا۔

"وہ کیا ہے ناکہ تمہاری ایک عدد بڑی پیاری خوبصورت سی بیوی بھی ہے"۔۔۔۔۔ شہر وز اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا چونکہ وہ جانتا تھا کہ ظہیر کا اگلار د عمل کیا ہو گا۔

"اپنی حد میں رہو"۔۔۔۔۔ ظہیر غصے میں بولتا ہوا کال کاٹ چکا تھا۔

"تو اس سب کے پیچھے یہ سازش رچائی جا رہی ہے"۔۔۔۔۔ عمار حیرت میں ڈوبا خود سے بولا۔ جبھی ظہیر کو پشت پر کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تو اس نے رخ موڑ کر دیکھا مگر وہاں کوئی بھی موجود نہ تھا۔ اس چیز کو اپنا وہم گردانتا ہوا سر جھٹک گیا۔

جبکہ دوسری جانب عمار نے دیوار کے ساتھ لگ کر سکون کی سانس خارج کی۔

"بچ گیا آج تو!"۔۔۔۔۔ بڑبڑاہٹ واضح تھی جبھی وہاں سے گزرتی ہوئی آنزل رک گئی اور اس کو دیکھنے لگ گئی۔ "آپ اس وقت اسٹڈی کے باہر کیا کر رہے ہیں؟"۔۔۔۔۔ آج آفس نہیں تھا جانا آپ کو"۔۔۔۔۔ آنزل عمار کو گھر پر موجود پا کر حیران ہوئی تبھی پوچھ بیٹھی۔

"نہیں آج مجھے چھٹی تھی آفس سے"۔۔۔۔۔ عمار نے بھی سکون سے جواب دیا۔ اب وہ دونوں باقاعدہ ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے اور آنزل کا سوال و جواب کا سلسلہ جاری ہو چکا تھا۔

رایان کافی عجلت میں دکھائی دیتا تھا جبھی بنانا کئے وہ کرنل سہیل کے آفس میں داخل ہو گیا۔

"خیریت بر خور دار!۔۔۔ کافی گھبرائے ہوئے لگ رہے ہو"۔۔۔ سہیل بھی اس کے یوں آنے پر حیران ہوتے استفسار کرنے لگے۔

"بابا ہمیں جلد از جلد صالحہ کو وہاں سے نکالنا ہو گا!۔۔۔ کیونکہ جس شخص نے اتنے عرصے میں اس کو پالا ہے وہ گرافٹر کا مہرہ ہے"۔۔۔ رایان کے انداز سے اس کی پریشانی خاصی واضح تھی جبکہ کرنل سہیل نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا۔

"تم ایک منٹ سکون سے بیٹھ جاؤ!۔۔۔ اور تسلی سے پوری بات بتاؤ"۔۔۔ سہیل اس کو سامنے موجود کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"بابا جس شخص نے میجر شجاع کو شہید کیا تھا!۔۔۔ وہی شامل کو غائب کروانے میں شامل تھا"۔۔۔۔۔ رایان نے بے بس لہجے میں وضاحت دی۔ اور اگلی ساری کہانی سہیل کے گوش گزار کر دی جس پر ان کا پارہ چڑھ گیا۔

"یہ شخص آخر کیوں ہم سب کی زندگیوں میں ناسور بن چکا ہے!۔۔۔ اس کو تو میں اپنے ہاتھوں سے ختم کروں گا"۔۔۔۔ سہیل ہاتھ کا مکا بنا کر ٹیبل پر مارتا ہوا بولا۔

"بابا اس شخص پر ہاتھ ڈالنا اتنا آسان نہیں ہے!۔۔۔ اس کی ایک کمزوری کو ہم نے ختم کر دیا ہے اور دوسری کے پیچھے ایجنٹ کو ریگن سر توڑ کوششوں میں لگا ہوا ہے!۔۔۔ باقی آئزل کی حفاظت کو ہمیں یقینی بنانا ہو گا"۔۔۔۔۔ رایان اب کہ کچھ پرسکون دکھائی دیتا تھا۔

"اس کی کمزوری روپیہ پیسہ تو بالکل بھی نہیں ہے!۔۔۔ کیونکہ اگر اس کا دیوالیہ بھی نکل جائے تو انڈر ولڈ جس میں وہ گرافٹر کے نام سے جانا جاتا ہے بہت ساری قوتیں اس کی پشت پناہی کر رہی ہیں"۔۔۔۔۔ سہیل اب کے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا جس پر رایان نے اثبات میں سر ہلادیا۔

"میں جانتا ہوں کہ اس کی کمزوری کون ڈھونڈ سکتا ہے!"۔۔۔۔۔ رایان پر سوچ انداز میں بولا۔ جس پر سہیل نے سوالیہ انداز میں ابرو اچکائے۔

"عزیزہ شجاع حیدر"۔۔۔۔۔ رایان کی بات پر کر نل سہیل ششدر رہ گئے۔

"کیونکہ وہ ناصرف ایک بہترین ایجنٹ ہے ہماری!۔۔۔ بلکہ وہ کمپیوٹرز کے ساتھ بھی بہت اچھی ہے"۔۔۔۔۔ رایان اب تفصیل سے بولا۔

"تمہارا مطلب ہے اب ہمیں گرافٹر کو کھنگالنا ہے مائیکروسکوپکلی!"۔۔۔۔۔ سہیل کے سوال پر رایان نے اثبات میں سر ہلایا۔

لگاتار بھاگنے کے باعث اب شامل کی سانس پھول چکی تھی!۔۔۔ جس پر چند لمحے کو رک کر اس نے تیز تیز سانس لی اور ایک بار پھر سے بھاگنا شروع کر دیا اور مین روڈ پر آگئی جہاں سے گاڑیاں گزر رہی تھیں۔ نجانے کونسی جگہ تھی اس جگہ وہ پہلے تو کبھی نہیں آئی تھی لاہور میں نجانے اب کس طرف کو جانا ہو گا ابھی وہ انہی سب سوچوں میں گم تھی جبھی سفید رنگ کی چمچماتی کار اس کے پاس آکر رکی اور اندر موجود شخص نے کار کا شیشہ نیچے کیا۔

"محترمہ!۔۔۔ کیا میں آپ کی کچھ مدد کر سکتا ہوں"۔۔۔۔۔ کار میں اندر بیٹھا ہوا شخص سفیان تھا اور شامل کو اس روڈ پر دیکھ کر حیران ہو گیا تھا کہ وہ اس وقت یہاں کیا کر رہی ہے۔ جبکہ دوسری جانب سفیان کو دیکھ کر شامل کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"آپ کو لگتا ہے کہ کیا آپ میری مدد کر سکتے ہیں"۔۔۔۔۔ شامل نے ایک ابرو اچکا کر پوچھا جبھی سفیان مسکرا دیا۔

"جی بالکل! اگر آپ چاہیں تو"۔۔۔۔۔ سفیان مسکراتا ہوا بولا اور ساتھ ہی کار کا دروازہ کھول دیا جس پر شامل اندر آکر بیٹھ گئی۔ جبکہ سفیان گاڑی اسٹارٹ کر چکا تھا۔

"ویسے آپ اس وقت یہاں کیا کر رہی تھیں"۔۔۔ سفیان خاموشی سے بیٹھی شمال کو مخاطب کرتے ہوئے بولا جبکہ شمال کے چہرے پر ابھی بھی پریشانی کے تاثرات موجود تھے۔

"وین کا ڈرائیور بدل گیا تھا اور وہ اس انجان راستے پر مجھے لے آیا"۔۔۔۔۔ یوں شمال نے سارا واقعہ سفیان کے گوش گزار کر دیا۔

"امپریسو!۔۔۔ کافی بہادر لڑکی ہو تم۔ کوئی اور ہوتی تو بے ہوش ہو جاتی ڈر سے"۔۔۔۔۔ سفیان داد دینے والے انداز میں بولا جبکہ شمال نے سوچا کہ ایک لمحے کو وہ بھی واقع میں بے ہوش ہونے لگی تھی۔

"کیونکہ ایک بار کا تجربہ پاس تھا بے ہوش ہونے کا!"۔۔۔۔۔ شمال طنزیہ انداز میں بولی جبکہ سفیان نے گہری سانس خارج کی۔

"اچھا ویسے آپ کو اس کی شکل یاد ہے یا وین کا نمبر؟"۔۔۔۔۔ سفیان اب پیشہ ورانہ انداز میں سوال کر رہا تھا جس پر شمال نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"چلیں کوئی بات نہیں آپ کا گھر آ گیا ہے!۔۔۔ دھیان رکھیں اپنا"۔۔۔ سفیان اس کی طرف کا کار کا دروازہ کھول کر بولا جس پر شمال سر ہلاتی نیچے اتر گئی جبکہ سفیان اس کو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا تبھی شمال واپس مڑی اور گاڑی کے شیشے کی جانب جھکی!

"تھینک یوفار، سیلپنگ می"۔۔۔ اتنا کہہ کر وہ مسکرا کر چل دی جبکہ سفیان بھی مسکرا دیا اور کار اسٹارٹ کر دی۔
"ہیلو!۔۔۔ میں نے ایڈریس بھیجا ہے اپنی ٹیم کو بھیجو اور وہاں موجود وین اور ڈرائیور کی جانچ پڑتال
کرو"۔۔۔۔ ڈرائیونگ کرتے ہوئے فون پر ہدایات دیتا ہوا سفیان بولا۔
جبکہ چہرے پر گہری سوچ کے آثار واضح تھے۔

اس دن کے بعد سے عزیزہ اور بدر کے درمیان کوئی بھی قابل غور بات نہیں ہوئی تھی۔ دونوں اپنے اپنے
ٹاسک انجام دے رہے تھے۔ آج ان لوگوں کو اسٹینبول آئے ایک ہفتہ ہو چکا تھا۔ یہ ایک جدید طرز کا فائیسٹار
ہوٹل ریفلز تھا جس میں وہ لوگ ٹھہرے ہوئے تھے۔ بالکوئی کے باہر دیکھو تو شہر کی کئی مصروف عمارتیں نظر
آتی تھیں جو رات کے وقت جگنوؤں کا سا سماں پیش کرتی تھیں۔ عزیزہ اس وقت کھڑی کسی اور جہاں میں پہنچی
ہوئی تھی جبکہ شہر کی رونقیں عروج پر تھیں۔ بدر اس کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا اور اس کو یوں محو دیکھ کر کچھ
لمحے کے لئے دیکھتا رہا۔ پھر نزدیک آ کر اس کو اپنے حصار میں لے لیا جس پر عزیزہ ہوش کی دنیا میں واپس آئی۔
"ڈیر مسز! یہاں پر کیوں کھڑی ہو وہ بھی اکیلے تم؟"۔۔۔۔ دھیمی مگر خوش آواز میں اس کے کان کے پاس
سرگوشی کی جس پر عزیزہ کو اپنا آپ بے بس لگتا ہوا محسوس ہوا۔ نجانے کس احساس کے تحت اس نے بدر کو

اپنے اتنا قریب کھڑے رہنے دیا تھا۔ جبکہ اس کے کہے گئے الفاظ بری طرح چبھے تھے عزیزہ کو مگر وہ جانتی تھی کہ غلطی اس کی بھی تھی لیکن کیا بدر کو یہ نہیں معلوم تھا محبت کی پہلی شرط بھروسہ ہوتی ہے۔

"دل کر رہا تھا میرا اس لئے کھڑی ہوں"۔۔۔۔ اپنی سوچ کو جھٹکتے ہوئے ہوا میں اڑتے ایئر بیلونز کو دیکھتے ہوئے وہ بولی۔

"اچھا پھر آگے کا کیا ارادہ ہے یہاں سے واپسی پر"۔۔۔۔ وہی سرگوشیانہ انداز اپنائے ہوئے بدر بولا۔

"اب تک جہاں قسمت لے کر گئی ہے وہاں ہی گئی ہوں آگے بھی جہاں قسمت کو منظور ہو گا چلی جاؤں

گی"۔۔۔۔ کسی بھی قسم کے جذبات سے عاری لہجے میں عزیزہ بولی۔

"مجھے معاف کر دو اس دن کے لئے"۔۔۔۔ بدر نادم انداز میں بولا۔

"معاف ان کو کیا جاتا ہے جن سے کوئی تعلق ہو!۔۔۔۔ تمہارے ساتھ بس ایک دکھاوا ہے اور کچھ نہیں۔ اس

لئے معافی مت مانگو"۔۔۔۔ عزیزہ سنجیدگی سے بولی۔ اور بدر کی یہ فسوں خیزی کچھ ہی دیر کی تھی۔

"اور اگر قسمت نے تمہیں میرے ساتھ رہنے کو چن لیا تو کیا کرو گی"۔۔۔۔ اب کی بار عزیزہ کے کندھے پر سر

ٹکا تا بدر آنکھیں موند کر بولا۔

"تو میں تمہاری جان اپنے ہاتھوں سے لے لوں گی دی ڈیمون کنگ"۔۔۔ نہایت دھیمے انداز میں بول کر وہ ایک جھٹکے سے اس سے الگ ہوئی اس کی آنکھوں میں بلا کی سرد مہری چھائی ہوئی تھی جس پر بدر حیران رہ گیا مگر اگلے ہی پل وہ بھی اپنے خول میں سمٹ آیا۔

"ہم دونوں کے خیالات کتنے ملتے جلتے ہیں ناپیاری"۔۔۔۔ اس کے چہرے پر جھولتی لٹ کو وہ کان کے پیچھے اڑتا آنکھوں میں بلا کی سرد مہری لے کر بولا۔

عزیزہ اب اپنے کمرے میں واپس آچکی تھی اور بے چین نظر آرہی تھی۔ اپنے آس پاس بدر کی مہک کو محسوس کر رہی تھی۔ کوئی عام لڑکی ہوتی تو اس وقت وہ خود پر۔ محبت کا راز آشکار ہونے پر سنہری زندگی کے خواب دیکھتی مگر وہ عزیزہ شجاع حیدر تھی۔ ایک عظیم مقصد کے تحت اس دنیا کے سرد و گرم سے لڑ رہی تھی ایسے میں محبت جیسے کمزور جذبے میں پڑ کر خود کو کمزور نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ہاں اس کے نزدیک محبت دنیا کا خوبصورت مگر سب سے کمزور جذبہ تھی۔

"ہیلو عثمان کچھ پتا چلا شامل کے بارے میں"۔۔۔۔ فون کان سے لگائے وہ فائلز کھنگالتی ہوئی بولی۔

"میں نے پتا کیا ہے اور ابھی مزید انہی کوششوں میں لگا ہوا ہوں مگر کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا ہے! البس اتنا پتا چل سکا ہے کہ وہ لندن میں گرین وینچ یونیورسٹی میں پڑ رہی ہے"۔۔۔۔ کافی بیٹ کرتے ہوئے عثمان مصروف سے انداز میں بولا۔

"تمہارے پاس بہت کم وقت وہاں رہ گیا ہے جلد از جلد کرو جو کرنا ہے تم نے"۔۔۔۔ اپنی مطلوبہ فائل ملنے پر عزیزہ اس کو سائیڈ ٹیبل پر رکھتی ہوئی بولی۔

"میں جانتا ہوں مگر کل ہی مجھے مزید چھ مہینے رکنے کی تاکید کی گئی ہے کیونکہ مزید ایک اور جاسوس ہے جس کو تیار کیا جا رہا ہے پاکستان بھیجنے کے لئے کیپٹن رحمان کی جان لینے کے لئے"۔۔۔۔ عثمان آہستہ آواز میں بول رہا تھا جس پر عزیزہ حیران ہوئی مگر پھر بات کو سمجھ گئی۔

"اچھا چلو مجھے صبح ایک ٹارگٹ کو پکڑنا ہے تم اپنا کام اچھے سے کرنا"۔۔۔۔ اب کی بار فون بند کرتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور سائیڈ ٹیبل پر لگا بگ ایکٹیویٹ کر دیا۔ وہ جانتی تھی یہ ڈیوائس بدر نے یہاں لگایا ہے مگر وہ اس کی سوچ سے چار قدم ہمیشہ آگے چلتی تھی۔

اب اس کا رخ واشروم کی جانب تھا۔ منہ ہاتھ دھو کر وہ باہر نکلی تو ابھی بھی اس کے چہرے پر پانی کے چھوٹے چھوٹے قطرے گر رہے تھے۔ جبکہ بدر کو بیڈ پر دراز دیکھ کر اس کا پارہ چڑھ گیا۔ تولیہ غصے سے صوفے پر پھینکا اور اس کے سرہانے آدھمکی۔

"یہ میرا کمرہ ہے تم یہاں پر کیا کر رہے ہو"۔۔۔۔۔ غصہ ضبط کرتے ہوئے عزیزہ بولی۔

"شائد آپ بھول رہی ہیں کہ یہ ہم دونوں کا کمرہ ہے اتنے مہنگے ہوٹل میں میں دو الگ الگ کمرے نہیں افورڈ کر سکتا ہوں"۔۔۔۔۔ مزے سے بیڈ پر ٹانگیں پھیلاتا ہوا بدر بولا۔

"ہاں ویسے بھی مجھے شوق بھی نہیں ہے تمہاری حرام کی کمائی کے کمرے میں رہنے کا سڑو تم ہی ادھر میں ہی چلی جاتی ہوں"۔۔۔۔۔ عزیزہ اس کو اپنی طرف سے زچ کرتے ہوئے بولی اور اپنا کوٹ اٹھاتی باہر کی جانب بڑھ گئی جبکہ پیچھے سے بدر ہنسنے لگ گیا۔

اپنے کمرے سے سیدھا وہ بار کی جانب بڑھ گئی جہاں بہت سے نوجوان لڑکے لڑکیاں رات کے اس پہر بھی موجود تھے۔

"ایک پینا کو لا ڈاڈے دیجئے"۔۔۔۔۔ اتنا کہہ کر وہ سامنے موجود کرسی پر بیٹھ گئی اور ہاتھ میں پکڑے آئی پیڈ پر کچھ کھنگالنے لگی۔

جبکہ اس کی زیرک نگاہوں نے بار اٹینڈنٹ کو اس میں کوئی سفید سفوف ملاتے دیکھ لیا تھا جس پر اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"میم آپ کا آرڈر"۔۔۔ ویٹر اس کے قریب ہاتھ میں ٹرے پکڑے کھڑا تھا جبکہ عزیزہ نے گلاس کچھ حساب سے پکڑا کہ وہ سارا سارا الٹ گیا جبکہ اوٹ میں چھپا شخص اپنی ساری محنت رائیگاں جاتی دیکھ کر وہاں سے چلا گیا۔

"ایم سو سوری میم"۔۔۔ ویٹر بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا تو عزیزہ نے اس پر ایک سرد نگاہ ڈالی جس پر ویٹر مزید گھبرا گیا۔

"اٹس اوکے"۔۔۔ اتنا کہہ کر وہ وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے کمرے میں واپس آگئی اور واش روم میں چلی گئی۔ چہنچ کر کے جب وہ واش روم سے باہر آئی تو بد ر کو سوتا ہوا دیکھ کر بنا آہٹ پیدا کئے دوسری جانب آکر لیٹ گئی۔ اگلی صبح اپنے اندر کون سے راز سموئے طلوع ہونی تھی فی الوقت وہ دونوں اس سب سے بے خبر اک لمبے عرصے کی تھکن اتار رہے تھے کیونکہ اس کے بعد مسافت لمبی تھی۔

"سروہاں موجود بندہ گرفتار کا بھیجا ہوا تھا اور سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس کو شامل کا کیسے معلوم ہوا"۔۔۔۔۔ سفیان اور کرنل سہیل دونوں اس وقت آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے اور عثمان آج کے واقعے کی مکمل تفصیلات دے رہا تھا۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے!۔۔۔ میں نے ان لوگوں کو سختی سے تاکید کی تھی کہ کسی کو اس بات کی بھنک بھی نا پڑے"۔۔۔۔۔ سہیل تذبذب کا شکار دکھائی دیتا تھا۔

"کیونکہ ہم نے اس کے بھائی کو مارا ہے!۔۔۔ اب وہ ہم میں سے کسی ایک کو مار کر ہی سکون لے گا"۔۔۔۔۔ رایان کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا جس پر سفیان اور سہیل دونوں نے اس کو حیرانی سے دیکھا۔

"مگر وہ کیسے جانتا ہے کہ شامل زندہ ہے؟"۔۔۔۔۔ سفیان حیرت زدہ لہجے میں بولا۔

"اس بات کا جواب تو تم دو گے کیپٹن سفیان!"۔۔۔۔۔ رایان کاٹ دار لہجے میں بولا۔

"اچھا تو اب اس سب کا سہرا بھی میرے سر بندھے گا؟"۔۔۔۔۔ سفیان ایک ابرو اچکا تا ہوا تیکھے انداز میں بولا۔

"آپ دونوں اس وقت بھول رہے ہیں کہ آپ اپنے سینئر کے سامنے موجود ہیں"۔۔۔۔۔ سہیل بات بگڑتی دیکھ کر بولا تو رایان اور سفیان دونوں خاموش ہو گئے۔

"اور تم رایان!۔۔۔ سفیان پر بلا وجہ الزام نہیں عائد کر سکتے۔۔۔ اس نے کم عمری کے باوجود وہ ٹاسک انجام دیے ہیں جن کو سینئر زانجام دینے سے ناکام رہے ہیں۔۔۔ مجھے سفیان کی ایمانداری پر کوئی شک نہیں ہے۔۔۔ امید ہے تمہیں بھی نہیں ہو گا"۔۔۔۔۔ سہیل تنبیہی انداز میں بولا جس پر رایان مٹھیاں بھیجنے لگا۔

"سر مجھے گرافر سے ملنے کے لئے جانا ہے!۔۔۔۔۔ اب میں چلتا ہوں"۔۔۔۔۔ سفیان ایک ہاتھ ماتھے تک لے جاتا سیلوٹ کرتا ہوا باہر نکل گیا۔

"بابا میرا وہ مطلب نہیں تھا جیسا آپ سمجھ رہے ہیں"۔۔۔۔۔ رایان اب کے سر جھکائے کھڑا ہوا۔

"تمہارا جو بھی مطلب ہو تم جانتے ہو نا وہ اپنے باپ کے خلاف جا کر یہ کام کر رہا ہے"۔۔۔۔۔ سہیل سوالیہ انداز میں بولا جس پر رایان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اس کا باپ بلیک ورلڈ میں اپنا نام کما چکا ہے۔ وہ چاہتا تو آسانی سے یہ سب کر لیتا لیکن نہیں اس نے باپ کو چھوڑ کر ملک کو چنا۔ اپنے آپ کو چنا۔ آئندہ ایسی کوئی بھی بات مت کرنا جس سے اس کو دکھ پہنچے"۔۔۔۔۔ سہیل اب نصیحت والے انداز میں بولا۔

بالوں کو ہاف کیچر میں باندھے چہرے پر نیوڈ میک اپ کئے وہ جاذب نظر لگ رہی تھی۔ جبکہ بدر اس کی تیاری کو دیکھ کر ٹھٹکا تھا مگر پھر بنا کچھ کہے لیپ ٹاپ میں مگن ہو گیا۔

"شام سات بجے سے پہلے واپس آ جانا!"۔۔۔۔۔ بدر سر جھکائے اسکرین کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"میں نے تم سے ہدایات نہیں مانگی اس مشن پر تم میرے باس نہیں ہو"۔۔۔۔۔ عزیزہ بھی دو بدور شتی سے بولی تو بدر سر جھٹک کر رہ گیا۔

جبکہ عزیزہ اپنی ہیلز کی ٹک ٹک کے ساتھ کمرے سے باہر چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی بدر نے فون کال ملائی اور دوسری جانب سے فون اٹھائے جانے کا انتظار کرنے لگا۔ تیسری بیل پر فون اٹھا لیا گیا تھا۔

"سلطان وہ ابھی ابھی نکلی ہے اس کا پیچھا کرو وہ بھی اس طریقے سے کہ اس کو شک نا ہو"۔۔۔۔۔ بدر ہدایات دیتا ہوا فون رکھ گیا اور دوبارہ سے فائل ڈی کریپٹ کرنے لگا۔

جبکہ دوسری جانب بیگ کو کندھے پہ جھلاتی عزیزہ بے نیاز سے انداز میں چلتی جا رہی تھی۔ بظاہر دکھنے میں شوخ و چنچل انداز تھا مگر غور کرنے پر وہ اطراف میں موجود درستوں کا تعین کر رہی تھی۔ جبکہ دو عقابی نگاہیں اس کے تعاقب میں تھیں۔ کسی احساس کے تحت عزیزہ نے پلٹ کر دیوار کی جانب دیکھا مگر وہاں کوئی نا تھا۔ مگر وہاں

موجودر گڑ کے سیاہ نشانات کو دیکھ کر اس کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری جس کو وہ کمال مہارت سے چھپاتی واپس مڑ گئی۔ اب کہ اس کا مقصد اس شخص کو چکما دینا تھا اور اس سب میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہو چکی تھی کیونکہ اب اس کا کوئی بھی تعاقب نہیں کر رہا تھا۔ اپنی مطلوبہ جگہ پہنچ کر عزیزہ پر سکون انداز میں اس بلند و بالا عمارت کو تنکنے لگی جو شیشوں سے مزین تھی۔

"اسکل اینڈ بونز"۔۔۔ عزیزہ زیر لب بولی اور اندر کی جانب بڑھ گئی۔

"امید ہے یہاں پر وہ ہنگامہ نہیں کرے گا"۔۔۔ عزیزہ دل ہی دل میں سوچتی ہوئی چل رہی تھی۔ اندر کافی گہما گہمی تھی۔ لوگوں کی ایک کثیر تعداد اس جگہ پر موجود تھی جو اپنی اپنی فیملیز کے ساتھ یہاں آئے ہوئے تھے۔ عزیزہ ان سب کو اک نگاہ حسرت سے تک رہی تھی جہاں پر یہ سب لوگ مکمل خاندانوں کی صورت میں موجود تھے جبکہ وہ خود ابھی تک لاپتہ تھی۔ سر جھٹکتی وہ آگے کو چل پڑی۔ اب کی اس کارخ ہوٹل کے مینیجر کے روم کی جانب تھا۔ یہ جگہ قدرے سنسان تھی اور اکاد کا لوگ ہی یہاں نظر آرہے تھے۔ آفس کے باہر لگا نام پڑھ کر عزیزہ اندر کی جانب کو بڑھ گئی تو سامنے موجود شخص نے کاغذوں سے سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔

"ویکم نہیں کرو گے کیا تم مجھے بٹلر"۔۔۔۔۔ عزیزہ کے اس طرح پکارنے پر سامنے موجود شخص نے اس کو آنکھیں دکھائی جیسے کہنا چاہ رہا ہو کہ اس کا رازیوں کھلے عام افشاں نا کرے۔ جبکہ عزیزہ مسکراتی ہوئی بیگ اس کے ٹیبل پر رکھ گئی تھی۔

چٹانوں کی سی سختی خود میں سموئے ہوئے وہ اک معمہ تھی عثمان احمد شاہ کے لئے۔ اک ان دیکھے، بنا محسوس کیے جذبے میں اس کے ساتھ وہ منسلک تھا مگر خود بھی اس بات سے بے خبر تھا وہ۔

تم نے مجھے شامل کے متعلق پتا لگانے کو کہا تھا۔ میں پچھلے دو سالوں سے ایک مشن کے تحت لندن میں مقیم رہا ہوں مگر مجھے اس کی کوئی بھی خبر نہیں ملی ہے۔ مجھے نہیں لگتا وہاں پر ہے۔ ہمیں ڈسٹریکٹ کیا جا رہا ہے۔۔۔۔۔ عثمان سنجیدگی سے بولا تو عزیزہ اداسی سے بس سر ہلا گئی۔

"سہی کہتے ہیں کہ انتظار کرنا بہت کٹھن مرحلہ ہے"۔۔۔۔۔ عزیزہ کے لہجے کی اداسی پر عثمان کا اپنا دل کٹنے لگا تھا۔ اس لڑکی کو وہ سولہ سال کی عمر سے دیکھ رہا تھا جو ان کے پاس آنے والی تمام تر لڑکیوں سے مختلف تھی اور انوکھی بھی۔ کبھی روئی سے بھی زیادہ نرم تو کبھی

"اچھا تم کو شش جاری رکھو ہو سکتا ہے کوئی کلیو مل جائے! کیونکہ مجھے جس شخص نے اس کا پتا دیا تھا وہ سو فیصد درست تھا۔ مگر وہ شخص اس سب کے بعد سے اب تک غائب ہے۔ لگتا ہے اس کو مخبری کرنے کی بھیانک سزا دی گئی ہے۔۔۔۔۔ عزیزہ افسوس کرنے والے انداز میں بولی۔

"اچھا ویسے تمہارا باس کدھر ہے مجھے اس سے ملنا ہے۔۔۔۔۔ اب کے لہجے کو پہلے جیسا مضبوط بناتے ہوئے وہ بولی تو عثمان مسکرا دیا۔ ان دونوں کے درمیان گزشتہ ہوئے واقعے کی کوئی رمت نادکھائی دیتی تھی۔

"وہ ساتھ والے روم میں ہے اور ہاں ذرا ہاتھ ہولار کھنا اس پر پہلے ہی دل کا مریض ہے بیچارہ۔۔۔۔۔ عثمان اپنی کہی بات پر خود ہی مسکرا دیا۔

"فکر مت کرو ایسے ہی نہیں سب لوگ مجھے بد قسمتی کا فرشتہ کہتے ہیں۔ میں ہر ٹاکسک پرسن کے لئے مس فارچون اینجل ہوں۔۔۔۔۔ عزیزہ اتنا کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئے اور باہر کی جانب بڑھ گئی جبکہ عثمان نے اس کی پشت پر لہراتے سیاہ بالوں کو دیکھا تو اس کے چہرے پر بھی اک سیاہ سائیہ لہرایا۔ کسی چیز کی لا حاصل تمنا کا سائیہ!

اب اس بد قسمتی کے فرشتے کا رخ اپنے اگلے شکار کی طرف تھا۔ وہ بد قسمتی کا فرشتہ صرف ان لوگوں کے لئے
تھی جن کے اعمال بد قسمتوں والے تھے وگرنہ وہ اپنی نظروں میں ایک معصوم پروانہ تھی جس کو شمع کی تلاش
تھی۔

"سر آپ سے کچھ ضروری معاملات ڈسکس کرنے تھے"۔۔۔۔ ہاتھ میں بندھی گھڑی کو دیکھتے ہوئے وہ عجلت سے بولی جیسے کہیں جانے کی جلدی ہو۔ جب کہ سامنے موجود شخص کی آنکھوں میں اس کے حسین سراپے کو دیکھ کر چمک ابھری۔

"میں ذرا جلدی میں ہوں"۔۔۔ عزیزہ اک ادا سے بولی جبکہ احمٰت اس لڑکی کی دلیری پر حیران تھا کہ اس کے شوہر کے پکڑ لینے کے باوجود اس کو کوئی فرق نہیں پڑا تھا اس سب سے۔

"آپ شام میں مجھ سے رابطہ کر لیجئے گا یہ میرا کارڈ رکھ لیں۔۔۔۔۔۔ احمیت بے اپنا کارڈ اس کی جانب بڑھاتا ہوا بولا تو عزیزہ نے فوری کارڈ لیا اور کمرے سے واک آؤٹ کر گئی۔ اور تیز تیز قدم اٹھاتی راہداری عبور کرنے لگی۔ سنسان راہدارہ اس کی ہیل کی آواز سے گونج رہی تھی۔

اس وقت اس گھرانے کے تین افراد اکٹھے بیٹھ کر رات کا کھانا کھا رہے تھے۔ شائل بے دھیانی میں پلیٹ میں چمچ چلا رہی تھی جس کو ان دونوں نے نوٹ کیا۔

"شما نل بیٹا کھانا دھیان سے کھاو"۔۔۔۔ یہ زاہد تھے جواب بولے تھے۔

"جی بابا کھا رہی ہوں کھانا"۔۔۔ شائل نے دھیرے سے چیخ منہ میں رکھا۔

"آج آپ کا لاسٹ پیپر تھا نا کیسا ہوا؟۔۔۔" زاہد نے دوسرا سوال کیا تو شامل کی نظروں کے سامنے آج والا سارا منظر اس کی آنکھوں سے سامنے گھوم گیا۔

"اچھا ہوا تھا بابا"۔۔۔ شامل نے مختصر سا جواب دیا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے!۔۔ آپ لوگ کھانا کھائیں"۔۔۔ شائل اتنا کہتی اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے کمرے میں آگئی جبکہ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگ گئے کہ آخر اس کو کیا ہوا؟۔

"ماما بابا!۔۔۔ آپ کی بہت یاد آتی ہے مجھے"۔۔۔ شامل تکیہ کے گرد ہاتھ لپیٹے ہوئے لیٹی تھی۔
"بابا آپ کے ساتھ جس نے وہ سب کیا اس کو کبھی سکون ناملے"۔۔۔ ساتھ ساتھ اشک آنکھوں سے روا
تھے۔

اور عزیزہ!۔۔۔ وہ پتا نہیں کہاں ہوگی۔۔۔ کس حال میں ہوگی"۔۔۔ شامل لگاتار بہتے آنسوؤں کے درمیان
خود کلامی کر رہی تھی۔ جبکہ دوسری جانب عزیزہ احمیت بے کہ گھر موجود تھی۔ اس بات سے انجان کے اس کے
تعاقب میں کون ہے!۔

وسیع و عریض رقبے پر مشتمل یہ بنگلہ کسی محل سے کم ناکھا۔ جس کے اطراف میں باغ نما سجاوٹ کی گئی تھی۔ گھر
کے داخلی دروازے پر احمیت بے کے نام کی تختی موجود تھی۔ عزیزہ بھی اول روز کی طرح نک سس سی تیار تھی
جبھی اپنی گاڑی احمیت پیلس کے باہر روکی۔ گارڈ نے اس کو دیکھتے ہی گیٹ کھول دیا تھا اور اندر آنے کی اجازت
دی تھی۔ گردن اونچی کئے اپنے سیاہ بالوں کو پشت پر بکھیرے بے نیاز انداز میں ناک کی سیدھ میں چلتی جا رہی
تھی۔

"آپ احمیت بے کی مہمان عزیزہ ہیں نا"۔۔۔۔۔ ملازمہ اس کو دیکھ کر مودب انداز میں پوچھنے لگی۔

"جی ان کی مہمان ہوں میں"۔۔۔۔۔ بارعب انداز میں عزیزہ بولی۔

"لایئے اپنا کوٹ مجھے دے دیجئے"۔۔۔۔۔ ملازمہ نے مودب انداز میں کہا جس پر عزیزہ نے بنا کوئی سوال کئے

اس کو کوٹ تھما دیا۔ ملازمہ اس کو لاؤنج میں بٹھا کر انتظار کرنے کا کہہ کر غائب ہو گئی۔ جبکہ عزیزہ زیرک

نگاہوں سے اطراف کا جائزہ لے رہی تھی۔ پھر اچانک ہاتھ میں پکڑا پرس کچھ اس طریقے سے گرایا کہ یوں

محسوس ہو جیسے بے دھیانی میں گرا ہے۔ پھر اٹھ کر سیدھی ہو گئی۔ اتنی دیر میں احمت بھی آچکا تھا اور مسکراتا ہوا

سامنے والے صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔

"مشکل تو نہیں ہوئی آپ کو یہاں تک پہنچنے میں محترمہ"۔۔۔۔۔ ہشاش بشاش لہجے میں احمت نے سوال کیا۔

"مجھے کیا مشکل ہوگی یہاں پہنچنے میں! سونے کی کان جب خود بلائے تو ہر رکاوٹ دور ہو جاتی ہے"۔۔۔۔۔ اک ادا

سے جواب موصول ہوا۔ عزیزہ اس کے لفظ 'مشکل' بولنے کو بخوبی سمجھ گئی تھی کہ اس کا اشارہ کس جانب ہے۔

"وہ میں دراصل آپ کے شوہر کی وجہ سے پوچھ رہا تھا۔۔۔۔۔ اس دن بھی کافی ہنگامہ کیا تھا انہوں

نے"۔۔۔۔۔ احمت جوتے کی نوک کو مسلسل زمین پر رگڑ رہا تھا۔

"جی بس اب کیا کروں!۔۔۔۔۔ اس کے ساتھ شادی مجبوری میں کی گئی شادی ہے"۔۔۔۔۔ عزیزہ ادا اس لہجے میں

بولی۔

"کیا مطلب میں سمجھا نہیں"۔۔۔ نا سمجھی سے ابرو اچکا کر سوال کیا۔

"میرا اور اس کا رشتہ میرے امی ابو نے طے کیا تھا"۔۔۔ عزیزہ سر جھکاتی ہوئی بولی۔

(سلطان تم کیسے چوک گئے اس کا پیچھا کرتے ہوئے۔۔۔ دوسری جانب سفیر آگ بگولا ہو رہا تھا)

"اور میں اکلوتی اولاد تھی ان کی۔۔۔ اور ان کی ڈیٹھ ایک حادثے میں ہوئی تھی"

(عزیزہ اگر اب کی بار تم احمیت بے کی طرف گئی ہوئی تو میں بھول جاؤں گا تمہارا اور اپنا رشتہ۔۔۔ سفیر بے بسی

سے یہ سب سوچتے ہوئے سفیان کو کال ملانے لگا)

"اور رشتے داروں میں سے کوئی مجھے اپنے ساتھ رکھنے کو تیار نہیں تھا جہی مجبوری میں مجھے اس سے شادی کرنی

پڑی۔۔۔ وہی اداس لہجہ پھر سے گونجا۔

(سفیان تم نے عزیزہ کو یہاں جس کام کے تحت بھیجا تھا وہ اس سے ہٹ کر امیر کبیر آدمیوں کے پیچھے جانے لگ

گئی ہے۔۔۔۔۔ بدر کال ملتے ہی جارحانہ انداز میں دھاڑا۔

بکو اس بند کرو اپنی۔۔۔ اگر اس کو دولت ہی چاہیے ہوتی نا وہ شو بزنڈ سٹری جو اُن کر لیتی جہاں سے اس کو آئے

دن آفرز آتی رہتی ہیں۔۔۔۔۔ سفیان برہمی سے بولا۔)

"میرے پاس واحد سہارہ وہی تھا۔۔۔ میں تب صرف سولہ سال کی تھی۔۔۔ جتنی بھی پڑھائی کی وہ شادی کے بعد کی ہے"

(آئندہ اگر تم نے اس کے کردار پر کیچڑا چھالنے کی کوشش کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا
بدر سفیر۔۔۔ سفیان دھمکی آمیز لہجے میں بولا)

"اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کا رویہ بدتر ہوتا گیا میرے ساتھ۔۔۔ اب کی بار آنکھ سے ایک
آنسو ٹوٹ کر عزیزہ کی گود میں رکھی ہتھیلی پر جاگرا۔

(تمہیں اس کی عزت کا محافظ بنایا تھا اور تم خود اس کی عزت کی دھجیاں اڑا رہے ہو بدر۔۔۔ سفیان تاسف
بھرے انداز میں بولا)

"اور اس کا موجودہ رویہ آپ کے سامنے ہے وہ کس قدر مجھ پر ظلم کرتا ہے۔۔۔ بھری محفل میں بھی مجھے
بے عزت کر دیتا ہے"۔۔۔ عزیزہ معصومیت سے بولی۔

(میں نے کچھ غلط نہیں کہا ہے سفیان احمد۔۔۔ جو دیکھا ہے وہی کہا ہے۔۔۔ یہ سب تم عزیزہ سے بھی پوچھ سکتے
ہو۔۔۔ بدر ابھی بھی اسی انداز میں بولا۔

"عزیزہ سے محبت کرتے ہونا تم۔۔۔ اور محبت کی پہلی شرط بھروسہ ہوتا ہے۔۔۔ یقین محکم ہوتا ہے کہ آپ کا محبوب آپ کا ہی رہے گا کسی اور کو دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرے گا۔ اور یہ سب آپ کی محبت کی شدت پر منحصر ہے کہ آپ اس کو اعتماد دے کر نکھارتے ہیں یا شک کی چادر چڑھا کر دفن کر دیتے ہیں"۔۔۔ سفیان نے اتنا کہہ کر کال کٹ کر دی جبکہ سفیر نے موبائل بیڈ پر اچھال دیا اور زمین پر بیٹھ گیا۔)

"مگر آپ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر یہاں آئیں ہیں!۔۔۔ اس پر ان کو برا تو لگے گا ہی"۔۔۔۔۔ احمت عزیزہ کی تمام تر کہانی سن کر بولا۔

"میں نے کہانا یہ مجبوری میں کیا گیا فیصلہ تھا اس کی کوئی ٹھوس بنیاد نہیں ہے۔۔۔۔۔ پھر اجازت کیسی"۔۔۔ خود کو کمپوز کرتی ہوئی عزیزہ بولی۔

"میں اب چلتی ہوں!۔۔۔ کافی وقت ہو گیا ہے"۔۔۔۔۔ عزیزہ گھڑی دیکھتی ہوئی بولی۔

"ارے ایسے کیسے۔۔۔ آپ نے تو ابھی کھانا بھی نہیں کھایا۔۔۔ میں اپنے مہمانوں کو ایسے نہیں بھیجتا ہوں"۔۔۔۔۔ احمت اس کے یوں یکدم جانے کی بات پر بولا۔

"پھر کبھی سہی!۔۔۔ ابھی مجھے واقع میں ایک دوست سے ملنا ہے"۔۔۔۔۔ عزیزہ نرمی سے ٹال گئی جبکہ ملازمہ اتنی دیر میں اس کا کوٹ لے آئی تھی۔

"چلیں یہ تحفہ میری جانب سے قبول کر لیں"۔۔۔ دوسری ملازمہ ہاتھ میں گلدستہ لئے کھڑی تھی احمت کے اشارے پر اس کو بھی عزیزہ کو تھما دیا جس کو مسکرا کر تھام لیا۔

"خوشی ہوئی آپ سے مل کر، دوبارہ ضرور آئیے گا"۔۔۔ احمت کی بات پر عزیزہ نے محض سر کو خم دیا۔

اب عزیزہ اپنے ازلی انداز میں ناک کی سیدھ میں چلتی جا رہی تھی جبکہ پیچھے احمت پیلس کے ملازموں میں اس نئے مہمان کی آمد پر چہ مگوئیاں شروع ہو چکی تھیں۔

جبکہ کچھ فاصلے پر رک کر عزیزہ نے گلدستے کو اچھی طرح ٹٹولا پھر جب تسلی ہو گئی تو گلدستہ یو نہی تھامے آگے بڑھ گئی۔

عزیزہ کتنی دیر یو نہی ادھر ادھر کہ جگہیں گھومتی رہی۔ خریداری تو مقصد تھا نہیں مگر رستوں کی پہچان کافی حد تک ہو گئی تھی۔ عزیزہ جب تک ہوٹل پہنچی شام کے سات بج رہے تھے۔ روم کے باہر کھڑی ایک ہاتھ میں گلدستہ پکڑے دوسرے ہاتھ سے وہ کارڈ سوائپ کر رہی تھی جو بپ کی آواز کے ساتھ کھل گیا۔ بدر جو زمین پر اکڑوں بیٹھا تھا اس کو دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا جبکہ عزیزہ اس کو نظر انداز کرتی آگے بڑھ گئی۔

"رکو!"۔۔۔ سرد آواز میں کہتے ہوئے بدر اس کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا جبکہ عزیزہ اپنے بے ربط طریقے سے دھڑکتے دل کو قابو میں کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ وہ رک ضرور گئی تھی مگر پلٹی نہیں تھی اس کی پشت کنگ کی جانب تھی۔

"کہاں سے آرہی ہو تم اس وقت یہ پھول لے کر"۔۔۔ کاٹ دار لہجے میں وہ بولا تو عزیزہ کو اس کے روکنے کی وجہ سمجھ میں آئی۔

"تمہیں اس سے کیا مطلب جہاں سے مرضی آئے ہوں یہ پھول"۔۔۔۔۔ اب کی بار اپنا رخ کنگ کی جانب کرتی وہ بولی۔

"جہاں مرضی سے آئے ہوں مجھے اس کے علاوہ تم سے اور بھی بہت سے مطلب ہیں جن سے تم بخوبی واقف ہو اور دن بدن تمہاری من مانیاں میں دیکھ رہا ہوں کہ کچھ زیادہ ہی بڑھ رہی ہیں"۔۔۔۔۔ ہنوز سرد نظریں اس کے چہرے پر ٹکائے کنگ کاٹ دار لہجے میں بولا۔

"میرا اور آپ کا رشتہ صرف باس اور اسسٹنٹ کی حد تک ہے جب کوئی مشن ہو اس وقت آپ مجھے یاد کر سکتے ہیں اس کے علاوہ میرا نہیں خیال کہ ہم دونوں کے بیچ کوئی اور معاملہ ہو"۔۔۔۔۔ پر سکوں لہجے میں بولتی وہ مقابل کو طیش دلا گئی۔

"میں دیکھ رہا ہوں جب سے استنبول آئی ہو تب سے زبان کچھ زیادہ ہی چلنے لگ گئی ہے تمہاری"۔۔۔۔۔ اب کی بار وہ اس کے بازوؤں میں انگلیاں گاڑتا ہوا بولا جبکہ یہ پہلی بار تھا کہ عزیزہ کو اس کے رویے سے تکلیف کا احساس ہوا تھا۔

"چھوڑ مجھے"۔۔۔ عزیزہ چلاتی ہوئی مزاحمت کرتی ہوئی بولی جبکہ اس کے ہاتھوں میں پکڑا پھولوں کا گلدستہ زمین بوس ہو کر کنگ کے پیروں کے نیچے تھا۔

"جانتی ہو یہ جس شخص نے تمہیں پھول دینے کی جرات کی ہے نا اس کو بھی ایسے ہی پیروں تلے مسل دوں گا اگر دوبارہ وہ تمہارے آس پاس منڈلایا تو"۔۔۔۔۔ کاٹ دار لہجے میں کنگ بولا تو عزیزہ بغیر سہمے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے دیکھنے لگی جبکہ ایک دوسرے کی سانسوں کی تپش اس قدر تھی کہ جھلسا دینے کو کافی تھی مگر اس وقت جو حالات تھے اس سب سے بے خبر وہ اپنی اپنی جنگ لڑ رہے تھے۔

"مسل دو گے اس کو پیروں کے نیچے جیسے اس منسٹر کو مسل تھا جس کے سامنے میری بولی لگائی تھی تم نے!۔۔۔ یا پھر اس مافیا کے سردار کے سامنے جس کے در پہ مجھے مرنے کے لئے چھوڑ آئے تھے بولو! جواب دو تب کہاں تھے تم۔۔۔؟"۔۔۔۔۔ اس کے سینے پر ہاتھ رکھتی اس کو دور کرتی وہ غصے سے چلائی جبکہ اس کی ان باتوں پر وہ نظریں چرانے لگا۔

"جواب دوا ب نظریں کیوں چر رہے ہو"۔۔۔۔ اس کا چہرہ جھکا ہوا دیکھ کر ایک ہاتھ سے اس کا جڑا دبوچ کر عزیزہ بولی۔

"ارے تم کیا جواب دو گے جواب میں دیتی ہوں! تم نے مجھے ہمیشہ سے ایک ہتھیار اور مہرے کے طور پر استعمال کیا ہے کہ جہاں دل کیا چال چل لی اور اپنا مطلب پورا کر لیا اور عزیزہ تو ہے ہی پاگل جو واپس پھر دوڑتی ہوئی تمہارے پاس آجائے گی۔ میرے سامنے میرا جھوٹا بھرم رکھنے لگتے کہ تم جانتے ہو میری پاکیزگی کو حالانکہ مجھ سے بہتر مجھے کوئی نہیں جانتا ہے"۔۔۔۔

تیز آواز میں بولتے ہوئے عزیزہ اب ہانپنے لگی تھی تبھی سانس لینے کو رک کی اندر کا ابال کسی بھی صورت کم نہیں ہو رہا تھا۔

"میں نے کہیں بھی تمہیں بے آبرو ہونے یا مرنے کے لئے نہیں چھوڑا تھا تمہیں جس قدر میں خطرناک بنا چکا تھا مجھے تمہاری قابلیت پر پورا بھروسہ تھا کہ تم بنا کسی مشکل کے وہاں سے نکل آؤ گی مگر پھر بھی میں وہاں ہر وقت موجود رہا تا کہ ضرورت پڑنے پر تمہاری مدد کو پہنچ جاؤں"۔۔۔۔ ایک ایک لفظ غصے سے چباتے ہوئے وہ بولا۔

"میں کچھ نہیں جانتی یہ مشن ختم ہو اس کے بعد میرا معاہدہ تم لوگوں کے ساتھ ختم ہو جائے گا اور میں یہاں سے بہت دور چلی جاؤں گی اس لئے دوبارہ میری راہ میں مت آنا تم"۔۔۔۔ آنکھوں میں اٹتی نمی کو کمال مہارت سے وہ چھپاتی ہوئی مضبوط لہجے میں بولی۔

"تم دنیا کے جس بھی کونے میں چلی جاؤ میں تمہیں وہاں سے ڈھونڈ نکالوں گا سمجھی تم"۔۔۔۔ سرد لہجے میں وہ بولا۔

"دیکھتے ہیں پھر"۔۔۔ اتنا کہتے عزیزہ کی نہیں بلکہ آگے بڑھ گئی۔
جبکہ کنگ پیچھے کھڑا ضبط کی انتہاؤں پر پہنچ چکا تھا۔

"میں تمہیں کیسے بتاؤں کہ میں تو ایک پل بھی تم سے غافل نہیں رہا ہوں مگر تم ہو کہ کچھ سمجھنے کو تیار ہی نہیں ہو اور میں تمہیں سب سمجھا کر تمہاری نظروں میں بے معنی نہیں کرنا چاہتا اپنا احسان مند کرنا چاہتا ہوں"۔۔۔۔ لاچار انداز میں وہ بیڈ پر اس طرح سے لیٹ گیا کہ اس کے آدھے پیر بیڈ سے نیچے لٹک رہے تھے۔

"کاش تم مجھے سمجھتی تو زندگی اتنی مشکل نہ ہوتی مگر تم نا سمجھتی ہونا سمجھنا چاہتی ہو"۔۔۔۔ دماغ میں سوچتے ہوئے وہ عزیزہ سے مخاطب تھا۔

نہیں کب اس پر مہربان ہوئی اس بات کی اس کو خبر نہ تھی اور وہ اس سب کو بھلائے نہیں کی وادیوں کی سیر کو نکل چکا تھا۔

ڈریسنگ روم میں آکر عزیزہ نے دروازہ بند کر دیا اور مٹھیاں بھینچ کر کھڑی ہو گئی۔ ضبط کے مارے برا حال تھا اس کا۔ آنسو اس کے گالوں پر تو اتر سے بہہ رہے تھے مگر اس سب کی پرواہ کئے بغیر اپنی الماری کی طرف بڑھی اور اس میں رکھی تصویر کو نکال کر دیکھنے لگی۔ جس میں چار لوگوں کی ہنستی مسکراتی زندگی سے بھرپور تصویر مقید تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس تصویر پر دھند چھانے لگی تو عزیزہ نے اپنی آنکھیں رگڑ کر صاف کیں۔

"بابا آپ نے مجھے چھوٹی کی حفاظت کرنے کو بولا تھا لیکن میں نہیں کر سکی مجھے معاف کر دیجئے"

گا۔۔۔۔۔ روتے ہوئے کانپتی ہوئی آواز میں وہ بول رہی تھی وہ خود کو بے بسی کی انتہاؤں پر محسوس کر رہی تھی۔

سورج کی سنہری کرنیں چار سو بکھری پڑی تھیں۔ صحرا کہ سنہری ریت کے ذرے روشنی سے چمک رہے تھے تو اک جانب سنہرادر یا بہہ رہا تھا۔ اتنے میں ایک ننھی بچی اپنی سنہری پوشاک کو گھیرے سے تھامتی چلتی ہوئی آرہی تھی جبکہ عزیزہ کے قدم خود بخود اس کی جانب بڑھ گئے تھے۔ جیسے جیسے وہ قریب آرہی تھی منظر واضح

ہونا شروع ہو گیا تھا مگر اچانک سے تیز ہوا چلنا شروع ہو گئی تھی اور ریت اڑنے کے باعث منظر پھر سے دھندلا گیا تھا۔

"عزیزہ میری بچی"۔۔۔ اپنے باپ کی آواز سن کر اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا جو سبز رنگ کے لہراتے ہوئے لباس میں کھڑے تھے۔

"بابا آپ آگئے میں نے کتنا انتظار کیا تھا آپ کا مگر آپ نہیں آئے"۔۔۔۔ اس نے اپنے باپ کی جانب قدم بڑھانے شروع کر دیئے مگر ایک ان دیکھی دیوار سے اس کا ٹکراؤ ہوا اور وہ قدم پیچھے کو سر کی۔

"بابا مجھے بھی آپ کے پاس آنا ہے"۔۔۔۔۔ پانچ سالہ عزیزہ ضدی انداز میں بولی۔ مگر شجاع حیدر کے ارد گرد روشنی کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔

"بیٹا ابھی آپ کی بہن کو آپ کی زیادہ ضرورت ہے آپ اس کے پاس جاو اور خیال رکھو"۔۔۔۔۔ اتنا کہہ کر شجاع حیدر اس روشنی میں گم ہو گئے جبکہ عزیزہ نے دوسری جانب دیکھا تو وہاں شمال کھڑی مسکرا رہی تھی۔ اس کی کھلکلاہٹ نے اس ویرانے کی خاموشی کو توڑا تھا۔ عزیزہ اس کے قریب ہونے لگی تو وہ تھوڑا دور ہوئی۔

"شمال میرے پاس آو ادھر آپ کے پاس"۔۔۔۔ آنکھوں میں چمک لئے عزیزہ بولی مگر شمال آہستہ آہستہ اس سے دور ہوتی گئی اور اندھیرے میں غائب ہو گئی۔

"شمال"۔۔۔ وہ چلائی تھی۔

ایک دم ہڑبڑا کر اس کی آنکھ کھلی تو کچھ دیر وہ یونہی بدحواسی کے عالم میں بیٹھی رہی مگر جب دماغ نے کام کرنا شروع کیا تو اس نے اپنے ارد گرد دیکھنا شروع کیا۔

"اچھا تو یہ ایک خواب تھا"۔۔۔ خود سے کہتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور تصویر کو واپس الماری میں رکھا اور بند کر دیا۔ اپنا عکس سامنے آئینے میں دیکھا تو ایک پل کو وہ ٹھہر گئی۔ رونے کے باعث سرخ ہوتی آنکھیں جن میں اتنے سالوں سے سرد مہری تھی آج ان میں ایک اطمینان تھا۔ سنہرے بالوں کی آبشار بکھری ہوئی تھی جن کو ایک سال قبل اس نے کندھوں تک کاٹ دیا تھا اور سرخ رنگ دے دیا تھا اب وہ رنگ بہت نیچے رہ گیا تھا۔ بال بھی کمر سے نیچے تک آرہے تھے جن کو دیکھ کر وہ اداسی سے مسکرا دی۔

"میری بیٹی کے بال اس دنیا میں سب سے خوبصورت ہیں"۔۔۔ اس کی ماں کی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

گھڑی دیکھی تو تین کا ہندسہ بتا رہی تھی۔

سالوں بعد اس نے تہجد کی نماز کے لئے وضو کیا تھا اور پھر نماز پڑھنے کیلئے گھڑی ہو گئی۔

صبح کا اجالا پھیل چکا تھا جبکہ عزیزہ یونہی گم سم سی زمین پر اکڑوں بیٹھی ہوئی تھی۔ تہجد سے کب فجر تک کا سفر طے ہوا اس نے کسی چیز کا حساب نہ رکھا تھا۔ طبیعت بوجھل ہونے کے باعث اس نے کمرے میں واپس جانے کی زحمت بھی نہیں کی ناسفیر اس کو واپس بلانے کے لئے آیا۔ اٹھنا چاہا مگر پھر سے ڈھے گئی۔ حواس بحال ہوئے تو اپنے وجود میں تپش کا احساس ہوا۔ بمشکل خود کو دھکیلتے ہوئے کمرے تک آئی جہاں سفیر تیار کھڑا تھا۔ شائد کہیں جانا ہو۔ عزیزہ کا اتر اہوا چہرہ دیکھ کر ٹھٹکا مگر پھر اپنے کف لنکس جوڑنے لگا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ عزیزہ خود کو سنبھالنا جانتی ہے مگر ٹھوکر لگنے کی آواز پر چونک کر مڑ کر دیکھا تو عزیزہ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر ہاتھ رکھے جھکی ہوئی تھی اور وہاں موجود خالی جگہ زمین بوس ہو چکا تھا۔

"عزیزہ تم ٹھیک ہونا"۔۔۔ بدر نے ناچاہتے ہوئے بھی پوچھ لیا۔

"نہیں میں ٹھیک نہیں ہوں!۔۔۔ اور اس سب کے قصور وار صرف اور صرف تم ہو"۔۔۔ عزیزہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

جبکہ بدر ٹھنڈی سانس خارج کرتا کمرے سے باہر نکل گیا جبکہ اس کے جاتے ہی عزیزہ بیڈ کراون سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ بخار کی شدت کے باعث اس کا چہرہ سرخ رنگت پکڑ رہا تھا۔ مگر عزیزہ کو اس سب کی پرواہ کہاں تھی۔ دوسری جانب بدر بے ٹیبل کے سامنے موجود ناشتے کی تیاری میں تھا جب عزیزہ کا خیال آیا۔

"دولوگوں کا کھانا پیک کر کے روم نمبر 451 میں بھیج دیں"۔۔۔ اتنا کہہ کر وہ واپس کمرے کی جانب چل دیا۔ اس دوران بدر کے ذہن میں گزشتہ رات والی جھڑپ چل رہی تھی کہ کیسے عزیزہ یہ سب اس کے ساتھ کر سکتی ہے۔ مگر اپنا رویہ سوچا تو اور شر مندہ ہوا۔

روم میں آکر دیکھا تو عزیزہ بیڈ پر نیم دراز تھی جبکہ رنگت لال ہو رہی تھی۔

"عزیزہ!۔۔۔ تم ٹھیک ہونا"۔۔۔ دوبارہ سوال کیا تو عزیزہ نے نیم وا آنکھیں کھولیں اور لفظ توڑ توڑ کر بولی۔

"ایک۔۔۔ مرتبہ۔۔۔ کی۔۔۔ بات۔۔۔ تمہیں۔۔۔ سمجھ۔۔۔ کیوں۔۔۔ نہیں۔۔۔ آتی"۔۔۔ زکام زدہ آواز

میں نخوت کا عنصر بھی شامل تھا۔ جبکہ بدر قدم اٹھاتا اس کے قریب ہی بیڈ پر بیٹھ گیا اور اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا جس کو عزیزہ نے جھٹک دیا۔

"عزیزہ تمہیں تو بہت تیز بخار ہے"۔۔۔ بدر فکر مندی سے بولا۔

"دیکھ لو پھر بھی زندہ ہوں!۔۔۔ ایک سوچار بخار ہونے پر بھی"۔۔۔ عزیزہ کے یوں بولنے پر بدر کا دل چاہا اپنا ماتھاپیٹ لے کہ اس نے اس کو کب بتایا کہ کتنا بخار ہے مگر یہ لڑکی ہر چیز کو بڑھاوا دینا اپنا فرض سمجھتی ہے۔

"اچھا چلو میں نے ناشتہ کمرے میں ہی منگوالیا ہے اس کو کھالو اور پھر میڈیسن لے لینا۔

"مجھے کچھ بھی نہیں کھانا دوا لینا ہے"۔۔۔ ہنوز اسی انداز میں کھٹاک سے جواب آیا۔

"اچھا مجھ سے ناراض ہو کھانے سے تو نہیں نا"۔۔۔ بدر پچکارنے والے انداز میں بولا۔

"بدر سفیر میں کوئی پانچ سالہ بچی نہیں ہوں جس کو تم جب چاہو جیسے چاہو ٹریٹ کرو!۔۔۔ میں تم سے ناراض تب ہوں جب تم میرے کچھ لگتے ہو مگر میرا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے!۔۔۔ میں بس تھک گئی ہوں تمہیں فضول کی صفائیاں دیتے دیتے!۔۔۔ آج سے تمہارے اور میرے تمام تر کام الگ الگ ہیں اس لئے آئندہ مجھے انٹرپٹ نا کرنا"۔۔۔۔ ایک ہی سانس میں عزیزہ روانی سے بولی تو اس کی سانس پھول گئی۔ جبکہ بدر پھر بھی ڈھیٹوں کی طرح بیٹھا رہا۔ عزیزہ کو وہ یوں چھوڑ کر مر کر بھی نا جاتا۔

اتنے میں ویٹر دروازہ ناک کر تانا شتے کی ٹرائی ان کے سامنے لے آیا جس پر بدر نے اس کو ٹپ دیتے ہوئے رخصت کیا۔ سامنے موجود ناشتے میں ٹھنڈی ڈبل روٹی دیکھ کر سر جھٹکا۔ ایک وقت تھا جب وہ ذرا سا کھانا ٹھنڈا ہونے پر گھر میں بھونچال لے آتا تھا۔ لیکن اب بس کھانا مقصد تھا۔ ٹھنڈا ہے یا گرم نہیں۔ ڈبل روٹی کا ایک ٹکڑا اٹھا کر مکھن لگا کر عزیزہ کی جانب بڑھایا جس کو عزیزہ نے پکڑنے کی زحمت نا کی۔

"عزیزہ کھا لو کچھ پھر دوائی بھی لینی ہے"۔۔۔ بدر منت والے انداز میں بولا۔

"* * اچھا تم چاہتی ہو نا کہ جلد سے جلد مجھ سے الگ ہو تو پھر ناشتہ کر کے دوائی کھا کر تندرست ہو اور مشن کمپلیٹ کر کے واپس چلتے ہیں۔۔۔ تم اپنی راہ میں اپنی راہ"۔۔۔۔ * * بدر اب کے متاسف انداز میں بولا۔

(** حالانکہ میری راہ تو وہی ہے عزیزہ جو تمہاری راہ ہے)۔ ** دل میں سوچنے والی اکثر باتیں آوازوں سے محروم رہ جاتی ہیں۔ یہ اندازہ بدر سفیر کو آج ہوا تھا۔

اس وسیع و عریض قطع عرض پر مشتمل بنے اس عالیشان بنگلے کے لان میں خاصی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ آنزل خاموشی سے بیٹھی ہوئی تھی نجانے کن سوچوں میں گم تھی۔ جب سے وہ ترکی آئی تھی بٹلر کے خیالات اس سے کوسوں دور چلے گئے تھے۔ شاید وہ اس کا بچپنا تھا یا وقتی کشش! اس تعلق کو وہ کوئی نام نادے پائی تھی۔

"آنزل تم یہاں اس طرح خاموشی سے کیوں بیٹھی ہو"۔۔۔ عمار جو آفس سے ابھی ابھی لوٹا تھا اس کو یوں گم صحن دیکھ کر بولا۔

"کچھ نہیں بس یو نہی بور ہو رہی تھی"۔۔۔ آنزل لان میں موجود گھاس پر بیٹھے بیٹھے اس پر انگلیاں پھیرتی ہوئی بولی۔

"اچھا تو آج میں گھر پر نہیں تھا تو تم بور ہو گئی"۔۔۔ عمار بظاہر سنجیدہ مگر آنکھوں میں شرارت لئے بولا۔ جبکہ آنزل نے تحیر سے اس کی جانب دیکھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے!۔۔۔ آپ تو روزانہ گھر نہیں ہوتے ہیں اس میں کوئی نئی بات ہے"۔۔۔ آنزل اب ہاتھوں سے نادیدہ گرد جھاڑتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ جبکہ عمار کے دل میں ہوک اٹھی۔

"** میں اس ڈپلومیٹ کے متعلق سوچ رہی تھی جس کے اندھیرے میرے گرد سے چھٹنے لگ گئے

ہیں!۔۔۔ میرا اور اس کا کوئی جوڑ نہیں تھا یہاں آکر مجھے سمجھ آنا شروع ہوا ہے"۔۔۔۔۔** رخ آسمان پر طلوع ہوئے سورج کی جانب موڑ لیا جس کی سنہری کرنیں اس وقت آنزل کے وجود کو روشن کر رہی تھیں۔

"اچھا ہے! دیر آئے درست آئے"۔۔۔۔۔ عمار یکدم بولا اور پھر زبان دانتوں تلے دبا گیا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا"۔۔۔۔۔ آنزل کڑے تیور لئے مڑ کر بولی جس پر عمار اپنی اٹڈنے والی ہنسی کو دبا گیا۔

"میرا مطلب تھا کہ آپ نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے!۔۔۔۔۔ آپ کا اور اس بٹلر نامی بلا کا کوئی جوڑ نہیں

تھا"۔۔۔۔۔ عمار سنجیدہ انداز میں بولا۔

"بالکل ٹھیک کہا"۔۔۔۔۔ آنزل نے بھی تائیدی انداز میں کہا پھر پر سوچ نگاہیں اس پر جما کر بولی۔

"ویسے میں نے بٹلر نام کا ذکر تو کبھی کیا نہیں آپ کے ساتھ تو آپ کو اس کا کیسے معلوم"۔۔۔۔۔ آنزل کی بات

سن کر عمار کو اپنی بے وقوفی کا احساس ہوا مگر خود کو نارمل ظاہر کرتا ہوا بولا۔

"** آپ نے خود بتایا تھا! ورنہ مجھ پر کونسا الہام ہوتے ہیں جناب"۔۔۔۔** عمار کے جواب پر آنزل ہنس دی اور پھر دل میں سوچا کہ شاید اس نے کبھی ذکر کر دیا ہو۔

"اچھا ویسے یہ صبح 8 بجے جا کر 11 بجے واپس آ جانے کی اجازت کونسا آفس دیتا ہے"۔۔۔۔ آنزل اب آنکھوں میں شرارت لئے بولی تو عمار جو اس کی ہنسی میں کھویا تھا چونکا۔

"میرا اپنا آفس ہے جب چاہوں آؤں اور جب چاہوں جاؤں!۔۔۔۔ کوئی بھی نہیں روک سکتا ہے مجھے"۔۔۔۔ عمار کالر جھاڑنے والے انداز میں بولا۔

"اچھا یہ مسٹر جب چاہوں نے مجھ سے اس ویک اینڈ پر گھومنے کا وعدہ کیا تھا شاید یاد نہ رہا ہو"۔۔۔۔ آنزل بھی اسی کی انداز میں بولی۔

"اف او میں بھول گیا تھا ایم سو سوری!۔۔۔۔ مگر ہم کل ضرور جائیں گے تم تیار رہنا ٹھیک ہے"۔۔۔۔ عمار یقین دہانی کروا رہا تھا جب اس کا موبائل بجا۔

"کور یگون کالنگ"۔۔۔۔ لکھا آ رہا تھا جس پر وہ "ایکسیوز می"۔۔۔۔ کہتا فون کان سے لگاتا آگے بڑھ گیا جب آنزل بے دھیانی میں مڑی تو زمین پر گرتے گرتے پچی۔ خود کو سنبھالتے ہوئے اس کے پیر سے کوئی چیز ٹکرائی

جس پر وہ زمین پر جھک گئی۔ زمین پر موجود سفید رنگ کی چھوٹی سی یو ایس بی تھی جس کو آئزل نے ہاتھ میں پکڑ کر الٹ پلٹ کر دیکھا اور پھر اندر کی جانب بڑھ گئی۔

"عثمان کہاں تک پہنچی ہے تمہاری ورکنگ!۔۔۔ آج شام تک ساری رپورٹ دو مجھے"۔۔۔۔۔ کال اٹینڈ ہوتے ہی سفیان کی گھمبیر آواز ابھری۔

"سر میں نے تمام فائلز ڈی کرپٹ کر لی ہیں!۔۔۔ بس آج شام تک آپ کو میل سینڈ کر دوں گا"۔۔۔۔۔ سفیان کو جواب دیتے ہوئے عثمان نے اپنی جینز کی جیب کو ٹٹولنا شروع کیا جس پر اس کو صحیح معنوں میں پریشانی نے آن گھیرا۔

"اور عزیزہ کی کیا رپورٹ ہے جواب دو"۔۔۔ سفیان بدر کی جانب سے اڈتے خدشات کی بنا پر ناچاہتے ہوئے بھی سوال کر بیٹھا۔

"کیا مطلب سر؟۔۔۔ وہ تو ایجنٹ بدر کے ساتھ ہیں نا؟"۔۔۔ عثمان کے جواب میں سوال کا عنصر شامل تھا۔ اور وہ پریشانی سے ادھر ادھر آس پاس زمین پر نظریں دوڑا رہا تھا۔

"ہاں وہ اس کے ساتھ ہی ہے!۔۔۔ لیکن اب سے تم مجھے ان دونوں کی ہر حرکت کی رپورٹ دو گے!۔۔۔ سمجھ گئے،"۔۔۔۔ سفیان جواب دیتا ہوا آخر میں سوالیہ انداز میں بولا جس پر عثمان نے "یس سر" کہا اور کال کٹ کر دی۔ اور واپس لان کی جانب بڑھ گیا۔

دوسری جانب سفیان پھر سے اپنا بھیس بدل کر گرفتار سے ملنے چلا گیا۔

احمت بے کے گھر میں اس وقت ایک ادھیڑ عمر کا شخص موجود تھا اور کوئی اہم موضوع زیر بحث تھا۔

"شہر وز نے اچانک سے ہی اپنی کاروائیاں تیز کر دی ہیں!۔۔۔ مجھے ڈر ہے کہ یہ تیزی کسی خطرے کا پیش خیمہ نا ہو"۔۔۔۔ ادھیڑ عمر مولوت نامی شخص کی آواز نے کمرے کی خاموشی میں ارتعاش پیدا کیا۔

"تم فکر مت کرو!۔۔۔ اس کا بھائی مصر سے اس سے ملنے آیا تھا اور اس کا قتل ہوا ہے، بس اس کے قاتل کو ڈھونڈ رہا ہے وہ"۔۔۔۔ رحمت نے اطمینان سے جواب دیا۔

"اور جو نقصان زیادہ کا ہوا ہے اس کا کیا؟۔۔۔ اس کی بھرپائی کون کرے گا"۔۔۔۔ مولوت اب متفکر انداز میں بولا۔

"تمہیں کیا لگت ہے اس کا نقصان خود بخود ہوا ہو گا؟۔۔۔۔۔ اس میں بھی گرفت کی کوئی چال ہو

گی"۔۔۔۔۔ شہر وز تھوڑا سا آگے کو جھک کر رازدارانہ انداز میں بولا۔

"یہ بات تو ہے!۔۔۔۔۔ ویسے وہ اس دن لڑکی کون تھی جو یہاں آئی تھی؟"۔۔۔۔۔ مولوت اب کہ تیکھی

نظروں سے احمیت کو دیکھتے ہوئے بولا۔ ان کی بیس سالہ دوستی میں احمیت اپنی بیوی کے مرنے کے بعد کسی بھی

عورت کی جانب دیکھنا تک پسند نہیں کرتا تھا۔ مگر اب کی بار اس کا رویہ حیران کن تھا۔

"اس کو میرے آفس کا مینیجر لے کر آیا ہے!۔۔۔۔۔ کمپنی میں نئی ورکر کے طور پر!۔۔۔۔۔ اس کی اپنے شوہر سے

نہیں بنتی ہے۔۔۔۔۔ مگر کیا کرے مجبوری ہے بے چاری لڑکی کی بھی۔۔۔۔۔ جب عمر تیس کے ہند سے کو پہنچنے والی

ہو تو سمجھوتے کرنے ہی پڑتے ہیں"۔۔۔۔۔ احمیت متاسف انداز میں بولا۔

"کیا واقع میں اس کی عمر اتنی زیادہ ہے یا وہ چھپا رہی ہے۔۔۔۔۔ میرے اندازے کے مطابق وہ سترہ اٹھارہ برس

سے زیادہ کی نہیں ہو گی"۔۔۔۔۔ مولوت اب کے قدرے سنجیدگی سے بولا۔ سامنے والے کو دیکھ کر اس کا اندر

تک جان لینے والی عادت اس کو جاسوسی مہم کے دوران پڑی تھی اور ابھی صرف سی سی ٹی وی فوٹیج کے ذریعے

سے یہ اندازہ تھا اگر درحقیقت وہ سامنے موجود ہوتی تو سب واضح ہو جاتا۔

"اسی لئے تو تمہیں بلایا ہے!۔۔۔ مجھے اس لڑکی میں کچھ کھٹک رہا ہے۔۔ میری چھٹی حس کہتی ہے کہ کہیں نا کہیں گڑبڑ ضرور ہے"۔۔۔۔۔ اجمت اب اپنا خدشہ واضح کرتے ہوئے بولا۔
جس پر چند لمحوں کو مولوت بھی سوچ میں پڑ گیا۔

ادھر سفیان شہروز کے فارم ہاؤس ایک مرتبہ پھر پہنچ چکا تھا۔ جبکہ شہروز بھی اسی کا منتظر تھا۔ متوازن چال چلتے ہوئے! قدم سے قدم ملاتے وہ آگے بڑھ رہا تھا۔ آج ایک مرتبہ پھر وہی لاؤنج اس کا استقبال کر رہا تھا جہاں شہروز صوفے پر براجمان تھا۔

"آج کیسے یاد آگئی ہماری آپ کو جناب!۔۔۔ آپ تو ادھر کارخ ہی بھول گئے تھے"۔۔۔ شہروز لہجے میں چاشنی سموئے بولا۔

"بس ایک کام کے سلسلے میں آیا تھا میں!۔۔۔ آپ کے بھائی کے قتل کی تفصیلات پر غور کیا تھا اور یوں لگتا ہے جیسے کسی بہت قریبی نے یہ کام کیا ہے"۔۔۔ اتنا کہہ کر سفیان شہروز کے تاثرات بغور دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر ایک رنگ آیا اور دوسرا گیا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟۔۔۔ ایسا کون سا آستین کا سانپ ہے ہمارے بیچ جس کی مجھے ہی نہیں

خبر"۔۔۔ شہر وز کف اڑاتا ہوا بولا۔

"اس کا پتا آپ کو اگلی ملاقات میں دوں گا میں آپ کو"۔۔۔ سفیان سنجیدگی سے بولا۔ جس پر شہر وز نے

خاموش رہنے پر ہی اکتفا کیا۔

"آرگن اسمگلنگ کا کام میں آج سے تمہارے حوالے کرتا ہوں!۔۔۔ جاو اور جا کر تمام کام سنبھالو میرا بندہ

تمہیں تمام تر کام سمجھا دے گا"۔۔۔ شہر وز اتنا کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔

جبکہ سفیان بھی اپنی کامیابی کی جانب اگلا قدم بڑھا چکا تھا۔

شہر وز سے ملاقات کے بعد سفیان اپنے فلیٹ میں آچکا تھا۔ ایجنسی جانے کا دل نہیں تھا۔ پینٹاگون میں بھی نئی

بھرتیاں ہونی شروع ہو چکی تھیں۔ مگر وہ اپنے پرانے دور میں آج بھی جی رہا تھا۔ جب اس نے اس ایجنسی کی

بنیاد رکھی تھی۔ یہ وہ وقت تھا جب بدر گھر چھوڑ کر گیا تھا۔ آج بے اختیار اس کو اپنی بہن یاد آئی مگر چونکہ کوئی

خاص انسیت نا تھی سو کوئی خاص جذبہ بیدار نا ہوا۔ اس کے برعکس بدر اس معاملے میں بے حد حساس تھا۔ وہ

اس بات کی وجہ سے اپنے باپ سے متنفر تھا اور کنارہ کر گیا تھا جبکہ زیاد احمد سلطان کو اس سے کوئی نہیں فرق نہیں پڑتا تھا۔ آج بھی وہ وقت یاد تھا اسے جب بدر نے گھر چھوڑا تھا۔

"بابا آپ سارہ کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہیں ابھی وہ پڑھ رہی ہیں اور ان کا انٹری ٹیسٹ بھی کلیئر ہو چکا ہے جبکہ وہ اپنے خوابوں کی منزل کو پہنچنے والی ہیں آپ ان کے ساتھ اتنی بڑی نا انصافی کر رہے ہیں"۔۔۔۔۔ حد درجہ لہجے کو نارمل بنائے وہ اپنے باپ کے سامنے مٹھیاں بھینچے بیٹھا بول رہا تھا۔

"میں کوئی بھی نقصان افورڈ نہیں کر سکتا ہوں! سمجھے تم۔ نفیسہ کا پورا کا پورا گھرتباہ ہو چکا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ کوئی اب ہمارے گھرانے کی طرف رخ کرے"۔۔۔۔۔ زیاد اپنی بات مکمل کرتا حتمی انداز میں بولا جس پر سفیر کے مانوں سر پر لگی تلوں پر بجھی۔

"بابا آپ اتنے سفاک کیسے ہو سکتے ہیں۔ آپ کی انہی حرکتوں کی وجہ سے ماما بھی گھٹ گھٹ کر مر گئیں اور اب آپ سارہ کو بھی ذہنی مریض بنانا چاہتے ہیں! آخر آپ کیوں ہیں ایسے بتائیں مجھے"۔۔۔۔۔ بدر اب کے تیز آواز میں بولا جس کے باعث زیاد کے ماتھے پر بل پڑے۔

"تم یہ مت بھولو کہ میں تمہارا باپ ہوں اور تم لوگوں کی زندگیوں کے فیصلے لے سکتا ہوں"۔۔۔۔۔ زیاد اب کی تنبیہ کرنے والے انداز میں بولا۔

کبھی خود کو نقصان پہنچانے لگ جاتی اور اسی طرح کی مزید ابنار مل حرکات اس کا روز کا معمول بن چکی تھیں۔ اور بدر اس سب کا ذمہ دار صرف اپنے باپ کو سمجھتا تھا جس نے اس کی تمام راہیں مسدود کر دی تھیں۔ اور پھر ایک دن زیاد نے اپنی ہی اولاد کو بے رحمی کے ساتھ پاگل خانے کی نظر کر دیا تھا۔ اور اسی دن بدر نے بھی اپنے باپ سے ہر تعلق توڑ لیا تھا۔ پہلے پہل ماں پر اس کے باپ کا ہاتھ اٹھانا اس کو گراں گزرتا تھا اور اب تو اس کی بہن بھی نفسیاتی مریضہ بن چکی تھی۔

منظر ختم ہو چکا تھا جبکہ سفیان کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

"بابا دیکھیں آپ نے ماما اور سارہ کی زندگی میں کڑا دھڑیل بھری تھیں آج اپنی زندگی بھی ایسی ہی ہو چکی ہے۔۔۔۔۔ خود کلامی کے سے انداز میں الفاظ ادا کئے۔

ایک ہفتے کے عرصے میں عزیزہ کی طبیعت کافی سنبھل گئی تھی جبکہ سفیر سے وہ کھنچی کھنچی سی رہتی تھی۔ آج وہ اپنا سارا سامان پیک کر رہی تھی جس پر سفیر ٹھٹھا۔

"کہاں کی تیاری ہے مسز؟"۔۔۔ سفیر لہجے کو بنا کسی شوخی میں سموئے بولا۔ انداز کی سنجیدگی برقرار تھی۔

"پاکستان"۔۔۔۔۔ ایک لفظی جواب دے کر عزیزہ پھر مصروف ہو گئی۔

"مگر کیوں؟"۔۔۔ سفیر نے سوال داغا۔ جس پر عزیزہ نے سف اٹھا کر دیکھا۔

"کیوں کہ اس کھیل کو ختم کرنے کا وقت آگیا ہے"۔۔۔۔۔ ذو معنی انداز میں بولتی عزیزہ بیگ کی زپ بند کر گئی۔

"کیا مطلب میں سمجھا نہیں؟ تم کرنا کیا چاہ رہی ہو؟"۔۔۔ سفیر حیران ہوتا ہوا بولا۔ جبکہ عزیزہ اک ادا سے مسکراتی ہوئی اس کے قریب آئی اور اس کے گریبان سے نادیدہ گرد جھاڑتے ہوئے لب کھولے۔

"احمت بے گرافٹ کا مہرہ تھا!۔۔۔ زیاد احمد تمہارا باپ تو کنگال ہو چکا ہے جو گرافٹ کو اسپورٹ کرتا تھا۔ اس کا بھائی مارا گیا ہے!۔۔۔ اس وقت اس کی پوزیشن بہت کمزور ہے اور ہم خود اس کو دعوت دیں گے ہم تک آنے کی"۔۔۔۔۔ عزیزہ اتنا کہہ کر خاموش ہوئی تو سفیر چونکا۔ زمانوں کا سحر ٹوٹا جس پر وہ مسکرا دیا۔

"اور میری پیکنگ اور ٹکٹس؟"۔۔۔۔۔ سفیر اب کمپوز دکھائی دیتا تھا۔

"دونوں تیار ہیں! عزیزہ کی پلاننگ کبھی ادھوری نہیں ہوتی"۔۔۔۔۔ اک ادا سے مسکراتے ہوئے عزیزہ بولی اور کھلے بالوں کو جوڑے میں گندھنے لگی۔ جبکہ سفیر اپنی محبت کو یوں کھلا ہوا دیکھ کر بہت خوش تھا۔

"آج تو بہت تھک گئی ہوں میں"۔۔۔۔۔ شام کا ملگجا اندھیرا پھیل چکا تھا اور آنزل آرام کرسی پر پیراٹکا کر لیٹنے کے سے انداز میں بیٹھی ہوئی تھی۔

"تھک تو میں بھی بہت گیا ہوں!۔۔۔ کیا خیال ہے کافی پی لی جائے"۔۔۔۔۔ عمار اس کو یوں دیکھتے ہوئے بولا اور کافی کا مگ اس کی طرف بڑھا دیا۔

"شکریہ"۔۔۔ کہہ کر کپ تھام لیا۔ "ویسے بہت کیئرنگ ہو تم"۔۔۔۔۔ آنزل نے کافی مگ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "بس جی کبھی غرور نہیں کیا"۔۔۔۔۔ عمار نے لا پرواہی سے کہا۔ جس پر آنزل مسکرا دی۔

"ویسے جو بھی تمہاری لائف پارٹنر ہوگی وہ بہت خوش رہے گی تمہارے ساتھ"۔۔۔۔۔ کپ کے کناروں پر انگلی پھیرتے ہوئے آنزل بولی۔ جس پر عمار نے ایک جھٹکے سے سراٹھا کر دیکھا۔ "تو پھر یہ خوش قسمتی آپ اپنے نام کیوں نہیں کر لیتی ہیں"۔۔۔۔۔ عمار ذو معنی انداز میں بولا۔

"کیا مطلب؟"۔۔۔۔۔ آنزل نے نا سچھی سے پوچھا۔

"مطلب یہی کہ میری لائف پارٹنر بن جائیں آپ"۔۔۔۔۔ عمار سادہ سے لہجے میں بولا جس پر آنزل ششدر رہ گئی۔ پہلے پہل تو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا مگر پھر سنبھل کر مسکرائی۔

"ترس کھا کر کہہ رہے ہونا یہ سب تم؟"۔۔۔ آنزل اداسی سے بولی کچھ دیر پہلے کی شوخی سب ہوا ہو گئی تھی۔ جبکہ اب کی بار عمار کی حیران ہونے کی تھی۔

"آپ سے کس نے کہہ دیا کہ میں ترس کھا کر کہہ رہا ہوں یہ سب!۔۔۔ حد کرتی ہیں آپ آنزل۔۔۔ ٹھیک ہے نہیں کرنا مجھے ایکسیپٹ مت کریں۔۔۔ مگر اس طرح سے میری توہین مت کریں"۔۔۔ عمار خشک لہجے میں بولا جس پر آنزل کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

"نہیں میرا وہ مطلب نہیں تھا تم غلط سمجھ رہے ہو!۔۔۔ میں یہ سب اس لئے کہہ رہی تھی کیوں کہ تم میرے پاسٹ کے بارے میں سب جانتے بوجھتے بھی مجھے پر پوز کر رہے ہو"۔۔۔ آنزل نے اپنی الجھن واضح کی۔

"میں نے ایک انسان کے ساتھ زندگی گزارنی ہے نا کہ فرشتے کے ساتھ!۔۔۔ اور میں انسانوں کو حج نہیں کرتا ہوں۔۔۔ کیوں کہ غلطیاں سب سے ہوتی ہیں۔۔۔ اور جو شخص غلطیاں لے کر بیٹھ جائے وہ عقل مند نہیں ہوتا ہے"۔۔۔ عمار آنزل کی الجھن سمجھتا ہوا بولا۔

"اب مجھے سمجھ آ چکا ہے!۔۔۔ ساری عمر انگلیڈ میں رہنے کے باوجود سوچ وہی پاکستانی ہے آپ کی"۔۔۔ عمار اب قدرت شوخ لہجے میں بولا۔

"یہ سوچ مجھے آپ کی لگی تھی میری نہیں!۔۔۔ اگر آپ کی سوچ ایسی ہوتی تو پھر آپ مجھے کبھی بھی پسندنا کرتے"۔۔۔ آنزل تڑخ کر بولی۔

"اور رہی بات آپ پر ترس کھانے کی!۔۔۔ تو آپ ترس کھانے کے نہیں چاہے جانے کے قابل ہیں!۔۔۔ خود کی قدر کرنا سیکھیں"۔۔۔ عمار اب نصیحت کرنے کے انداز میں بولا۔

"اچھا اب بس!۔۔۔ میں سونے کے لئے جارہی ہوں"۔۔۔ آنزل خالی کافی مگ ہاتھ میں پکڑے کھڑی ہو گئی۔

"میرے سوال کا جواب نہیں دیا آپ نے"۔۔۔ عمار اس کی پشت کو دیکھتا ہوا بولا۔ جہاں پر موجود اسٹریکٹڈ بال اب شولڈر کٹ سے نکل کر کمر تک آرہے تھے۔

"سوچ کر بتاؤں گی!۔۔۔ ابھی مجھے نیند آرہی ہے"۔۔۔ آنزل زبان دانتوں تلے دبا کر بولی۔ جبکہ عمار سر جھٹک کر مسکرا دیا۔

کمرے کی تمام چیزیں ادھر ادھر بکھری ہوئی تھیں اور عمار کے چہرے سے پریشانی کی جھلک واضح تھی۔

"کہاں گئی یار وہ یو ایس بی!"۔۔۔ عمار منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔ "اس کو تو نہیں ڈھونڈ رہے ہیں

آپ"۔۔۔ تبھی عقب سے آئزل کی آواز ابھری تو وہ چونکا۔ نظریں اس کے ہاتھوں تک گئی تو ان میں سفید رنگ کی یو ایس بی تھی۔ عمار نے سرعت سے اس کے ہاتھ سے یو ایس بی اچکی اور لیپ ٹاپ کے ساتھ اٹیچ کر کے فائلز چیک کیں۔ تمام چیزوں کی موجودگی کی یقین دہانی کر کے وہ پرسکون ہو کر پلٹا۔

"مجھے امید ہے آپ نے یو ایس بی چیک نہیں کی ہوگی"۔۔۔ عمار مسکراتا ہوا آئزل کی سمت بڑھا۔ جس پر آئزل نے نفی میں سر ہلایا۔

"اچھی بات ہے کیونکہ آپ چیک کر بھی نہیں سکتی ہیں!۔۔۔ کیونکہ ساری فائلز انکریپٹڈ ہیں"۔۔۔ اپنی بات پر خودی ہی ہنستے ہوئے عمار بولا تو آئزل مسکرا دی۔

"ویسے ایسا بھی کیا خاص تھا اس فائل میں جو آپ ایسے ڈھونڈ رہے تھے"۔۔۔ آئزل مارے تجسس کے بولی جس پر عمار اس کے مزید قریب آیا اور ایک بازو اس کے گرد جمائل کر دیا۔ ماحول میں اک فسوں سا طاری ہو گیا۔ "بہت امپورٹنٹ فائلز تھیں یہ!۔۔۔ نامتی تو میری نوکری چلی جاتی"۔۔۔ عمار گمبھیر لہجے میں بولا تو آئزل نے نظریں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔ اور یہاں آئزل شجاع حیدر اپنا دل عمار عثمان علی پر ہار چکی تھی۔ جبکہ عمار بھی یونہی ٹکلی باندھے اس کی آنکھوں میں موجود اپنے عکس کو دیکھ رہا تھا۔ تبھی موبائل کی چنگھاڑتی ہوئی آواز پر

فسوں اک چھناکے سے ٹوٹا۔ اور وہ دونوں اک دوسرے سے الگ ہوئے تو آنزل کا چہرہ شرم سے لال ہو گیا۔ اور وہ۔ وہاں سے رفو چکر ہو گئی۔ جبکہ عمار بھی خجالت سے سر کھجانے لگ گیا۔

"کیا کرنے والا تھا میں!۔۔۔ اف لگتا ہے پاگل ہو گیا ہوں"۔۔۔ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے ہوئے فون کان سے لگایا۔

رایان کا فلیٹ نیم تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ ہمیشہ کی طرح اپنے ازلی انداز میں فلیٹ میں داخل ہوتے ساتھ ہی اس نے لائنس آن کی توروشنی میں نہائے فلیٹ میں سامنے کرنل سہیل کو دیکھ کر مسکرا دیا۔

"بابا آپ کی یہ عادت کبھی نہیں جائے گی"۔۔۔ مسکراتے ہوئے رایان ان کے برابر میں بیٹھتے ہوئے بولا۔

"ہاں اور میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی آئے ہیں آج تمہارے گھر"۔۔۔ ابھی کرنل سہیل اتنا ہی بولے تھے کہ کچن سے اٹھانچ کی آوازوں پر رایان نے حیرت سے دیکھا اور بولا۔

"بابا پلیز اب یہ۔ مت کہیے گا کہ میرے کچن کی حالت غیر ہو گئی ہے"۔۔۔ رایان روئی صورت بنا کر بولا۔

"ینگ مین بس کرو!۔۔۔ اتنے بڑے بڑے کام کر لیتے ہو ایک کچن نہیں صاف کر سکتے"۔۔۔ سہیل اس کی کمر پر تھپکی دیتے ہوئے بولے۔ اتنے میں عزیزہ ہاتھ میں ٹرے پکڑے اس میں میکرونی کا باول رکھ کر لارہی

تھی جس پر رایان حیران رہ گیا۔ اس کے پیچھے ہی سفیر بھی پلیٹس اٹھائی ناک منہ چڑھا کر آرہا تھا۔ دونوں نے اپنے اپنے ہاتھوں میں پکڑی چیزیں میز پر رکھی اور ان کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئے۔

"اور سنائیے رایان بھائی کیسے ہیں آپ"۔۔۔۔ عزیزہ پر جوش لہجے میں بولی جبکہ رایان اس کی یہاں موجودگی پر ابھی تک حیران تھا۔

"تم دونوں تو ترکی میں تھے نا۔۔۔ یوں اچانک واپس کیسے آ گئے بولو۔۔۔ کیا کارنامہ سرانجام دیا ہے"۔۔۔ رایان مشکوک انداز میں بولا۔

"اف او!۔۔۔ ایک۔ تو آپ کی یہ شکی مزاج عورتوں والی عادت ابھی تک نہیں گئی"۔۔۔۔ عزیزہ منہ بسور کر بولی جبکہ اس سب عرصے میں بدر خاموش رہا تھا۔

"جو میری فیلڈ کے لوگ ہیں نا ان پر شک نا کرو تو ان کے پر نکل آتے ہیں"۔۔۔۔ رایان بھی اسی انداز میں جواب دیتا ہوا بولا۔ اور ساتھ ہی پلیٹ میں اپنے لئے میکرونی نکالنے لگا۔ جس پر عزیزہ کی آنکھوں میں شرارت چمکی۔

"اچھا تو اب اگر اس میکرونی میں زہر ملایا ہو میں نے؟۔۔۔ اب شک نہیں کریں گے آپ مجھ پر"۔۔۔۔ عزیزہ مسکراتی ہوئی بولی جس پر رایان کے منہ میں جاتا ہوا ہاتھ رکا اور اس نے بغور چچ کو دیکھا۔

"کھانے کو میں دیکھ کر بتا سکتا ہوں کہ اس میں زہر ملا ہے یا نہیں اور میں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ اس میکرونی میں تم نے نمک بہت تیز ڈالا ہے جو باڈی سیلنز کے لئے زہر کے مترادف ہے۔۔۔ خیر چیک کرنے میں کیا حرج ہے۔۔۔" رایان نے اتنا کہتے ہی چیچ منہ میں رکھا اور نوالہ نگلتے ہی بری طرح کھانا شروع کر دیا۔ دوسری جانب عزیزہ کھکھلا کر ہنس پڑی جس پر سفیر اس کو مبہوت انداز میں دیکھنا شروع ہو گیا۔

"یہ کیا ڈالا ہے تم نے اس میں۔۔۔۔ پھر سے کھانسی آئی۔۔۔" تم نے بلیک پیپر ڈالا ہے نا اس میں۔۔۔۔" رایان بری طرح سے کھانس رہا تھا جبکہ سہیل نے پانی کا گلاس اس کی جانب بڑھایا۔

"آج پتا چلا رایان بھائی کہ زخموں پر صرف نمک ہی نہیں کالی مرچ بھی چھڑکی جاتی ہے۔۔۔۔ عزیزہ مسلسل ہنستی ہوئی بولی۔ جبکہ رایان اب خونخوار نظروں سے اس کو دیکھ رہا تھا۔

"جب تمہیں پتا تھا کہ میں بلیک پیپر سے الرجک ہوں تو تم نے کیوں ایسا کیا۔۔۔۔" رایان ناراضی سے بولا۔

"یہ میکرونی میں نے بنائی ہے رایان ڈیر!۔۔۔ سوری مجھے نہیں پتا تھا کہ تم بلیک پیپر سے الرجک ہو۔۔۔۔" اب کی بار بدر دانت دکھاتا ہوا بولا جس پر رایان کا جی چاہا اس کے بتیس کے بتیس دانت باہر نکال دے۔

"تم دونوں کا الگ سے حساب ہو گا بے فکر رہو!۔۔ اور اب یہ بتاؤ کیا ترکوں نے تم لوگوں کو ڈی پوٹ کر دیا ہے یا خود آئے ہو"۔۔۔۔۔ رایان باری باری ان دونوں کے چہرے دیکھتے ہوئے بولا جس پر ان دونوں نے باری باری ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر ہنس دیئے۔

"اب تمہاری طرح کے کام بھی نہیں کئے ہیں ہم نے کہ جیسے مصری حکومت نے تمہیں ڈی پوٹ کیا ہے ترک ہمیں بھی کر دیں"۔۔۔۔۔ اب کی بار بدر شرات سے مسکرا کر بولا۔

"کیا رایان بھائی ڈی پوٹ بھی ہوئے ہیں"۔۔۔۔۔ عزیزہ نے معصومیت سے پوچھا۔ جبکہ اس بات پر وہاں موجود تینوں نفوس ہنس دیئے۔

"وہ ایک جھوٹا کیس تھا"۔۔۔۔۔ رایان سر کی پشت کھجاتا ہوا بولا۔ "وہاں کے منسٹر کی بیوی کے ساتھ اس کا فیئر تھا"۔۔۔۔۔ سفیر نے لقمہ دیا۔ جبکہ عزیزہ کی طرح اب کی بار سہیل نے بھی رایان کو حیرت سے دیکھا۔

"تم نے تو کہا تھا کہ فیک اسمگلنگ کے کیس میں تمہیں اندر کیا تھا اور پھر ڈی پوٹ"۔۔۔۔۔ سہیل تحیر میں گھر کر بولے۔ "بابا یہ۔۔۔۔۔ جھوٹ بول رہا ہے ایسا کچھ بھی نہیں ہے"۔۔۔۔۔ رایان سفیر کو آنکھیں دکھاتا ہوا بولا جبکہ سفیر نے اس کی جانب دیکھنا بھی گوارہ نہ کیا۔

جس کام کے لئے وہ سب اکٹھے ہوئے تھے وہ تو دور کہیں پس منظر میں چلا گیا تھا اور اب سہیل کی ڈانٹ اور رایان کا جھکا ہوا سر منظر عام پر تھا۔

"مسٹر عمار عثمان علی آپ کیا بتانا پسند کریں گے کہ میرے بھیجے ہوئے ایجنٹس پاکستان واپس کیوں آئے ہیں"۔۔۔۔ سفیان سخت تیور لئے بولا جبکہ دوسری جانب عثمان پر حیرتوں کا پہاڑ ٹوٹا کہ سفیان یہ کیا کہہ رہا ہے۔ "کیا مطلب کونسے ایجنٹس؟۔۔۔ سلطان اور رئیس کی بات کر رہے ہیں تو ان کی جاسوسی میرے انڈر تو نہیں تھی سر"۔۔۔۔ عثمان حیرت سے بولا۔

"عزیزہ اور سفیر"۔۔۔۔ سفیان دانت کچکا کر بولا اور یہاں عثمان کا دماغ بھی بھک سے اڑا۔ "کیا مطلب!۔۔۔ وہ لوگ کب واپس آئے مجھے اس سب کی کوئی خبر نہیں ہے"۔۔۔۔ عثمان سوالیہ انداز میں بولا۔

"اس سب کی اطلاع مجھ تک پہنچانے کے لئے ہی میں نے آپ ہائر کیا تھا مسٹر عثمان لیکن لگتا ہے آپ کو اپنی جاب میں دلچسپی ختم ہو چکی ہے"۔۔۔۔ سفیان اب کی بار سرد لہجے میں بولا۔

"سراسی کوئی بات نہیں ہے میں فائلز کو ڈی کرپٹ کرنے میں لگا ہوا تھا اور میں نے آپ کو میل بھی کی ہے ان سب فائلز کی میں اپنا کام ایمانداری سے کر رہا ہوں باقی عزیزہ اور سفیر کے متعلق میری معلومات کل تک اتنی ہی تھیں کہ وہ ریفلز میں ہیں"۔۔۔ عثمان تفصیلی جواب دیتا ہوا بولا۔ مبادہ یہ کہ لا پرواہ ہی سمجھا جاتا۔

"مسٹر عثمان یہ کل پرسوں کی کہانیاں مت سنایا کرو!۔۔۔ آج جو اس وقت ہو رہا ہو اس کی خبر دیا کرو مجھے"۔۔۔ سفیان اتنا کہتا کھٹ سے فون بند کر گیا۔ جس پر عثمان گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

زیاد بے چینی کے عالم میں ادھر ادھر ٹہل رہا تھا جہی شہر وز کمرے میں داخل ہوا۔

"کیا بنا میرے کام کا؟۔۔۔ ڈرگنز تو اسمگل ہو گئی ہیں پیمینٹ ابھی تک نہیں پہنچی ہے"۔۔۔ زیاد اب خشک لہجے میں شہر وز سے سوال کرنے لگا۔ "سانس لو زیاد بھائی پیمینٹ آگئی ہے تم کیوں فکر مند ہوتے ہو!۔۔۔ یہ دیکھو میں اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں پیمینٹ"۔۔۔ شہر وز سیاہ بریف کیس اس کی جانب میز پر سرکاتا ہوا بولا۔ اتنے میں اس کا فون بجا اور وہ اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ زیاد نے جلدی کے ہاتھوں بریف کیس کو پکڑا اور جو نہی کھولا آگ کا اک زبردست شعلہ اس میں سے نکلا اور پورے کمرے کو اپنی لپیٹ میں لے گیا۔ جبکہ اس کا پورا وجود

لمحوں میں راکھ بن گیا۔ تکلیف کیا ہوتی ہے یہ احساس تک نہ ہوا تھا اس کو۔ دھیرے دھیرے آگ پوری عمارت کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی۔

"نیوز رپورٹرز بلا اور سب کو اس حادثے کے متعلق بتاؤ"۔۔۔ شہر و زاپنے خاص بندے کو ہدایات دیتا ہوا بولا۔ جس پر وہ سر ہلاتا آگے بڑھ گیا۔

وہیں پر ایک لڑکی اپنے کمرے میں کھڑی تین تصویروں کو کڑے تیوروں سے دیکھ رہی تھی۔ پھر آگے بڑھ کر ان میں سے ایک تصویر پر سرخ رنگ کی مار کر سے کر اس کا۔ نشان لگایا۔ "ایک کمزور مگر قابل غور سرا ختم ہوا"۔۔۔ سرگوشی نما آواز کمرے کی سرد دیواروں سے ٹکرائی اور وہ وہاں سے واک آؤٹ کر گئی۔ اس کی پشت پر پھیلے لمبے سیاہ بال ہولے ہولے لہر رہے تھے۔

سفیان اپنے کیبن میں بیٹھا فائلز کو ڈاؤن لوڈ کر رہا تھا جب سامنے چلتی ایل۔ای۔ ڈی پر نیوز سن کر ہکا بکارہ گیا۔ سرعت سے فون نکالا اور سفیر کو کال ملائی۔

"سفیر وہ بابا"۔۔۔ اس سے آگے سفیان سے لفظ ادا نا ہوئے۔ "جانتا ہوں!۔۔۔ فکر مت کرو وہیں پر جا رہا ہوں میں۔۔۔ تم بھی آ جانا"۔۔۔ سفیر کسی بھی قسم کے جذبات سے عاری لہجے میں بولا۔

اور کچھ لمحوں بعد ہی وہ لوگ جائے حادثہ پر موجود تھے اور دونوں کی آنکھوں میں باوجود شدید کرب کے نمی کا نام و نشان تک نہ تھا۔

"کچھ دیر بعد یہ ہمیں اندر جانے دیں گے مگر تب سارے ثبوت مٹ چکے ہوں گے"۔۔۔ سفیر سنجیدہ لہجے میں بولا۔ جس پر سفیان نے بھی اثبات میں سر ہلا دیا۔

"بابا کی ڈیڈ باڈی کو گھر لے کر جانا ہے!۔۔۔ اور آگے کالائجہ عمل تم جانتے ہی ہو"۔۔۔ بدر سفیان کو خاموش دیکھ کر بولا جبکہ سفیان نے اس کی جانب اداس مسکراہٹ سے دیکھا۔

"تم نے ابھی تک بابا کو سارہ کے لئے معاف نہیں کیا نا"۔۔۔۔۔ سفیان جب بولا تو آواز ضبط کے باعث لرزش زدہ تھی۔

"میں نے ان کو بہت پہلے ہی معاف کر دیا تھا!۔۔۔ مگر جو خلا انہوں نے میری ذات میں چھوڑا ہے وہ میں چاہ کر بھی پر نہیں کر سکتا ہوں!۔۔۔ میں ان کے لئے کوئی دھواں دار جذبات نہیں رکھتا اپنے دل میں"۔۔۔۔۔ بدر سنجیدہ لہجے میں بولا جبکہ سفیان نے ہولے سے سر جھٹک دیا۔

کمرہ نیم تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ دو نفوس آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سروں پر سپاٹ لائٹ جل رہی تھی۔

"بہت اچھا کیا ایسے فارغ آدمی کو ختم کر کے تم نے!۔۔۔ میں اس نیک کام بہت دیر سے سوچ رہی تھی۔۔۔۔۔ نسوانی آواز کمرے میں ابھری۔

"جانتا ہوں!۔۔۔ اب آگے کیا چاہتی ہو تم!۔۔۔۔۔ تم نے اپنا وعدہ پورا کیا میں نے اپنا!۔۔۔ مزید کیا ڈیل کرنی ہے ہم لوگوں کو"۔۔۔۔۔ شہروز کی سرد آواز کمرے کی دیواروں سے ٹکرائی۔

"تمہارا اگلا ہدف احمیت بے ہے!۔۔۔۔۔ اس کے بدلے میں تمہیں بیس ملین ڈالروں کی"۔۔۔۔۔ سامنے موجود لڑکی اپنے ناخنوں کو دیکھتی ہوئی بولی۔

"بیس ملین ڈالر!۔۔۔۔۔ ٹھیک ہے منظور ہے مجھے"۔۔۔۔۔ شہروز نے اتنا کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"ایک ہفتے کا وقت ہے تمہارے پاس!۔۔۔۔۔ کام ہو جانا چاہیے!۔۔۔۔۔ پانچ ملین تمہارے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کئے جا چکے ہیں"۔۔۔۔۔ سیاہ آنکھوں والی لڑکی عامیانہ لہجے میں بولی جس پر شہروز سر ہلاتا باہر نکل گیا۔

عمار اور سب گھر والے لاونج میں بیٹھے ہوئے تھے اور چائے کا دور چل رہا تھا۔ آنرل بھی بیٹھی ہوئی تھی اور عمار سے نظریں ملانے سے گریز کر رہی تھی۔

"تو ظہیر بھائی صاحب اب جبکہ آپ اپنے سارے کام نپٹا کر واپس آچکے ہیں تو ہم پھر آنرل اور عمار بیٹے کی منگنی کی رسم بھی لگے ہاتھوں کر دیتے ہیں"۔۔۔۔۔ عمار کی والدہ سمعیہ اب کی بار بولیں۔

"میں بھی ایک ماہ بعد واپس آئی ہوں آپ سے بات کرنے کا موقع ہی اب ملا ہے"۔۔۔۔۔ سمعیہ اپنی بات مکمل کر کے اب ظہیر کے جواب کی منتظر تھیں۔

"جی ٹھیک ہے مگر یہ منگنی پاکستان جا کر ہوگی!۔۔۔۔۔ یہاں پر نہیں"۔۔۔۔۔ ظہیر کچھ سوچتے ہوئے بولا جس پر آنرل نے حیرانگی سے ان کی جانب دیکھا اور پھر ایک نظر عمار کو جس کا فون بینک کر رہا تھا۔ جی عمار فون اٹینڈ کر تا کان سے لگا تالاؤنج سے باہر نکل گیا۔

"کیوں آنرل بیٹا آپ کو تو کوئی اعتراض نہیں ہے نا؟"۔۔۔۔۔ سمعیہ اب خاموش بت بنی آنرل کو مخاب کرتے ہوئے بولیں۔

"م۔۔۔۔۔ مم۔۔۔۔۔ مجھے کیا اعتراض ہوگا!۔۔۔۔۔ جیسا آپ لوگوں کو ٹھیک لگے"۔۔۔۔۔ آنرل اتنا کہنے کے بعد خاموش ہو گئی تو ریحانہ بھی مسکرا دیں۔

"بہت اچھی بچی ہے ہماری آنرل!۔۔۔۔۔ مانا پھو ہڑ ہے مگر فرمانبرادر بھی بہت ہے"۔۔۔۔۔ ریحانہ اب اس کو تنگ کرتی ہوئی بولیں جس پر آنرل نے ان کو شاکی نظروں سے دیکھا۔ "امی!۔۔۔۔۔ اب ایسے بھی نا بولیں

آپ"۔۔۔ آنزل نروٹھے پن سے بولی جس پر ریحانہ اور باقی سب ہنس پڑے۔ جبکہ دوسری جانب سفیان فون پر عمار کو ہدایات دے رہا تھا۔

"راجر باس!۔۔۔ آئی ول بھی دیر ان ٹوڈیز"۔۔۔ عمار نے اتنا کہتے فون رکھ دیا جبکہ اپنی پشت پر کسی کی موجودگی وہ پہلے ہی محسوس کر چکا تھا۔ آنزل اس بات سے بے خبر ایک قدم مزید اگے بڑھی تو عمار نے رخ موڑا تو وہ اس سے ٹکراتے بال بال بچی۔

"کدھر دھیان ہوتا ہے آپ کا وائف ٹوپی"۔۔۔ عمار اس کو بازو سے تھامتا اپنی جانب کھینچتا ہوا بولا جس پر آنزل نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بمشکل فاصلہ برقرار رکھا۔

"میں بس اپنے کمرے میں جا رہی تھی تو آپ کی آواز سن کر رک گئی"۔۔۔ آنزل اپنے ہاتھوں کو تکتی ہوئی بولی جو ابھی تک عمار کے سینے پر تھے جبکہ عمار اب اس کی کمر کے گرد بازو حائل کر چکا تھا جس پر آنزل کا دل ایک لمحے کو زور کا دھڑکا۔

"اچھا تو پھر کیا سنا آپ نے؟"۔۔۔ عمار اس کے چہرے کو جانچتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا جس پر آنزل نے اک نظر اٹھا کر اس

کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ان کہے جذبات کا طلاطم برپا تھا۔

"آپ لوگوں نے یہ سب خود ہی اتنی جلدی طے کر لیا مجھ سے پوچھا بھی نہیں۔۔۔۔۔ آئزل اب کی بار پھر سے نظریں اپنے ہاتھوں کی جانب مرکوز کرتے ہوئے بولی۔ جبکہ عمار کے چہرے پر دلفریب مسکراہٹ بکھر گئی۔

"آپ میری پناہوں میں خود آئی ہیں!۔۔۔ آئزل بی بی!۔۔۔ اب میں آپ کو خود سے دور نہیں جانے دے سکتا ہوں!"۔۔۔۔۔ عمار اس کے کان میں سرگوشی کرتا ہوا بولا جس پر آئزل ٹرانس کی سی کیفیت میں آگئی۔

"اور رہی بات منگنی کی!۔۔۔ پاکستان جا کر میں ڈائریکٹ نکاح چاہتا ہوں!۔۔۔ یہ فضول کی فار میلیٹیز نہیں!۔۔۔ مجھے امید ہے آپ کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہو گا اس سب پر"۔۔۔۔۔ عمار اب کہ سنجیدہ لہجے میں بولا جس پر آئزل نے حیران نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔

"ویسے شرماتے ہوئے بہت بلش کرتی ہیں آپ"۔۔۔ اتنا کہتے ہوئے عمار اس کے بالوں پر بوسہ دیتے ہوئے باہر کی جانب بڑھ گیا جبکہ آئزل دیوار گیر آئینے میں اپنا عکس دیکھنے لگی۔ وہ واقع میں اتنا بلش کر رہی تھی اس کے سامنے! اف وہ بھی کیا سوچتا ہو گا۔ دونوں ہاتھ منہ پر رکھتے ہوئے آئزل نے سوچا پھر مسکرا دی۔

دودن بعد:-

"رحمت سراندر موجود ہیں کیا؟"۔۔۔ سفیان رحمت کے کمرے کے باہر کھڑے ہوئے ملازم سے پوچھ رہا تھا۔

"جی سر صبح سے کمرے میں موجود ہیں!۔۔۔ اور انہوں نے کہا ہے کہ کوئی ان کو ڈسٹرب نہ کرے"۔۔۔ ملازم مودب انداز میں بولا۔

"ان سے کہو شہر وز نے ان سے ملاقات کے لئے کوریگن کو بھیجا ہے"۔۔۔ سفیان کرخت لہجے میں بولا جس پر ملازم بنا کسی چوں چراں کے اندر کی جانب بڑھ گیا۔ مگر جو نہی باہر آیا اس کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید تھا۔ گویا جسم کا سارا خون نچڑ گیا ہو۔

"کیا ہوا ایسے کیوں کھڑے ہو بلاوا نہیں"۔۔۔ سفیان تحکم سے بولا۔

"س۔۔۔ سر وہ۔۔۔ وہ رحمت۔۔۔"۔۔۔ ملازم ہکلاتے ہوئے بولا۔ جس پر سفیان نے بے زاریت سے اس کی جانب دیکھا۔

"ہٹو پیچھے میں خود دیکھ لیتا ہوں!۔۔۔ تم تو ایسے کر رہے ہو جیسے رحمت بے کا بھوت دیکھ لیا ہو"۔۔۔ سفیان کی چلتی زبان خاموش ہو چکی تھی اور سامنے رحمت کا بے جان وجود بیڈ پر دراز تھا۔ گلے کے ارد گرد خاردار تار لپٹی ہوئی تھی جس پر خون جم چکا تھا۔ ہاتھوں پر گلووز چڑھاتا سفیان آگے بڑھا اور ارد گرد سے مشکوک چیزیں اٹھاتا وہاں سے باہر نکل آیا۔

"پولیس کو خبر کر دی ہے میں نے!۔۔۔ وہ کچھ ہی دیر میں آتی ہوگی!۔۔۔ تب تک کوئی اس کمرے میں نا جائے"۔۔۔ سفیان تحکم سے بولا جبکہ ملازم کی متغیر رنگت ہنوز برقرار تھی۔

سیاہ رنگ کی ٹی شرت ٹراؤزر میں سیاہ جوگر پیروں میں پہنے عزیزہ مسلسل رنگ کر رہی تھی جبھی فون کی گھنٹی پر رکی اور ملنے والی اطلاع پر سر ہلاتی فون جیب میں اڑس کر بیچ پر بیٹھ گئی۔

"عزیزہ رحمت بے ایکسپائر ہو گیا ہے!۔۔۔ سفیر اس کے قریب آتا ہوا بیچ پر ساتھ بیٹھ گیا اور معصومیت سے بولا۔ "بری بات!۔۔۔ کسی کا یوں مذاق نہیں بناتے ہیں"۔۔۔ عزیزہ بھی اتنی معصومیت سے دودو بولی۔

"ہاں جیسے میں تو جانتا ہی نہیں ہوں کہ اس سب میں تمہارا ہاتھ نہیں ہے!۔۔۔ جتنی تم معصوم بننے کی اداکاری کر رہی ہو"۔۔۔ سفیر اب اس کو جانچتی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ عزیزہ نے ایک نظر اس کی جانب دیکھا۔ ماتھے پر بکھرے بے ترتیب بال، متبسم چہرہ لئے وہ اپنی سیاہ آنکھیں اس پر جمائے اس کو جانچ رہا تھا۔ اک پل کے لئے عزیزہ کو اپنا دل ان سیاہ آنکھوں میں ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔

"یہ تمہاری آنکھیں شروع سے ایسی ہیں!۔۔۔ یا پھر آج ایسی لگ رہی ہیں"۔۔۔ عزیزہ ذومعنیت سے بولی جس پر سفیر نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا۔ "کیا مطلب کیسی"۔۔۔ سفیر آنکھوں کو چھوٹی کرتا ہوا سوالیہ انداز میں بولا جس پر عزیزہ نے سر جھٹکا۔

"کچھ نہیں مذاق کر رہی تھی!۔۔۔ اب چلو چل کر واقع کی تفتیش بھی کرنی ہے"۔۔۔ عزیزہ کھڑی ہوتی ہوئی بولی جس پر سفیر نے اس کی جانب نا سمجھی سے دیکھا۔

"عزیزہ تم نے واقع میں یہ سب نہیں کیا ہے کیا؟۔۔۔ یا پھر ڈرامہ کر رہی ہو"۔۔۔ سفیر اب کہ تیر سے بولا جس پر عزیزہ نے ایک اچھٹی نگاہ اس پر ڈالی۔

"میں جو بھی کام کرتی ہوں ڈنکے کی چوٹ پر کرتی ہوں بدر سفیر!۔۔۔ مجھے چھپ کر وار کرنے کی عادت نہیں ہے!۔۔۔ اور رہی بات ڈرامہ کرنے کی تو مجھے تمہارا کسی کا بھی کسی بھی قسم کا کوئی خوف نہیں"۔۔۔ عزیزہ سر دلچے میں بولی جس پر بدر مسکرا دیا۔ جبکہ عزیزہ کو اس کی یہ مسکراہٹ اس وقت زہر لگی۔

"اور محبت کے متعلق کیا خیال ہے عزیزہ شجاع حیدر!"۔۔۔ جتنی نظروں سے سفیر بولا تو عزیزہ نے اس کو تیکھی نگاہوں سے دیکھا اور بنا کوئی جواب دیئے وہاں سے نکل گئی۔

دو دن بعد:-

سفیان اپنے کیمین میں بیٹھا پوسٹ مارٹم رپورٹ کا مطالعہ کر رہا تھا جب عمار اندر داخل ہوا۔

"کیسے ہو عثمان کیا حال چال ہیں تمہارے"۔۔۔ سفیان اس کو دیکھتے ہوئے بولا جو پہلے کی نسبت خاصا خوش دکھائی دیتا تھا۔

"خیریت تو ہے ویسے!۔۔۔ آج کے دن ڈیمون کنگ میرا حال احوال دریافت کر رہے ہیں!۔۔۔ ویسے مجھے یہ بات تو معلوم ہے کہ ابھی سورج مشرق سے طلوع نہیں ہوا ہے"۔۔۔۔۔ لہجے کو شیر بنائے عثمان بولا جس پر سفیان نے غصے بھری نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔

"اولپس!۔۔۔ معذرت جناب!۔۔۔ اس وقت آپ ڈیمون کنگ نہیں میرے کلاس فیلو سفیان ہیں میں بھول گیا تھا"۔۔۔۔۔ عثمان ہنوز ایکٹنگ کرتے ہوئے بولا۔ جبکہ سفیان نے زور سے رپورٹس ٹیبل پر پٹخی جس پر عثمان کی زبان کو بریک لگا۔

"مسٹر عمار عثمان علی آپ کی سو کالڈ اداکاری اگر مکمل ہو گئی ہو تو کام کی بات کریں"۔۔۔۔۔ سفیان تیکھے لہجے میں بولا تو عثمان مسکرا دیا اور ہاتھ میں پکڑا مٹھائی کا ڈبہ کھول کر اس کی جانب بڑھایا۔

"پہلے میری ڈیٹ فکس ہونے کی مٹھائی تو کھا لو"۔۔۔۔۔ عثمان مسکراتے ہوئے بولا جس پر سفیان کو اس کی آنکھوں کی چمک کی وجہ سمجھ آئی۔

"ڈیٹ فکس یا منگنی؟۔۔۔۔۔ میرا نہیں خیال سمجھ آئی اتنی جلدی تمہاری شادی کریں"۔۔۔۔۔ سفیان اب طنزیہ انداز میں معنی خیزی سے مسکراتا ہوا بولا جس پر عثمان جی بھر کر بد مزہ ہوا۔

"تم فکر مت کرو!۔۔۔ منگنی تو اک شوشہ ہے!۔۔۔ میں شادی ہی کر رہا ہوں آنزل سے"۔۔۔۔۔ عثمان فرضی کالر جھاڑتا ہوا بولا جس پر سفیان ایک جھٹکے سے ٹیک چھوڑتا سیدھا ہو بیٹھا۔ آنکھوں میں تحیر پنہاں تھا۔

"کیا مطلب؟۔۔۔ کرنل سہیل کی بیٹی صالحہ سے!۔۔۔ کرنل کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ پہلی فرصت میں اکیس توپوں کے سامنے کھڑا کر کے سلامی دے گا تمہیں"۔۔۔ سفیان اب کہ دوبارہ کرے سے ٹیک لگاتا پر سکون انداز میں بولا جس پر عثمان مسکرا دیا۔

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے کہ وہ ایسا کچھ کریں گے!۔۔۔ اس وقت وہ ظہیر خان کی بیٹی ہے اور میری ہونے والی منکوحہ"۔۔۔ عثمان اتنا کہہ رہا تھا کہ رپورٹس پڑھنے لگا۔ صفحے پلٹنے کے ساتھ ساتھ اس کے ماتھے پر شکنوں کا جال بچھنے لگا۔

"یہ۔۔۔ یہ کیا بکواس ہے!۔۔۔ میں نہیں مانتا یہ سب"۔۔۔ عثمان رپورٹس ٹیبل پر پھینکتا تردید کرنے والے انداز میں بولا جس پر سفیان نے اثبات میں سر ہلادیا۔

"میں بھی نہیں مانتا ہوں اس سب کو!۔۔۔ کیونکہ رحمت بے جس رات پاکستان آیا تھا اسی رات قتل ہو گیا تھا اور اس کی اگلی صبح میں وہاں پر اس سے ملاقات کے لئے گیا تھا تو مجھے اس کے کمرے سے یہ انگوٹھی ملی تھی۔ اس پر خون لگا ہوا تھا۔۔۔ یوں محسوس ہوتا ہے حملہ آور سے جھڑپ میں یہ سب ہوا ہے۔

"اس واقع کی تفتیش کے لئے میں تمہیں ہائر کرنے والا تھا مگر اس سے پہلے عزیزہ نے ساری مسٹری سلجھا دی"۔۔۔ سفیان تسلسل سے بول رہا تھا جب کہ عزیزہ کا نام سن کر اس نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا۔

"یہ انگوٹھی گر فٹر کی ہے!۔۔۔ اس کے بابا کو جب اس نے مارا تھا تو یہی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی۔ مگر یہ سمجھ نہیں آرہا کہ وہ اپنے مہروں کو کیوں مار رہا ہے"۔۔۔ سفیان سوچنے والے انداز میں بولا۔

"اس کا پتا بھی بہت جلد چل جائے گا"۔۔۔ عثمان کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"کیا ایسا کچھ ہے جو تم مجھ سے چھپا رہے ہو"۔۔۔ سفیان کے سوال پر عثمان نے نفی میں سر ہلایا۔ اور سفیان اس کی اس وضاحت پر متذبذب سا ہو گیا۔

سفید چمچاتی کار زہدار بی بی کے گھر کے باہر رکی۔ سفید رنگ کا کرتہ کے ساتھ بلیو جینز زیب تن کئے ہوئے عزیزہ کار میں سے باہر نکلی اور سن گلاسز ماتھے پر ٹکالیں۔ چہرے پر دلفریب مسکراہٹ چھائی ہوئی تھی۔ نزدیک جا کر دروازے پر دستک دی۔ دوسری دستک پر دروازہ کھل گیا اور سامنے ہی صائمہ موجود تھیں۔

"کیسی ہی آنٹی!۔۔۔ مجھے یقین ہے کہ آپ خیر ہت سے ہوں گی اور مجھے بھولی بھی نہیں ہوں گی"۔۔۔ عزیزہ مسکراتے ہوئے بولی جس پر صائمہ کی رنگت متغیر ہوئی۔

"تم یہاں پر کیوں آئی ہو اب"۔۔۔ صائمہ اپنی متغیر ہوتی حالت کو کمپوز کرتی ہوئی بولی۔ "ارے گھر آئے مہمان کو یوں دروازے پر کھڑا کر کے سوال جواب کرتے ہیں"۔۔۔ عزیزہ لہجے میں چہکار بھرے بولی جس پر صائمہ نے تنفر سے اس کی جانب دیکھا۔

"ویسے آپ کی اطلاع کے لئے بتادوں!۔۔۔ میں ان گزرے ماہ و سال کا حساب لینے آئی ہوں اور ساتھ میں اپنی بہن کو بھی!۔۔۔ مگر ابھی کہ لئے وہ یہیں پر رہے گی!۔۔۔ اور اپنے شوہر سے کو میرا پیغام پہنچا دیجئے گا کہ وہ جو کر رہے ہیں اس سے باز آجائیں اگر زندگی پیاری ہے تو"۔۔۔۔۔ عزیزہ سرد لہجے میں بولی جس پر صائمہ کی ریڑھ کی ہڈی سنسنائی۔ اتنے میں شامل دروازے پر آگئی۔

"امی کون ہے باہر۔۔۔۔۔" عزیزہ کو سامنے دیکھ کر شامل کے باقی الفاظ منہ میں ہی دم توڑ گئے تھے۔ ہو بہو اپنے جیسی شکل والی لڑکی!۔۔۔ بس آنکھوں اور بالوں کا رنگ مختلف تھا۔ ہاں نین نقش میں مختصر سا تضاد تھا۔

"آپ کون ہیں!۔۔۔ اور امی یہ اس طرح دروازے پر کیوں کھڑی ہیں"۔۔۔ شامل کے سوال پر صائمہ نے تھوک نگلا۔

"میں ہوں عزیزہ شجاع حیدر!۔۔۔ سوشل سروس والوں کی جانب سے یہاں آئی ہوں۔۔۔ یہ میری پرانی جاننے والی ہیں ان سے ملنے آئی تھی"۔۔۔ عزیزہ شامل کی الجھن دور کرنے کی غرض سے بولی۔ پورے چھ سال بعد وہ اس کو دیکھ رہی تھی۔ گھنگریالے بال کمر سے نیچے تھے اور پشت پر بکھرے ہوئے تھے۔ گال پھولے ہوئے اور گلابی تھے۔ آنکھوں کا رنگ شہد جیسا تھا اور چمک کا بیج جیسی۔ عزیزہ اتنا کہہ کر رکی نہیں اور واپس مڑ گئی چند لمحوں اور رہتی تو شاید اپنا قابو کھودیتی۔ جبکہ صائمہ شکر کا کلمہ پڑھتی دروازہ بند کرتی اندر کی جانب بڑھ آئیں جبکہ شامل بھی اب ان کے پیچھے پیچھے تھی۔

"امی یہ کون تھی جو باہر کھڑی تھی!۔۔۔ وہ بھی ہو بہو میرے جیسی"۔۔۔ شامل متذبذب لہجے میں بولی جس پر صائمہ ایک لمحے کو ششدر رہ گئیں۔ "دنیا میں ایک شکل کے سات لوگ ہوتے ہیں!۔۔ اب کیا وہ سب ہی تمہارے رشتے دار ہوں گے اگر تم سے مماثلت رکھتے ہوں گے"۔۔۔ صائمہ غصے سے کہتی کچن کی جانب بڑھ گئی جبکہ شامل پیچھے ششدر کھڑی رہ گئی۔

جبکہ دوسری جانب کار میں بیٹھی عزیزہ کی آنکھوں میں نمی تھی جس کو وہ واپس بھیجتی کار اسٹارٹ کر چکی تھی۔

"اب وقت آچکا ہے کہ اپنے سب سے بڑے دشمن کو نکیل ڈال دی جائے"۔۔۔ سرد مردانہ آواز کمرے میں گونجی۔

"جانتی ہوں بھیا!۔۔۔ کہ اب وقت آگیا ہے میں بھی چاہتی ہوں کہ اب دشمن کو جڑ سے اکھاڑ پھینکوں"۔۔۔ مقابل کی آواز پر وہ لڑکی بھی بول اٹھی جو کب سے خاموش بیٹھی تھی۔

"تو پھر ٹھیک ہے کل رات بارہ بجے ہم اس کے فارم ہاؤس پر جائیں گے!۔۔۔ وہاں پر وہ اپنی فیملی کے ساتھ موجود ہے اور مزید ایک ہفتہ ٹھہرے گا"۔۔۔ مقابل ہنوز اسی لہجے میں بولا۔

"سمجھ گئی میں!۔۔۔ سارا منصوبہ آپ پہلے سے ہی جانتے ہیں"۔۔۔ وہ لڑکی اثبات میں سر ہلاتی ہوئی بولی۔

وسیع و عریض بنگلے پر مشتمل فارم ہاوس میں آج شہر وز اور اس کے گھر والے موجود تھے۔

"بابا جب آپ فری ہوں گے تو ہم ہارس رائیڈنگ کے لئے جائیں گے"۔۔۔۔۔ گندمی رنگت، سیاہ چمکدار آنکھوں والی سات سالہ بچی شہر وز کے قریب آکر بولی۔

"کیوں نہیں میری جان!۔۔ ہم آج شام میں ہی ہارس رائیڈنگ کے لئے جائیں گے"۔۔۔۔۔ اپنی بیٹی کو پیار بھرے انداز میں جواب دے کر اب وہ اپنی بیوی کی طرف متوجہ تھا جو کرسی پر بیٹھی کسی سوچ میں محو تھی۔

"کیا ہوا سحر؟ کن سوچوں میں گم ہو"۔۔۔ اس کے قریب جا کر شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا جس پر وہ چونکی

پھر پھیکا سا مسکرا دی۔ "کچھ نہیں بس طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی مجھے اپنی"۔۔۔۔۔ سحر نظریں زمین پر گاڑے بولی جس پر شہر وز کو وہ اس پل اجنبی سی لگی۔

"کچھ ہوا ہے کیا؟۔۔۔ بولو!۔۔۔ کوئی پریشانی ہے تو مجھے بتاؤ"۔۔۔ شہر وز اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے اپنائیت سے بولا جس پر سحر نے کن اکھیوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"نہیں بس بابا کی یاد آرہی تھی"۔۔۔۔۔ سحر اس لہجے میں بولی جس پر شہر وز کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ "جو چلے جائیں وہ یاد بہت آتے ہیں!۔۔۔ مجھے افسوس ہے کہ تمہارے اس دکھ کا میں مددوا نہیں کر سکتا ہوں"۔۔۔۔۔ شہر وز دلاسہ دینے والے انداز میں بولا جس پر سحر طنزیہ ہنسی ہنسی جو شہر وز کی نظروں سے مخفی رہی۔

دودن پہلے :-

سحر مال میں شاپنگ کی غرض سے آئی تھی جب اس کا ٹکراؤ ایک لڑکی سے ہو گیا۔ وہ معذرت کر کے آگے بڑھنے لگی جس پر اس لڑکی نے اس کو روک لیا تو اس نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا۔

"مجھے آپ سے کچھ دیر بات کرنی تھی!۔۔۔۔۔ صرف دس منٹ زیادہ دیر نہیں لگاؤں گی"۔۔۔۔۔ عزیزہ منت والے لہجے میں بولی جس پر سحر منع ناکر سکی۔

کچھ دیر بعد ہی وہ دونوں مال کے کیفیٹیریا میں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

"تم نا تو مجھے جانتی ہو، اور نا میں تم سے کبھی ملی ہوں تو مجھ سے بات کرنے کا مقصد"۔۔۔۔۔ سحر خفت زدہ سی بولی جس پر عزیزہ نرمی سے مسکرا دی۔

"چلیں میں آپ کو پہلے اپنا تعارف کروا دیتی ہوں!۔۔۔۔۔ میرا نام ہے عزیزہ شجاع حیدر!۔۔۔۔۔ میجر شجاع حیدر شہید کی بیٹی ہوں میں!۔۔۔۔۔ آپ کے شوہر مجھے اچھے سے جانتے ہیں"۔۔۔۔۔ عزیزہ یک رو بولی جس پر سحر نے اس کی جانب نا سمجھی سے دیکھا۔ اس سب کا اس کے شوہر سے کیا تعلق ہوا بھلا۔

"ہاں سمجھ گئی میں آگے کہو کیا کہنا چاہتی ہو"۔۔۔۔۔ سحر اس کو یوں خاموش دیکھ کر بول پڑی۔

"آپ کے شوہر شہر وز آفندی!۔۔۔۔۔ بلیک ورلڈ مافیا میں گرافٹر کے نام سے مشہور ہے!۔۔۔۔۔ اس نے ہی میرے باپ کو شہید کیا تھا"۔۔۔۔۔ عزیزہ اب کہ سرد مہری سے بولی جبکہ اس کی بات سن کر سحر حق دق سی رہ گئی۔

"یہ۔۔۔ یہ کیا بکواس کر رہی ہو تم؟۔۔۔ میں کیسے یقین کر لوں کہ تم سچ کہہ رہی ہو"۔۔۔ سحر بے یقینی کی سی کیفیت میں بولی۔

"کیا آپ کی اور شہر وز کی پسند کی شادی تھی اور اس کے لئے آپ کے بابا نہیں راضی تھے"۔۔۔ عزیزہ نے سوال کیا جس پر سارہ نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا۔

"تم کون ہو اور کیا چاہتی ہو"۔۔۔ سحر اب کہ ذرا سختی سے بولی۔

"اور پھر شہر وز کے رشتے بھجنے کے ایک ہفتے بعد آپ کے والد کی کار ایکسیڈنٹ میں موت ہو گئی!۔۔۔ ایسا ہی ہوا تھا نا"۔۔۔ عزیزہ اس کے لہجے کی پرواہ کئے بغیر بولی جس پر سارہ حق دق سی رہ گئی۔

"مگر اس سب کا شہر وز سے کیا تعلق ہے"۔۔۔ سحر اپنے اندر پنپتے خدشے کو نظر انداز کرتے ہوئے بولی جس پر عزیزہ مسکرا دی۔

"شہر وز آپ کے باپ کا بھی قاتل ہے!۔۔۔ میرے باپ کا بھی!۔۔۔ اور بہت سی معصوم جانوں کا بھی"۔۔۔ عزیزہ تھوڑا آگے کو جھکی مدھم مگر سرد آواز میں بولی جس پر سحر کا سارا وجود ایسے ہو گیا جیسے برف کا مجسمہ ہو۔ کاٹو تو لہونا ٹپکے۔ ارد گرد میں تمام چیزیں رک گئیں اور وقت کہیں بہت پیچھے چلا گیا۔

"بیٹا وہ تمہارے لئے ایک اچھا انتخاب نہیں ہے میں تمہیں کیسے سمجھاؤں یہ بات"۔۔۔ اپنے بابا کے الفاظ اس کی سماعتوں میں گونجنے ساتھ ہی ان کی میت آنکھوں کے سامنے گھوم گئی۔

"مگر اس سب کا کیا ثبوت ہے تمہارے پاس"۔۔۔ دماغ کام نہیں کر رہا تھا کچھ سجھائی نہ دے رہا تھا۔ مگر الفاظ خود بخود اس کے منہ سے ادا ہوئے جس پر عزیزہ مسکرا دی اور ایک فائل اس کے سامنے رکھ دی اور ساتھ ہی موبائل پر ویڈیو پلے کر دی۔ اتنے واضح ثبوتوں کے بعد کسی قسم کے شک کی۔ گنجائش باقی نہ تھی۔

"ن۔۔۔ نہیں۔۔۔ یہ سب۔۔۔ جھوٹ۔۔۔ ہے"۔۔۔ حلق میں سے پھنسی ہوئی آواز نکلی۔ سحر کا شک سے برا حال تھا۔ لب کپکپا رہے تھے آنکھوں کے سامنے سارے مناظر کسی فلم کی مانند چل رہے تھے۔

"اب تم کیا چاہتی ہو مجھ سے"۔۔۔ سحر کی گھٹی گھٹی سی آواز نکلی۔۔۔ "یہی کہ خودک اور اپنی بیٹی کو بچا لیں!۔۔۔ اب شہروز آفندی کی رسی کھنچنے والی ہے!۔۔۔ میں نہیں چاہتی ایک مرتبہ پھر سے کسی عزیزہ کے سامنے کسی شجاع کا قتل ہو"۔۔۔ اتنا کہہ کر عزیزہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ "چلتی ہوں!۔۔۔ اپنا خیال رکھیے گا"۔۔۔ پرس کندھے پر ڈالتی عزیزہ آگے بڑھ گئی جبکہ سحر وہیں منجمد سی بیٹھی تھی۔

لونگ روم میں لیونڈر کی مہک رچی بسی تھی۔ جانی پہچانی پرفیوم کی خوشبو کی مہک پر آنے والے نے نووارد کو دیکھا۔ اور اک نرم استقبالیہ مسکراہٹ اچھالی۔ آنے والے کے نین نقش ہو بہو نووارد سے میل کھاتے تھے۔ گہرے نیلے رنگ کی سرد مہر آنکھیں، سیاہ چمکدار بال اور بیضوی چہرہ!۔۔۔ سامنے اپنا عکس ہی تو موجود تھا۔

"آگئی ہو تم میری بیٹی! بہت اچھا کام کر رہی ہو تم"۔۔۔۔۔ شفیق مردانہ آواز ابھری جس پر وہ لڑکی مسکرا کر سامنے موجود صوفے پر بیٹھ گئی۔

"دادا جان!۔۔۔۔۔ اب فیصلے کا وقت آچکا ہے!۔۔۔۔۔ آپ نے مجھ سے کہا تھا آخری وار کی بار آپ سے اجازت طلب کر لوں!۔۔۔۔۔ اسی لئے آج آپ کے پاس آئی ہوں"۔۔۔۔۔ وہ لڑکی ان کے چہرے پر نظریں جمائے ہوئی۔

"ہاں میں چاہتا تھا کہ مجھے معلوم ہو میرے بیٹے کی نشانی کسی مشکل میں تو نہیں ہے!۔۔۔۔۔ مگر میں دیکھ چکا ہوں تم اپنی حفاظت خوب کرنا جانتی ہو"۔۔۔۔۔ شفیق لہجے میں جملے ادا ہوئے۔

"تو پھر اجازت ہے مجھے"۔۔۔۔۔ عزیز اجازت طلب نظروں سی ہوئی۔ جس پر انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ جس پر وہ سرعت سے اٹھ کر وہاں سے واک آؤٹ کر گئی۔ پیچھے موجود ہستی کی آنکھوں کی نمی نے منظر کو دھندلا کر دیا تھا۔ پھر آنکھوں میں آنی نمی کو ہاتھ کی پشت سے صاف کرتے ہوئے فون اٹھایا نمبر ڈھونڈا اور کال ملائی۔ دوسری جانب بیل جا رہی تھی۔ تیسری بیل پر فون اٹھالیا گیا۔

"یس سر کیا آرڈرز ہیں!۔۔۔۔۔" ایک نوجوان شخص مودب سا بولا۔

"میں نے تمہیں اس کی حفاظت پر مامور کیا تھا!۔۔۔۔۔ اور تم نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ اگر جان کی بازی بھی لگانی پڑی تو اس سے دریغ نہیں کرو گے"۔۔۔۔۔ ٹھہری ہوئی متوازن آواز اسپیکر کے اس پار گونجی۔

"یس سر!۔۔۔ میں آج بھی اپنے موقف پر قائم ہوں"۔۔۔۔۔ نوجوان بھی پر عزم انداز میں بولا۔ جس پر وہ شخص مسکرا دیا۔

"اب وقت آگیا ہے کہ تم اپنی جان کی بازی لگا دو پھر"۔۔۔۔۔ حکمیہ انداز میں وہ بولے جس پر وہ نوجوان سر تسلیم خم کرتا ہوا بولا۔ "جیسا آپ کہیں"۔

محل نما وسیع و عریض بنگلے میں جشن کا سماں تھا۔ ایسے میں سیاہ رنگ کی پیروں کو چھوتی میکسی میں ملبوس، بالوں کا جوڑا بنائے، نیوڈ میک اپ کئے، ہائی سیلز کے سنگ اٹھلا کر اک ادا سے وہ چلتی ہوئی آرہی تھی۔ ہر اٹھنے والی نگاہ کا مرکز تھی وہ!۔۔۔ اپنے لئے ستائش وہ ان سب کی آنکھوں میں دیکھ سکتی تھی مگر اس سب سے بے نیاز وہ ناک کی سیدھ میں چلتی جا رہی تھی۔ نیلی آنکھوں میں گہری سرد مہری چھائی ہوئی تھی جو کسی بھی طرح کے جذبات سے عاری تھیں۔ عزیزہ شجاع حیدر آج اپنا نیاروپ دنیا والوں سے متعارف کروانے کے لئے آئی تھی۔ یہ پارٹی شہر کی جانی پہچانی ہستی شہروز علی نے اپنی بیٹی کی سالگرہ کے اعزاز میں منعقد کروائی تھی۔ سب لو ان کی آمد کے منتظر تھے جبکہ ان کا کچھ اتنا پتا نہ تھا۔ عزیزہ مسکراتی ہوئی بنگلے کے اندرونی احاطے کی جانب بڑھ گئی تھی۔ چھت کو جاتی سیڑھیوں پر اس نے اپنا پہلا قدم رکھا اور لمبی راہداری کو اک نظر ٹھہر کر دیکھا۔ پھر اک لمبی سانس اندر کو کھینچی اور پھر باہر کو ہوا کے سپرد کر دی۔ اوپری زینوں سے آتے ہوئے شور کی آوازوں پر اس کی آنکھوں میں کرب کا اک نحیف سا تاثر ابھرا جس کی مدت چند لمحوں سے زیادہ نہ تھی۔

"عالیانہ بیٹا جلدی تیار ہو جائیں!۔۔۔ آپ کے بابا اور میں آپ کا ویٹ کر رہے ہیں باہر"۔۔۔ سحر کی آواز عزیزہ کے کانوں میں پڑی تو وہ کرب سے مسکرا دی۔ جبکہ دوسری جانب سحر شہر وز سے بے نیاز کھڑی سامنے موجود رنگز کو دیکھ رہی تھی۔

"یہ والے تم پر زیادہ جچیں گے!۔۔۔"۔۔۔ شہر وز قریب آکر بولا جس پر سحر نے اجنبی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"ہاں ٹھیک ہے!"۔۔۔ مختصر سا جواب دے کر اس نے شہر وز کے ہاتھ میں موجود ایئر رنگ کو پکڑ لیا۔ جبکہ اچانک کوئی کھڑکی میں سے کودا اور شہر وز پر جھپٹا۔ اچانک حملہ ہونے کے باعث شہر وز سنبھل ناسکا جس پر وہ منہ کے بل گر چکا تھا۔ نووار داس کی پشت پر جھکا اس کے ہاتھ باندھ چکا تھا۔ جبکہ شہر وز ابھی کچھ سمجھ ہی ناپایا تھا۔ سحر حق دق سی سب دیکھ رہی تھی۔

"وقت آگیا ہے تمام حساب بے باک کرنے کا شہر وز عرف گرافٹ"۔۔۔۔۔ ہیل کی ٹک ٹک کے ساتھ سرد آواز کمرے میں گونجی۔ عزیزہ اک پر اسرار مسکراہٹ لئے بولی جس پر سحر کی رنگت بحال ہوئی۔

"میں نے تم سے کہا تھا نا میرے بابا کو چھوڑ دو!"۔۔۔ عزیزہ اوندھے منہ گرے ہوئے شہر وز کی جانب پنچوں کے بل جھک کر غرائی جس پر وہ حق دق سارہ گیا۔

"مگر تم نے میری ایک نہیں مانی!۔۔۔ میری آنکھوں کے سامنے میرے بابا کو بے دردی سے قتل کیا"۔۔۔ عزیزہ کرب سے بولی جبکہ آنکھوں کی سرد مہری ہنوز برقرار تھی۔ "نا صرف میرے بابا بلکہ میری ماما

کو بھی بے دردی سے قتل کیا تھا تم نے"۔۔۔۔ عزیزہ اسی انداز میں جھکی ہوئی بولی جبکہ سفیر اب شہروز کو سیدھا کرتا گھٹنوں کے بل بٹھا چکا تھا۔

"تم کیا سمجھتی ہو!۔۔۔۔ میں اس سب سے بے خبر تھا کہ تم یہاں نہیں آو گی"۔۔۔۔ لمبی خاموشی کے بعد شہروز پھنکارا۔ "تم یہاں اپنی مرضی سے آتو گئی ہو مگر واپس میری مرضی سے ہی جاو گی"۔۔۔۔۔ شہروز کڑے تیور لئے بولا۔

"سیکیورٹی"۔۔۔۔ پھر اونچی آواز میں دھاڑا۔ جبکہ کوئی جواب ناپا کر حیران ہوا۔
"اتنے سالوں بعد تمہارے تمام ساتھیوں کو مارنے کے بعد اتنی کچی تیاری کے ساتھ نہیں آئی میں!۔۔۔۔۔ یہاں کوئی بھی تمہیں بچانے کے لئے نہیں آئے گا"۔۔۔۔ عزیزہ پھنکاری۔ جبکہ سفیر نے اس کی جانب گن اچھالی۔ اس سارے واقعے میں سحر بت بنی کھڑی تھی۔

"تم یہاں کھڑی کیا منہ دیکھ رہی ہو جا کر کسی کو مدد کے لئے بلاو"۔۔۔۔ شہروز اس کی جانب دیکھ کر دھاڑا۔
"تم نے بابا کو مارا تھا نا میرے"۔۔۔۔ سحر اجنبی نگاہوں سے شہروز کو دیکھتے ہوئے بولی جس پر وہ ہونق بنا اس کا منہ تکتے لگا۔

"یہ سب بکو اس کس نے کی ہے تم سے؟"۔۔۔۔ شہروز بے یقینی سے بولا جس پر سحر نے نفی میں سر ہلایا۔

"یہ سب بکو اس نہیں ہے!۔۔۔ بالکل سچ ہے۔۔۔ تم نے ہی بابا کو مارا تھا جب انہوں نے کہا تھا کہ تم میرے لئے ایک اچھا انتخاب نہیں ہو گے تو اس دن سے اگلے دن ان کی کار ایکسیڈنٹ میں ڈیبتھ ہو گئی اور اس سب کے پیچھے بھی تمہارا ہی ہاتھ تھا"۔۔۔ سحر دکھ سے بولی جس پر شہروز نے بے یقینی سے اس کی جانب دیکھا۔

"زیاد احمد سلطان کے متعلق کیا خیالات ہیں؟۔۔۔ ان کو بھی آپ نے ہی قتل کیا تھا"۔۔۔ سفیر سرد لہجے میں پھنکارا۔ جس پر شہروز کو اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا۔

جبکہ عزیزہ نے بندوق کی نال اس کے ماتھے پر ٹکادی۔ بندوق کی ٹھنڈی نال سے شہروز کی ریڑھ کی ہڈی تک سنسنائی۔ جبکہ دروازہ کھلا اور عالیانہ کی چیخ سنائی دی۔

"بابا!۔۔۔ میرے بابا کو چھوڑ دو!۔۔۔ فار گاڈ سیک"۔۔۔ عالیانہ دوڑتی ہوئی شہروز کے قریب جا کر اس سے لپٹ گئی۔ وہی منظر بس جگہ بدل گئی تھی۔ اب صحیح معنوں میں شہروز کو اپنا آپ بے بس محسوس ہونا شروع ہوا تھا۔

"عالیانہ یہاں سے چلی جا بیٹا!۔۔۔ یہ لوگ تمہیں بھی مار دیں گے"۔۔۔ شہروز منت بھرے لہجے میں بولا جبکہ عالیانہ نفی میں سر ہلا کر رہ گئی۔ "نہیں بابا میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی"۔۔۔ کانپتی ہوئی آواز میں عالیانہ بولی جس پر عزیزہ کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ بکھر گئی۔

"عالیانہ بیٹا!۔۔۔ آپ کا بابا کا اس دنیا سے ٹائم ختم ہو گیا ہے!۔۔۔ اس لئے ان کو اکیلا چھوڑ دو"۔۔۔ عزیزہ گھٹنوں کے بل جھک کر اس کا رخ اپنی جانب کرتی بولی۔ بندوق والا ہاتھ پہلو میں گرا ہوا تھا۔

"آپ میرے بابا کو کیوں شوٹ کرنا چاہتی ہو"۔۔۔ عالیانہ معصومانہ انداز میں بولی۔ "کیونکہ آپ کے بابا نے ہمارے بابا کو شوٹ کیا تھا"۔۔۔ اس سے پہلے عزیزہ کوئی جواب دیتی باریک نسوانی آواز گونجی جس پر سب نے رخ موڑ کر دیکھا۔ دروازے پر شائل موجود تھی۔ جبکہ عزیزہ یہ سب دیکھ کر حق دق سی رہ گئی۔ "تم یہاں کیوں آئی ہوں شائل"۔۔۔ عزیزہ حیران ہو کر بولی۔ "اپنے باپ کے قاتل کا انجام دیکھنا میرا بھی حق تھا اکیلا تمہارا نہیں ڈیر سسٹر"۔۔۔۔ شائل چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی کمرے کے وسط میں آکر رک گئی۔

"عثمان ساری سیکیورٹی تیار کرو!۔۔۔ اور گرافٹر کے فارم ہاوس پہ لے جا کر عزیزہ کو بیک اپ سیفٹی

دو"۔۔۔ سفیان تیز لہجے میں بولا۔ جس پر عثمان حیران ہوا۔

"کیا مطلب؟۔۔۔ وہ اس وقت وہاں کیا کر رہی ہیں؟"۔۔۔ عثمان حیران ہوا۔

"وہ کبھی بھی کچھ بتا کر نہیں کرتی ہے ہمیں۔۔۔ اپنا بدلہ اتارنے گئی ہے"۔۔۔ اب کی بار رایان بولا جس پر

عثمان نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا۔

"زیادہ حیران مت ہوا بھی تم سے مجھے آنزل کا بھی حساب لینا ہے"۔۔۔ رایان کڑے تیوروں سے اس کی

جانب دیکھتا ہوا بولا جس پر سفیان اپنی ہنسی دبا گیا۔

"وہ میں بس آپ کو بتانے والا تھا رایان بھائی"۔۔۔۔ عثمان گڑبڑائے انداز میں بولا۔

"میرے بابا کو مت مارو پلیز"۔۔۔۔۔ عالیانہ منت کرتی ہوئی عزیزہ کے سامنے آگئی جس پر اک لمحے کو عزیزہ گڑبڑا گئی۔ روتی ہوئی شکوہ کناں معصوم آنکھیں!۔۔۔ کیا نا تھا ان میں۔۔۔ التجا، منت اور بے بسی۔۔۔ عزیزہ عالیانہ کو دیکھ کر رہ گئی۔ پھر جھکی اور اس کو اپنے ساتھ لگا لیا۔

"عالیانہ!۔۔۔۔۔ آپ کے بابا کا اور آپ کا ساتھ اتنا ہی تھا!۔۔۔ اس سے زیادہ آپ ان کے ساتھ نہیں رہ سکتی ہو!۔۔۔ نو مور آرگو منٹ"۔۔۔۔۔ عزیزہ نے اتنا کہہ کر عالیانہ کو خود سے الگ کیا اور سحر کو اشارہ کیا جس پر سحر سرعت سے اس کو لے کر وہاں سے چل دی۔ جبکہ شہر وزیر پر نگاہ غلط ڈالنا تک گوارہ نہ کیا تھا۔

"عثمان اس کو لے جاو یہاں سے!۔۔۔ اس سے پہلے میں اپنا قابو کھودوں"۔۔۔۔۔ عزیزہ چہرہ پھیرے بولی جس پر وہ سر ہلاتا اس کو وہاں سے لے گیا۔

"تم نے اس کو مارا کیوں نہیں؟۔۔۔ اس نے ہماری آنکھوں کے سامنے ہمارے بابا کا قتل کیا تھا!"۔۔۔ شائل شکوہ کناں انداز میں بولی۔

"کیونکہ عالیانہ نے اللہ کا نام لے کر کچھ مانگا تھا!۔۔۔ اپنے باپ کی جان۔۔۔۔۔ مجھ سے اس کو مارا ہی نہیں گیا"۔۔۔۔۔ عزیزہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولی۔

"آج اس کو قتل کر کے بھی مجھے وہ سکون نہ ملتا جو میں اتنے سالوں سے تلاش کر رہی ہوں"۔۔۔ عزیزہ اسی انداز میں بولی۔

"تم فکر مت کرو!۔۔۔ شامل ابھی غصے میں ہے"۔۔۔ بدر عزیزہ کے قریب آتا کندھے پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا جس پر عزیزہ رخ موڑ کر اس کی جانب دیکھنے لگ گئی۔ جبکہ بدر نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھنے لگ گیا۔

"شکریہ!"۔۔۔ عزیزہ اس کی آنکھوں سے آنکھیں ملائے بولی۔ "مگر کس لئے"۔۔۔ خود بخود بدر کے منہ سے الفاظ ادا ہوئے۔ "۔۔۔ ہر چیز کے لئے"۔۔۔ عزیزہ مسکراتی ہوئی بولی۔ اور پھر شامل کی جانب جا کر اس کے گلے لگ گئی۔ جبکہ شامل بھی بنا کچھ کہے اس کے گرد بازو حائل کر گئی۔

"بہت مس کیا میں نے تمہیں!۔۔۔ مگر میں مجبور تھی"۔۔۔ عزیزہ نم آواز میں بولی۔

"میں سمجھ سکتی ہوں آپ!"۔۔۔ شامل اس کی پیٹھ تھپتپاتی ہوئی بولی۔

ایک ہفتے بعد:-

کرنل سہیل کے بنگلے میں آج معمول کے خلاف کافی چہ مگوئیاں جاری تھیں۔ آئزل وسط میں جبکہ ایک طرف رایان جبکہ دوسری جانب خود کرنل صاحب براجمان تھے۔ اور اپنی بیٹی کے ملنے پر پھولے نہیں سمارہے تھے۔ عثمان گھر لوٹا تو کرنل سہیل اور رایان کو وہاں موجود پا کر ٹھٹکا۔ پھر نظر گھمائی تو ساتھ ہی عزیزہ اور شامل بھی نظر آئیں۔ تبھی کسی نے اس کے کندھے پر مکا جڑا تو وہ بے اختیار پلٹا۔ پیچھے سفیان کھڑا مسکرا رہا تھا۔ عزیزہ عثمان کو رستے میں کھڑا دیکھ کر مسکرا دی۔ جس پر عثمان خفیف سا ہوتا اندر آ گیا۔

"توانکل پھر ہمارے دولہے میاں کو آپ کب رخصت کروارہے ہیں"۔۔۔ سفیان عثمان کے پہلو میں بیٹھتا شرارت سے بولا جبکہ عثمان دانت پیس کر رہ گیا۔

"بس اب یہ ایک ہفتے کے لئے فارغ ہی ہے!۔۔۔ توکل نکاح!۔۔۔ پرسوں ولیمہ۔۔۔ بس ہو۔ گئی ساری تیاری"۔۔۔ کرنل سہیل چٹکی بجاتے بولے۔

جبکہ باقی سب کے منہ کھلے کہ کھلے رہ گئے۔

"لیکن ابھی تو ہماری اتنی تیاریاں رہتی ہیں"۔۔۔ یہ بولنے والی شائل تھی جس پر سہیل مسکرا دیا۔

"بیٹا آپ سب کی تیاریاں ریحانہ پہلے ہی مکمل کر چکی ہیں!۔۔۔ آپ فکر مت کریں"۔۔۔ سہیل ریحانہ کو دیکھتے ہوئے بولے جس پر وہ مسکرا دیں۔

"عزیزہ ویسے یہاں بہت کچھ ہے جو وضاحت طلب ہے!۔۔۔ تمہیں اپنے سفیان بھائی سے کچھ پوچھنا نہیں ہے"۔۔۔ اب کی بار عثمان سفیان کو دیکھتا ہوا بولا کہ لو میں اپنا بدلہ اتار رہا ہوں۔ جس پر عزیزہ مسکرا دی۔

"نہیں!۔۔۔ کیونکہ ان کو اسسٹ کرنے والی بھی میں اور ریحانہ آنٹی تھیں!۔۔۔ ایسا ہی ہے نائیجنٹ کوریگون"۔۔۔ عزیزہ مسکراتی ہوئی بولی جس پر عثمان حیران رہ گیا۔

"واللہ!۔۔۔ تم سے بچ کر رہنے میں ہی عافیت ہے"۔۔۔ عثمان مصنوعی اداکاری کرتا ہوا بولا۔ پھر جب اچانک آئزل پر نگاہ پڑی تو مسکرا دیا جس پر آئزل جھینپ گئی۔

اگلا دن:

آنزل کو روایتی دلہن کی طرح تیار کیا گیا تھا۔ اس کی ایک جانب عزیزہ جبکہ دوسری جانب شامل کھڑی تھیں۔ ان کے حصار میں سہج سہج کر قدم رکھتی چلتی ہوئی آرہی تھی۔ عثمان کی تو نگاہیں اس سے ہٹنا پارہی تھیں۔ ان دونوں نے آنزل کو عثمان کے سامنے موجود صوفے پر لا بٹھایا تھا۔ درمیان میں جالی دار پردہ لگا ہوا تھا۔

ایجاب و قبول کا سلسلہ مکمل ہونے کے بعد اب نوٹو گراف سب کی تصویریں اتار رہا تھا۔ عزیزہ اپنی میکسی سنبھالتی سفیان کے پاس آئی۔ وہ کچھ تذبذب کا شکار لگ رہی تھی۔

"سفیان بھائی!۔۔۔ سفیر کہاں پر ہے؟۔۔۔ پچھلے ایک ہفتے سے اس کو میں نے نہیں دیکھا ہے"۔۔۔ عزیزہ ماتھے پر شکنیں لیے بولی۔

"وہ گھر پر ہی ہے!۔۔۔ آج صبح واپس آیا ہے۔۔۔ کہتا تھک گیا ہوں۔۔۔ کل آجاؤں گا ولیمے پر"۔۔۔ سفیان تفصیل سے جواب دیتا بولا جس پر عزیزہ نے بو جھل سانس خارج کی۔

"اچھا چلیں ٹھیک ہے"۔۔۔ عزیزہ واپس اسٹیج کی جانب بڑھ گئی۔

اس وقت آنزل عثمان کے بیڈروم میں گھونگٹ نکالے بیٹھی ہوئی تھی۔ اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست تھیں۔ اک انجانا سے احساس کے حصار میں وہ یہاں مقید تھی۔ جبھی دروازہ کھلا اور عثمان وہاں سے داخل ہوا تو آنزل کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا۔

"بہت شکریہ!۔۔۔ میرا ساتھ قبول کرنے کا"۔۔۔ عثمان اس کے برابر میں بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولا جس پر آنزل مسکرا دی۔

"ہاں پر ایک بات بتانی تھی تمہیں!۔۔۔ میں نہیں چاہتا کوئی جھوٹ یا غلط فہمی کل کو ہمارے رشتے میں دراڑ ڈالے"۔۔۔ عمار یکدم سنجیدہ ہوتا بولا جس پر آنزل تھوڑا حیران ہوئی۔

"جس بٹلر سے تم نے محبت کی تھی،۔۔۔ جس عمار کو تم نے چاہا تھا!۔۔۔ اور جس عثمان سے تمہاری شادی ہوئی ہے وہ سب ایک ہی شخص تھے۔۔۔ بس اس وقت وہ سب میرے کو ور رول تھے"۔۔۔ عثمان آنزل کے گھونگٹ پر نظریں ٹکائے بولا جس پر آنزل نے جھٹ سے گھونگٹ ہٹایا اور بے یقین نظروں سے اس کی جانب دیکھنے لگی۔ عثمان کو ایسے ہی رد عمل کی توقع تھی۔

"اب بھی نابتاتے نا تو میں آپ کا سر کھول دیتی"۔۔۔ آنزل اس کے سینے پر مکا جڑتی ہوئی بولی جس پر عثمان حیرت سے اس کی جانب دیکھنے لگ گیا۔ پھر اس کا وہی ہاتھ تھام کر بولا۔

"تم غصہ نہیں ہو؟"۔۔۔ وہ قدرے متحیر لہجے میں بولا۔

"نہیں"۔۔۔ آنزل نفی میں سر ہلاتی ہوئی بولی۔ "کیونکہ بابا مجھے سب کچھ بتا چکے ہیں پہلے ہی!۔۔۔ اور میں نے آپ سے محبت کی ہے۔۔۔ جن سے محبت کی جائے ان کو کٹھرے میں کھڑا نہیں کیا جاتا ہے"۔۔۔ آنزل متبسم لہجے میں بولی جس پر عثمان بھی مسکرا دیا۔

"شکریہ!۔۔۔ میرا اعتبار کرنے کے لئے"۔۔۔ عثمان اس کے ہاتھ کی پشت پر لب رکھتا ہوا بولا۔

ریحانہ اور ظہیر اس وقت سفیان کے گھر پر موجود تھے۔ اور سفیان بھی ان کے ساتھ بیٹھا محو گفتگو تھا۔

"بیٹا میں جانتی ہوں کہ میں نے تم لوگوں کی حق تلفی کی ہے!۔۔۔ مگر یہ سب میری مجبوری تھی"۔۔۔ ریحانہ نادم لہجے میں بولیں۔

"امی یہ آپ کی مجبوری نہیں!۔۔۔ آپ کا حق تھا۔۔۔ اور اپنے حق کے لئے ڈٹ جانے میں کوئی قباحت نہیں ہے"۔۔۔۔۔ سفیان پر سکون لہجے میں بولا۔

"یعنی تم مجھ سے ناراض نہیں ہو کہ میں نے تمہارے باپ کو چھوڑ کر ظہیر سے شادی کی ہے جو"۔۔۔۔۔ ریحانہ تحیر سے بولیں جس پر سفیان کا سر نفی میں ہلا۔

"بابا آپ کو ابوز (abuse) کرتے تھے اور مارتے پیٹتے بھی تھے۔۔۔۔۔ انہوں نے ہماری بہن کو بھی پاگل خانے پہنچا دیا۔۔۔ اگر آپ ان سے الگ ناہو تیں تو شاید مجھے غصہ آتا۔۔۔ کیونکہ اللہ نے انسان کو آزاد پیدا کیا

ہے۔۔۔ اور عورت تو پھر اللہ کی ایک بہت ہی پیاری مخلوق ہے۔۔۔ اس پر ظلم کرنے والے کے خلاف آواز اٹھانا حق ہے۔۔۔ ناکہ غلطی"۔۔۔ سفیان مسکراتے ہوئے بولا۔

"اور یہ عورت کی سائیڈ لینے والے مرد کی نظریں بار بار شامل کی جانب اٹھتی دکھائی دیتی تھیں مجھے شادی میں"۔۔۔ اب کی بار بولنے والے ظہیر تھے جس پر سفیان نے تھیر سے ان کی جانب دیکھا۔

"یہ۔۔۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں انکل!۔۔۔ ایسا۔۔۔ کچھ بھی نہیں ہے"۔۔۔ سفیان ہکلاتے ہوئے بولا۔
"ہم نے کب کہا ایسا کچھ ہے!۔۔۔ بس جیسے اس بیچاری بچی کو اغوا کر کے زنجیروں سے باندھا تھا۔۔۔ اس کے بعد تمہارے متعلق اس کے نادر خیالات جان کر اللہ کی پناہ"۔۔۔ سفیان اپنی کر توت کھلنے پر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

"اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے!۔۔۔ وہ بلا ویسے قابو نہیں آرہی تھی۔۔۔ اور میں اس سب کی معافی مانگ چکا ہوں"۔۔۔ سفیان جتاتے ہوئے بولا۔

"یہ بلا کس کو بولا؟۔۔۔ اور کس کافر نے معافی مانگی مجھ سے بھلا"۔۔۔ شامل کسی ناگہانی آفت کی طرح دروازے سے نمودار ہوئی جس پر سفیان گڑبڑا گیا۔

"بیٹا آپ اتنی کیوٹ ہو آپ کو تھوڑی بولا ہے"۔۔۔ ریحانہ شامل کو اندر آتے دیکھ کر بولیں۔ جس پر شامل کا منہ حیرانی سے کھلا رہ گیا۔

"یعنی یہ مجھے ہی بلا کہہ رہے تھے!۔۔۔ شامل کا صدمے کے مارے برا حال تھا۔

"نہیں نہیں!۔۔۔ مذاق تھا وہ"۔۔۔ سفیان ریحانہ کی جانب ملتجی نگاہوں سے دیکھتا ہوا بولا۔
"فکرنا کرو بیٹا!۔۔۔ وقت آنے پر سب ٹھیک ہو جائے گا!۔۔۔ ویسے شامل بیٹا آپ اکیلی آئی ہو"۔۔۔ سفیان
کو ذو معنی نظروں سے دیکھتے ہوئے ریحانہ بولیں اور پھر شامل سے سوال کرنے لگیں۔
"نہیں!۔۔۔ عزیزہ کے ساتھ آئی ہوں!۔۔۔ اس کو سفیر بھائی سے کچھ کام تھا"۔۔۔۔۔ شامل اب پوری طرح
ریحانہ کی جانب متوجہ ہو کر بولی جو اس بات کا اشارہ تھا کہ سفیان سے اسے اب کوئی بات نہیں کرنی۔

بدر صوفی پر بیٹھا سموکنگ کرنے میں مصروف تھا۔ ایش ٹرے بچے ہوئے سگریٹ کے ٹکڑوں سے بھری
پڑی تھی۔ اچانک سے کمرے کا دروازہ کھلنے پر حیران ہوا اور آنے والے کو دیکھ کر مزید ٹھٹکا۔ سامنے عزیزہ
موجود تھی۔ سفید رنگ کی شلوار قمیض ساتھ گلابی رنگ کا دوپٹہ کندھے پر لٹکائے!۔۔۔ بالوں کو ایک طرف
ڈالے وہ سفیر کو کوئی پری ہی لگی تھی۔

"تم حقیقت ہو یا میرا وہم!"۔۔۔۔۔ بدر اس کو پلکیں جھپکاتا ہوا دیکھتا ہوا جبکہ عزیزہ کے نقوش بگڑے اور بدر
کے قریب آکر اس کے ہاتھ سے سگریٹ لے کر ایش ٹرے میں مسلا۔ اور کھڑکیوں سے پردے ہٹائے تو
روشنی چھن کر آنے لگی۔ ساتھ ہی کھڑکیوں کے پٹ وا کر دیئے تو کمرے میں موجود دھواں ہوا میں تحلیل
ہونے لگا۔ کھانسی ہوئی بدر تک آئی اور اس کو کالر سے دبو چتی غرائی۔
"یہ سب کیا حرکت تھی؟۔۔۔ تمہارے پاس دماغ نام کی چیز نہیں ہے کیا؟"۔

"دماغ تو ہے پر تم نہیں ہو!"۔۔۔ سفیر غم انگیز لہجے میں بولا۔

"میں یہیں پر ہوں تمہارے پاس"۔۔۔ عزیزہ اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں سے تھامتی ہوئی بولی۔ سفیر کی سرخ ہوتی آنکھیں اس کی چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔

"وعدہ کرو مجھ سے کہ کبھی چھوڑنے کی بات نہیں کرو گی"۔۔۔ سفیر کسی چھوٹے بچے کی طرح اس کے دونوں ہاتھ تھام کر بولا جس پر عزیزہ نے گہری سانس لی۔

"وعدہ کرتی ہوں کچھ بھی ہو جائے!۔۔۔ میں تمہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی"۔۔۔ عزیزہ اپنی بات کا یقین دلاتی ہوئی بولی۔

"چلو اب شاباش منہ ہاتھ دھو اور حلیہ درست کرو!۔۔۔ اور آج کہ بعد یہ سگریٹ تمہارے ہاتھوں میں مجھے نظر نا آئے"۔۔۔ عزیزہ اب خود صوفے پر بیٹھتی سفیر کو ہدایات دیتی تنبیہی انداز میں بولی جس پر سفیر سر جھٹک کر مسکرا دیا۔

سفیر فریش ہو کر باہر آیا تو عزیزہ کھڑی ہو گئی اور کار کی کینز اٹھالیں۔

"کہاں چل دیں؟"۔۔۔ سوالیہ انداز میں سفیر بولا۔

"تمہیں لینے کے لئے آئی تھی۔۔۔ سفیان بھائی اور ریحانہ آنٹی ویٹ کر رہی ہیں تمہارا"۔۔۔ عزیزہ مسکراتی ہوئی اس کے قریب آئی اور اس کو بازو سے تھام کر اپنے ساتھ چلانے لگی جبکہ سفیر بھی بنا کسی پس و پشت کے اس کے ساتھ ہولیا۔

"ویسے تمہارے دادا نے مجھے تمہاری سیکیورٹی کے لئے منتخب کیا تھا"۔۔۔ سفیر چلتے چلتے عام لہجے میں بولا۔

"کیونکہ وہ جانتے تھے کہ تم سا پاگل، جنونی اور خود سر اپنے نام کا ایک ہی ہے!۔۔۔ اور ان کی پوتی سے محبت بھی انتہا کی کرتا ہے"۔۔۔ عزیزہ چہکار بھرے لہجے میں بولی۔

"تم سے کس نے کہا کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں"۔۔۔ سفیر عامیانہ لہجے میں بولا جبکہ عزیزہ نے جھٹکے سے اس کا ہاتھ چھوڑا اور اس کو کالر سے پکڑ کر غرائی۔

"تو پھر یہ سب تماشا کیوں لگایا ہوا تھا"۔۔۔ عزیزہ آنکھوں میں چلتی بجھتی جوت لئے بولی۔

سفیر اس کے مقابلے میں عزیزہ کا ہاتھ کالر سے ہٹاتا اس کو خود سے مزید قریب کر کے اس کے چہرے پر آنے لٹ کو پھونک سے اڑاتا بولا۔

"میں تم سے محبت نہیں!۔۔۔ جنون کی انتہاؤں سے آگے تک عشق کرتا ہوں"۔۔۔ محظوظ کن نظروں سے عزیزہ کو دیکھتے ہوئے سفیر بولا جس پر عزیزہ حیران رہ گئی۔

"میں نے اپنی زندگی میں صرف ایک شخص سے محبت کی ہے! اور وہ تم ہو عزیزہ شجاع حیدر۔۔۔ جو وقت کے ساتھ ساتھ میرا جنون!۔۔۔ اور پھر میرا عشق بن گئی ہو"۔۔۔ عزیزہ کے ماتھے پر لب رکھتے ہوئے سفیر بولا جبکہ عزیزہ نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

"چلو اب دیر ہو رہی ہے!۔۔۔ یہ ناہو وہ سب کچھ اور سوچ لیں"۔۔۔ سفیر عزیزہ کو خود سے دور کرتا ہوا بولا جس پر عزیزہ خفیف سی ہو گئی۔ سفیر کے لئے عزیزہ کا یہ روپ بالکل نیا تھا جس پر وہ کافی حیران بھی تھا۔ خیر جو بھی تھا اچھا تھا۔

اب ان لوگوں کی زندگیوں سے انتقام کی جنگ ختم ہو چکی تھی اور نئی صبح، نئی شائیں تلاش کرنے کا موسم آچکا تھا۔

جبکہ شہر و کئی لوگوں کی زندگیوں کو جہنم بنانے کے بعد خود ابدی جہنم کی نظر ہو چکا تھا۔

ختم شد

اگر آپ بھی لکھنے کا ہنر جانتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ آپ کی تحریر کو پلٹ فارم ملے تو کلاسک اردو میٹریل کارپوریشن آپ کو یہ موقع فراہم کر رہا ہے۔

آپ اپنی لکھی تحریر ہمیں اس ایڈریس پر میل کر سکتے ہیں

ClassicNovels04@Gmail.Com

اور اگر آپ بہت سارے ناولز پڑھنے کے شوقین ہیں تو کلاسک اردو میٹریل ویب سائٹ پر آپ کو ہر کیٹیگری کے بے شمار ناولز اعلیٰ کوالٹی پی ڈی ایف میں ملیں گے جنہیں آپ بنا کسی فضول ایڈ کے بہت آسان طریقے سے آرام سے ڈاؤن لوڈ کر کے پڑھ سکتے ہیں۔ یہ رہا ہماری ویب سائٹ کا لنک

[/https://classicurdumaterial.com](https://classicurdumaterial.com)

اس کے علاوہ اگر آپ کہانیاں پڑھنے سے زیادہ سننے کے شوقین ہیں یا آپ کے فرینڈز اور فیملی میں کوئی ایسا ہے جسے اردو پڑھنے میں دقت ہوتی ہے مگر وہ ناولز کے شوقین ہیں تو ان کیلئے بھی کلاسک اردو میٹریل کے پاس ہے بہت زبردست پیشکش۔ آپ ہمارے یوٹیوب چینل "Classic Entertainment" کو سبسکرائب کر کے وہاں موجود ہر کیٹیگری کے لاتعداد اردو ناولز آڈیو بک کی صورت سن سکتے ہیں۔ یہ رہا ہمارے یوٹیوب چینل کا لنک

<https://youtube.com/channel/UCtawu1YjgdBbKh-so2FwQtA>

کلاسک اردو میٹریل کارپوریشن